

فاش گوئیم جو حرفے کہ عداوت کس

# اقبال اور علامہ شیخ زنجانی

مع  
(وحی والہام اور برہان امامت)

تحقیق

ترتیب و مقدمہ

اکبر حیدری کشمیری

فاش گوئم، جو حرفے کہ نداند ہمہ کس

اقبال اور علامہ شیخ زنجانی  
مع  
(وحی والہام اور برہان امامت)

تحقیق

ترتیب و مقدمہ

اکبر حیدری کشمیری

# فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۷	مقدمہ مرتب	۱
۶۳	اقبال اور سرکار علامہ شیخ عبدالعلی ہروی	۲
۸۷	اقبال اور سرکار علامہ میرزا عبدالکریم زنجانی	۳
۱۰۸	ذات او دروازہ شہر علوم زیر فرمالش مجاز و چین و روم اقبال	۴
۱۱۹	اے بزر خط و جوہ و امکاں تفسیر تو سورہائے قرآن اقبال	۵

۱۵۱	اقبال اور عشق اہل بیت رسالت	۶
۱۶۵	علی کی شجاعت اور غزوات	۷
۱۸۲	سپاس جناب امیر اور بزرگ اسمائے علی	۸
۱۹۸	محافظ اسلام — حسین ابن علی	۹
۲۰۹	وحی والہام میں قرآنی آیات کے حوالے	۱۰
۲۲۲	فرہنگ الفاظ و تشریحات	۱۱
۲۳۵	کتابیات	۱۲
۲۳۹	”وحی والہام اور برہان امامت“ (عکس)	۱۳



## سلام افتخار عارف

ذکر مظلوم کو انعام میں رکھا گیا ہے  
 ظلم کو زمرہ دشنام میں رکھا گیا ہے  
 از ازل تا بہ ابد سارے یزیدوں کا حساب  
 ایک ہی دفتر بدنام میں رکھا گیا ہے  
 تا قیامت کسی ظالم کی نہ ہو جرأت ظلم  
 صبر کو منزل اقدام میں رکھا گیا ہے  
 کربلا ہو کہ نجف ہو کہ مدینہ سب کو  
 نور کے سلسلہ عام میں رکھا گیا ہے  
 میں نے تقویم شہادت پر نظر کی تو کھلا  
 خاک کو ہیئت ایام میں رکھا گیا ہے  
 صبر مخدومہ کونین کی وارث زینت  
 ایک نشانی کہ جسے شام میں رکھا گیا ہے  
 مفتر ہوں تو یہ فیضان کرم ہے اُن کا  
 اُن کی نسبت کو مرے نام میں رکھا گیا ہے



فون: ۲۷۷۶۲۲

کمر: ۲۲۹۷۱۸

گس: ۲۷۷۷۱۵۹

ای میل: [lib@punjab.gov.pk](mailto:lib@punjab.gov.pk) کتابیں: کتابیں (۱) ایڈیشن: پی کے

صدر نشین

افتخار عارف

(مستند، افتخار)

پندرہویں صدی کے عظیم شاعر، مدثر، عظیم افغانیہ علامہ محمد اقبال کے افکار و سوانح کی مختلف جہات پر نہ صرف ایک برصغیر جنوبی ایشیائی بلکہ ساری دنیا میں بہت لکھا گیا ہے اور مسلسل لکھا جا رہا ہے۔ نئے نئے ذرائع تحقیقات کے ساتھ سامنے آ رہے ہیں۔ ہر کئی جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کئی ایجابات غیبیوں کے حوالے سے پھل کو نئے نئے اس طرح اجاگر نہیں ہو پاتے جیسے کہ ہونے چاہیے تھے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ زندگی کے بعض ایجاب و حادثات زندگی انسانی کوئی گروہ نہیں ہو جاتے ہیں یا حتمی واضح اور روشنی ٹھیکہ ہوتے ہیں ان کا حق تھا۔ ایک نسل اس سے واقف ہوتی ہے مگر بعد میں آئے دن اس سے کٹاؤ، بغض، باب نہیں ہو پاتے۔ برصغیر کے ممتاز محقق ڈاکٹر اکبر حیدری کی ویش نظر کتاب عالم اسلام کے جہ عالم، دین حضرت محمد اکرمؐ کی زندگی کی کھجور آدہ کے سوج پر ان کے اور عظیم افغانیہ علامہ محمد اقبال کے درمیان ہونے والی ایک گفتگو پر مبنی ہے، جسے سید کریم مرتبت حسن مختاریؒ شروع و اختتام دے کر لکھا تھا۔ ”ذی الہام اور نہ جان امامت“ پر حضرت میرزا عبدالمکریم زنجانیؒ اور عظیم افغانیہ علامہ محمد اقبال کے ان کاغذات و خطی کے ملبورہ مگر ایاب متن کے ساتھ ڈاکٹر اکبر حیدری کا حشرہ نامی طور پر مکتوبہ کیے جانے کے قابل ہے۔ نبی کریمؐ در سنہ ہجرت، حق پرست، امیر ملت، مصلحتی، اور ان کے ساتھ ان کے مکتوبہ و خطبہ کے حضور، علامہ محمد اقبال نے غیبیوں کے جو خزانے پیش کیے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلم دنیا میں بول جانے والی زبانوں کے شاعر ہی کسی اور شاعر نے تحریر کی رعیت و جامعیت اور ہند ہے کی حدت و فخر کے احراج کے ساتھ اعلیٰ ترین مقاماتی غروری کے قریبوں کو لکھ رکھتے ہوئے ایسا مثال خداتہ غیبیت پیش کیا ہو جیسا کہ اقبالؒ نے کیا ہے۔ ایسے دور میں کہ ہر طبیب اسلام پر والی مسکن اختلافات میں قدم قدم پر اٹھتی نظر آ رہی ہے، اس کتاب کی اشاعت ان کو بچانے اور تعلقات کو مستحکم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گی، اچھے اس کا پورا اہتمام ہے۔

ان کا عارف

(افکار، عارف)

اکتوبر ۲۰۱۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا يَأْتِي مِنْ عَبْدٍ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ  
مِنْ نَفْسِهِ وَتَكُونَ عَمْرَتِي أَحَبَّ إِلَيْهِ  
مِنْ عَمْرَتِهِ وَتَكُونَ أَهْلِي أَحَبَّ إِلَيْهِ  
مِنْ أَهْلِهِ (الْحَبِيبُ)

ترجمہ: نہیں مومن ہو سکا کوئی بندہ جب تک کہ میں  
اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور  
میری عورت کو اپنی عورت سے زیادہ محبوب نہ رکھتا ہو۔

(لَا فِتْنَةَ إِلَّا عَلَى وَلَا صَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ)

[مناقب امیر المومنین]

مَوْلَانَا

حافظ ابو محمد اللہ محمد بن یوسف بن محمد اہلبیلی (الثانی)





## مقدمہ مرتب

ڈاکٹر اقبال مفتیؒ تھے اور آخر تک اسی مسلک پر قائم رہے۔ اس کے باوجود وہ ابتدائی عمر سے گمراہ آل محمد سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ اچاز احمد طلاس اقبال کے بچپن اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مقلد تھے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اقبال کے ایک سہاگلوی دوست ڈاکٹر میر جید جنہیں اقبال کے خاندان سے گہرے تعلقات تھے شیعہ عقائد رکھتے اور عمر کے دنوں میں تقویہ اور ذوالجہاد کے جلوس کے ساتھ ماتم کرتے تھے۔ وہ اقبال کو تفصیلی کہتے تھے۔ اس لئے کہ اقبال حضرت علیؑ کے مقلد تھے۔ اقبال کے بچپن کے استاد (مدرس العلماء) سید میر حسن رضویؒ آٹھویں امام حضرت علیؑ رضاؑ کی اولادوں میں تھے۔ وہ ممتاز عالم دین بھی تھے۔ ان کی مذہبی تعلیم کے ذریعہ اقبال کی نظر میں وسعت اور خیالات میں ایک نیا عنصر وجود میں آیا۔ اقبال نہایت احرام و عظمت سے میر حسن کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”شیخ بارگاہ عالم برحقؑ رہے گا محل حرم جس کا آستان مجھ کو ایک اور جگہ کہتے ہیں۔“

مجھے اقبال اس سید کے گہرے فیض پہنچا ہے۔ بچے جو اس کے سامنے میں بھی کچھ سن کے نظر آتے ہیں شیخ اچاز (مقدمہ اقبال صفحہ ۱۳۲-۱۳۳) میں لکھتے ہیں:

”اقبال کو مفتی رسولؑ کی بنا پر حضرت علیؑ سے محبت و عقیدت تھی۔ اس پر حضرت علیؑ کی ذاتی خوبیاں نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اس کے علاوہ مولانا میر حسن کے خاندان سے گہرے تعلقات اور دن رات ان کے ہاں اٹھنے بیٹھنے نے بھی حضرت علیؑ کے ساتھ محبت کے تعلق کو اور زیادہ استوار

کیا۔ ان کے خاندان میں شخصیت کا اثر بھی تھا اور ان کے بیٹے سید محمد زکی کی اہلیہ فاطیہ شیعہ تھیں۔ محرم میں ان کے ہاں مجلس ہو گئی۔ ذوالہجہ کا جلوس بھی نکلا اور ذوالہجہ ان کے ہاں لایا جاتا۔ مکان کی دیوڑھی میں خود دودھ میں بھگو یا ہوا دانہ ذوالہجہ کو کھلاتی گلاب کے حرق سے اس کے سُم دھوئے جاتے تھے اور زور و شور سے ماتم کیا جاتا۔ ایک حساس (لوجران) اقبال کے تحت اشعر میں (واقعات کر بلا اور آل محمد کے) ظلم کی داستانیں سننے سننے مظلوم خاندان سے گہری حسدیت ہو جانا تعجب انگیز نہیں۔“

ہمارے پاس محسوس شہادتیں موجود ہیں کہ اقبال، مظالم ہردی کی مجلسوں میں شرکت کرنے کے بعد ان سے قرآنی کلمات اور امامت کے بارے میں جادلہ خیال کرتے تھے۔ علامہ ہردی کے بعد علامہ شیخ رحمائی سے بھی استفادہ کیا۔ فریڈک ان دونوں ملائے تجربے ان کے افکار کو جلا بخشی اور انہیں مذہب آل رسول کی طرف مائل کر دیا۔ یہ بھی ثابت ہے کہ اقبال لاہور کی مجلسوں میں تاہم گھنوی (م: ۱۹۱۷ء) آقا شاعر قزلباش اور جلیل گھنوی کی مرثیہ گوئی سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

جب علامہ اقبال کا انتقال ۱۹ صفر ۱۳۵۷ھ (۲۱ مارچ ۱۹۳۸ء) کو ہوا تو اردو کے مشہور ادیب، صحافی اور عالم دین خواجہ حسن نظامی نے اپنے ہفتہ وار اخبار ”مناوی“، دہلی سورہ ۲۹ مارچ کے شمارہ میں ذیل کی خبر شائع کی تھی:

میرے دوست اور فلسفیانہ شاعری کے آداب (اکثر سیرج محمد اقبال نے جمعرات کے دن ۱۹ صفر ۱۳۵۷ھ صبح صادق کے وقت اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ وہ چونکہ محبت الہیہ تھے اور تقبیلِ حقیر رکھتے تھے، اس لئے قدرت نے ان کو باہم سید القہد اعلیٰ السلام سے ایک دن پہلے تاریخِ حطالہ مائی۔“

بعض لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اقبال شیعہ تھے اور اپنے کہنے میں قیہ کے ہوئے تھے۔ راقم کو مشہور محقق اور نامور ادیب مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل صدرالافتاح مرحوم (مطلع انوار صفحہ ۳۹۲) کے اس بیان سے بھی اتفاق نہیں ہے کہ ”علامہ اقبال کی نماز چٹا نہ، بختاب کے عقیم المرتبہ عالم و مجتہد شخص استثناء مولانا سید علی حائری (۱۸۷۶ء-۱۹۴۷ء) نے چ حائری

تھی۔" ہو سکتا ہے کہ اقبال کی غائبانہ نواز جہان، علامہ سائری نے بھی شیعہ برادری میں پڑھائی ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ علامہ اقبال اور ان کے بھائی دوست سر لوہا دوہا فقیر علی خان اور سر شیخ عبدالقادر سولانا سائری کے اراد سے تھے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ وہ آل بھڑکی عقیدت شدت سے رکھتے تھے اور محبت علی میں زبردست تفضیل تھی۔ اکثر اقبال کو لوگ تفضیلی اس لئے کہتے تھے کہ وہ بھدر رسولؑ قرآن اور احادیث کی روشنی میں جناب علی مرتضیٰ کو تمام حقوق میں افضل و اکمل سمجھتے تھے۔

اقبال نے انتقال سے قبل ۱۹۳۷ء میں ایک وصیت نامہ مرحوب کیا تھا۔ اس پر اقبالیات پر فیض رحمہ علیہ شاپین مرحوم (اور اہل گم گمہ سفر ۳۶۸) کے مطابق اقبال نے اس کے آخری جملے میں اپنے بیٹے جاوید اقبال پر زور دیا تھا کہ

"انہیں آل رسولؐ اور ان کے اصحاب سے محبت رکھنا چاہیے"

میرے پاس مخون کا دور، جلد ۲ نمبر ۲ باب ۱۰۲ کا دور اور محمد شہد ہے۔ اس کے صفحہ ۵۰۲ میں اقبال کی ایک مسلسل نظم "خلا حکوم" (پیغام بیعت کے جواب میں) ۴۰ شعر میں موجود ہے۔ نظم کی شان ردول یہ ہے کہ کسی نے اقبال کو مرد نظام احمد قادیانی کی بیعت کرنے کی دعوت دی تھی۔ اقبال نے قادیانی بیعت ٹھکرا کر نظم کے آخری شعر میں واضح الفاظ میں اپنے عقیدے کا اظہار کیا کہ ان کے لوگوں کو روئے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ یہ شعر نظم کا حاصل ہے۔

فیض اقبال ہے اسی دور کا  
بندۂ شاہ فاضلؑ ہوں میں  
ذیل کے اشعار بھی اسی زمانے کے یادگار ہیں۔

شاہے صورت بیتا بخت میں بھی اسے دل کوئی مقام ہے غش کما کے گرنے والوں کا  
بیشہ درد زباں ہے علی کا نام اقبال کہ پاس مدح کی بھیجی ہے اس عہد سے  
ہوں مرید خاندان اخوؑ خاک بخت سوجھ رہا آپ لے جا لگی سائل پر بھی  
یہ شعر بھی قابل ذکر ہے۔

پہنچے کیا ہو لب لباب اقبال  
یہ کلام گھر بیزبانی ہے

اقبال حضرت علیؑ کو انسان کامل، نام بحق یعنی علیہ السلام من اللہ تسلیم کرتے تھے اور مکمل کلام حضرت علیؑ سے زبردست عقیدت کا اظہار کرنے لگے۔ اقبال کے اس غیر معمولی والہانہ اقدام سے بعض منافقین دور تک غبر لوگوں میں اضطراب پھیل گیا۔ اور وہ ایک زبان ہو کر اقبال کی

خلافت پر کمر بست ہو گئے تھے۔ اقبال نے مارچ ۱۹۰۳ء میں انجمن حمایت اسلام کے اخبار میں اجلاس میں ایک حیرت انگیز اور طویل نظم بہت بڑے مجمع میں سنائی جس میں علی الاطلاق حصصیں کی نقلی کموں کر رکھ دی۔ جب مخالفین کا سیلاب سر سے گزرنے لگا اور صوفی اور خارجی حائشیں چاروں طرف اٹھ اٹھیں تو اقبال سے خاموشی نہیں رہا گیا۔ یہ کہہ کر ان کو مسکین، جمل اور صبر وال کی یاد دہانی۔ اس ٹرائیوں میں علی کو برا بھلا کہا گیا تھا۔

آخر کار قید خاموشی کی کڑیاں دیر دریر دو گئیں اور دل کے درد نے بردہ کہنے پر مجبور کیا۔

دل میں جو کچھ ہے ذہب پر اسے لاؤں کیوں کر

جو چھپانے کی نہ ہو بات چھپاؤں کیوں کر

داعیوں میں یہ تکبر کہ الٰہی توبہ اپنی ہر بات کو آوار خدا کہتے ہیں

لاکھ توام کو دنیا میں اجازا اس نے یہ قصب کو مگر گھر کا دہا کہتے ہیں

یہ نصرتی کا خدا اور وہ علی شیعوں کا ہائے کس بڑھک سے بھول کوئہ کہتے ہیں

دیکھئے کس لطیف اشارہ سے اقبال نے علی کے خلاف لڑے والوں اور سب دشمن کہے

والوں کی دہشتوں کو طشت از ہام کیا جو حدیث لٹک گئی کہنے والے کے حضور میں گستاخی کے مرکب

ہو گئے تھے۔

شہد لٹک گئی چہ کھلی ان کی زبان

چہ ترک راہ سے تھ کو بھی برا کہتے ہیں

اقبال کے دہل کے شعر بھی کافی غور ہیں۔

تیرے پیادوں کا جو حال ہوئے شاہ شہر میرے جیسے کو تو کیا، چاہئے کیا کہتے ہیں

بھئی شہ کے چارے میں عورت ذاتی

دین کی آڑ میں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں

اسی زمانے میں ایک نظم ”آفتاب“ کے عنوان سے ”خون میں شاہ ہوئی تھی۔ اس کی

اشاعت سے مولویوں نے اقبال کو حکم کفر سے نوازا تھا۔ شاہ ہی لئے اوپر کی طویل نظم ”قریہ

امت“ آٹھ سو سال تک کہیں شاہ نہ ہو سکی۔ حکم باغک در اسے بھی خارج کر دی گئی۔ میرے پاس

حکم کا پہلا ایڈیشن ہے جو سال ۱۹۱۳ء میں چھپا تھا۔

۱۹۰۳ء میں ہی اقبال کے بڑے بھائی شیخ طاہر (حوتی ۱۹۲۰ء) جو اقبال کے کلمیں

تھے اور ایک آثار ہزارہ میں سب دایہ ذیل ڈیفنڈٹری تھے کی نو چھاری مقدمہ میں ٹوٹ ہو گئے

تھے۔ اقبال ان کی رہائی کے لئے بہت پریشان تھے۔ انہوں نے ایک نظم ”برگہ گل“ کے عنوان سے نظمیں ’جڑخون‘ باہت جنبر ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ نظم خود حسن نظامی کے قوسل سے خواجہ نظام الدین کی درگاہ ولی میں نذر کے طور پر اور ان کرائی گئی تھی۔ اس میں اقبال آپ شفاعت کے تحت آلِ رسول کا واسطہ دیتے ہیں۔

واسطہ دوں گا گرفت دل رہا کا میں      غم میں کیوکر جھوڑ دیکھے شافع عشر مجھے

روئے دلا ہوں شہید کر بلا کے غم میں، میں

کی ذرہ مستعد۔ دیں گے ساقی کوڑ مجھے

جب دلوں نے اقبال کا قادیانک کرنا شروع کیا اور سترس ہوئے کہ وہ صرف ملی کے نفاذ میں کرے میں دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں تو اس کے جواب میں اقبال نے اپنی سوائی یوں پیش کی۔

بعض اسباب ملاٹ سے نہیں اقبال کو

رقی مگر ایک خارجی سے آکے سوائی ہوا

مصر ہائی میں خارجی اور سوائی کی راکت ملاحظہ ہو۔ اس سے صحن اور نیروان کی جلیں یاد آتی ہیں۔ دوسری اشعاروں نے یہ بے پرک اڑائی کہ اقبال شیعہ ہو گئے ہیں۔ خود اس کا ذکر اقبال نے بھی کیا ہے۔ ان کی ایک نظم ”رہ دور ندی“ کے عنوان سے ’خون‘ لاہور میں ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ بانگ درا میں بھی موجود ہے۔ دلی کا شعر قابلِ غور ہے۔

ہے اس کی غصہیت میں تشیع بھی درسا

تکسلی علی ہم سے سنی اس کی رہائی

اقبال حدیث رسول کی روشنی میں ذکر علی کرتا ہے لئے عبادت سمجھتے تھے۔ ذکر علی سے ان کی فکر و فکر میں جلا پیدا ہوتی تھی اور وہ روحانی سرتوں سے ہمکنار ہوتے تھے۔ اقبال کا دستور تھا کہ وہ ہر روز غصوان شباب میں نماز فجر کے بعد مراقبہ میں ایک مناجات بطور وکیلہ اللہ کی خوشنودی کے لئے پڑھا کرتے تھے جس میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی شان میں نہایت ہی شوق و خصوص کے ساتھ مدح سرائی ہوتی تھی۔ خدا مقرر کرتے کہ شیخ عبدالقادر صاحب ایڈیٹر ’خون‘ کو۔ اگر وہ یہ مناجات بعنوان ”پاس جناب امیر“ ’خون‘ باہت جنوری ۱۹۰۵ء (صفحہ ۳۷-۳۸) میں شائع نہ کرتے تو اقبال کا یہ ادبی شاہکار نگاہ سے اوچھل ہو جاتا۔ ’خون‘ کا یہ شمار عطا ہو گیا ہے۔ لیکن میرے پاس موجود ہے۔ نظم سے پہلے ایڈیٹر صاحب کا یہ تجریدی نوٹ قابلِ ذکر ہے۔



ہوا اُماویہم کے موضوع پر بصیرت افروز بیانات فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ اقبال نے علامہ سے درخواست کی کہ وہ انیس قرآن سے مسئلہ امامت انہیں سمجھا دیں۔ اس زمانے میں اقبال اپنی مشہور تصنیف "اسرار خودی" (مطبوعہ ۱۹۱۵ء) ترتیب دے رہے تھے۔ سرکارِ علامہ نے اقبال سے چار آیتیں بیان کیں اور وہ مطمئن ہو گئے اور ان کی عقلی و روحی اقبال نے اس بارے میں جو خط ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو صاحبِ راجہ کشن پرشار شاد در برِ معظم دکن کو لکھا تھا اس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

علامہ بروہی عالمِ تہ ہیں۔ مذہبِ شیعہ ہیں۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ہوں۔

اس زمانے میں یہ خیر ہندوستان کے طول و عرض میں محنت کر رہی تھی کہ اقبال شیعہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خود اقبال نے بھی اس واقعہ سے اکبر الہ آبادی کو مطلع کیا تھا۔ اس کا ذکر اکبر نے بھی خواجہ حسن نظامی صاحب کے نام اپنے خط مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۶ء کو درج ذیل الفاظ میں کیا تھا

"اقبال صاحب نے مجھ کو خط میں لکھا ہے کہ مسئلہ امامت کو انہوں نے قبول کیا۔ جس پر اقرار نہیں کیا کہ میں شیعہ ہو گیا"

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اقبال، علامہ گرامی اور اکبر الہ آبادی کو بہت دانتے تھے اور یہ دونوں حضرات امامت کے قائل تھے۔ اس کے دافرشوٹ ہمارے پاس موجود ہیں۔ جب اقبال کے شیعہ ہونے کی خبر آئی تھی تو اکبر الہ آبادی نے خواجہ حسن نظامی کے نام ایک خط مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو یہ بھی لکھا تھا کہ:

کَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ اَلْحَ اِی  
سے امامت بارہ اماموں کی ثابت ہے اور میں تو کھنڈ ہوں تو شیعہ  
مجھوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ کیونکہ امامت چڑی ہے۔ اس میں کچھ  
ہرج بھی نہیں۔ خلفائے ثلاثہ کو دنیوی بادشاہی حاصل تھی۔ روحانی  
سلطنت بارہ اماموں کو تھی۔

غرضیکہ اقبال نے علامہ بروہی کے بارے میں در برِ معظم دکن شادیدر آبادی کے علاوہ اکبر الہ آبادی، خواجہ حسن نظامی اور سر علی امام کو بھی لکھا تھا۔ جس میں اس بات پر افسوس ہوتا ہے کہ اقبال نے قبولِ امامت کے مسئلے پر جو خطوط اور لوگوں کے کلمے تھے۔ وہ اب کس ل رہے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اکبر کے کچھ خطوط ایک کتابی صورت میں "خطوط اکبر عام حسن

کھائی" کے نام سے دہلی میں ۱۹۶۲ء میں شائع کئے گئے۔ کتاب میں اقبال کی امامت کے بارے میں اکبر کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے کتاب کے روناچہ میں اعتراف کیا ہے کہ ان کے پاس اسرار خودی کی شاعرت کے بعد اقبال کے خطوط موجود تھے وہ تک کر دئے گئے ہیں۔ اگر وہ خطوط موجود ہوتے تو اقبالیات میں اہم اضافہ ہو جاتا۔ بہر حال علامہ بروی نے اقبال کے افکار میں ایسی تبدیلی پیدا کی جس کا انکشاف اکبر کو بھی کر پڑا۔ انہوں نے خواجہ صاحب کی یہ کتاب بھی ناچھوئی ہے۔

علامہ بروی کے رہنما اقبال نے دل کی گہرائیوں سے آل محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسینؑ کی بارگاہ اقدس میں گہائے عقیدت پیش کر کے حق گوئی و بے باکی کا اظہار کیا۔ انہی کے طے سے کلام اقبال دنیا میں گہوار ہے گا۔ ہم نے اس طرح کے کئی اشعار کتاب میں شامل کئے ہیں۔ یہاں بھی کچھ شعر درج کرتے ہیں۔

تائب حق ہو جان عالم است      ہستی او عل ام اعظم است  
از رموز جبریل آئندہ مر      در جہاں قائم ہنر اللہ مر  
ہفت سارو خلعت بر خام را      از حرم ہدوں کند انعام را  
مسلم اول ہمد مرداں علی      عشق را سراپا ایماں علی  
از دعا او قال پیغمبر گرفت      طلب حق از شکوہاں نر گرفت  
ہر کہ در آفاق گمہ در قرب

بار گروانہ در طلب آفتاب

جناب فاطمہ الزہراءؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مریم از یک بہت صبی      عزیز      از سر بہت حضرت زہراؑ عزیز  
نور چشم رعدہ الصالحین      آن امام اولین و آخرین  
بالوے آن تاجدار علیؑ      سرشتی مشکل علیؑ شیر خدا  
مادر جن مرکز پرکار عشق      اور آن کھرداں سالار عشق  
آن یکے خیم شہستان حرم      حلقہ جمیت خیر الانام  
تاغیرہ آتش بیکار دیکیں      پشت پارہ بر سر تاج و گئی

انک ہو بچہ حیرتکن از دیش

بچہ خیم ریختہ بر عرش بری



آن امام عاشقان پر بخوی سرو آراوے دبستان رسول  
 اللہ ہائے بسم اللہ پر معنی ذبح عظیم آہ پر  
 بہر آن شہزادہ خیر المصل دشتا فتح المصلین فہم المصل  
 روح قرآن از حسین آسوخیم  
 و آتلی او شطہ با اندوخیم

علامہ اقبال دہائے اسلام میں وہ اولین دانشور اور عظیم فلسفی شاعر ہیں جنہوں نے اہلحدیث  
 رسالت کی تعلیمات اور عمل صالح کو چارہاچک عالم میں پھیلا کر مسلمانوں کو حریت آزادی کے  
 جذبے سے سرشار کیا۔ پرہیزگار فاضل مطہری نے اقبال کی شاعری کو شاہکار الفاظ میں خراج تحسین  
 پیش کر کے انہیں ممتاز اسلامی شعراء کی صف میں شامل کیا ہے۔ بہت انصاری اور وصل بن علی خراسانی  
 کی صف میں شامل کیا۔ علامہ مطہری لکھتے ہیں

”علامہ اقبال گر چہ رسمی طور پر کسی ائمہ باب ختم نہیں کیے۔ وہ اہلحدیث سے خاص  
 محبت رکھتے تھے۔ وہ شعراء خواہوں بے قاری میں اہلحدیث کی شان میں  
 لکھے ہیں، مگر نہیں کہتا کہ کسی شاعر نے ایسے اشعار اہلحدیث کی  
 مدح میں لکھے ہوں“

علامہ ہرودی صاحب قبلہ (۱۹۲۲ء) کے انتقال کے بعد ڈاکٹر اقبال نے آیت اللہ میرزا  
 محمد انگریز رنجانی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ موصوف غالباً ۱۹۲۷ء کے بعد لاہور آئے اور یہاں  
 نواب فتح علی خان قزلباش مرحوم کے صاحبزادے نواب غلام علی خان کے پاس قیام پذیر  
 ہوئے۔ اور یہیں ڈاکٹر اقبال سے ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ اگر اقبال میں علامہ ہرودی کے بعد کوئی  
 تفعلی ذاتی روحانی تھی تو وہ علامہ رنجانی سے دور ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے چہرہ دوستوں نے فتح  
 رنجانی سے ایک مجلس میں سوال کیا کہ وہی اور الہام میں جو فرق ہے اسے قرآن سے ثابت  
 کریں۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ بارہویں امام مہدی آخر اتر ہوں گے تو ہرودی کا کوئی وقت نہیں ہے کہ  
 نہیں؟ علامہ نے فی البدیہہ دونوں سوالوں کے جواب مسلسل نہیں سمجھ سکے۔ دئے۔ لاہور کے ایک  
 دانشور اور اقبال کے دوست سید حسن جعفری علامہ رنجانی کی تقریر تصدیق کرنے کے لئے مامور کیے  
 گئے تھے۔ انہی دنوں دسمبر ۱۹۲۸ء میں، اقبال نے جو کچھ مدراس میں دئے تھے وہ علامہ رنجانی کی  
 اسی مجلس سے استفادہ کر کے مرتب کئے گئے تھے۔ ان کچھروں کے بارے میں فاضل دہائیں علم اپنے  
 مشہور و معروف رسالہ ”زمانہ“ کا تہذیب جلد ۵ نمبر ۴ بابت فروری ۱۹۲۹ء (صفحہ ۱۲۷) میں لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال نے مدراس میں متعدد دلی عزائمات پر خطبے دیے تھے۔

(۱) علم اور وحی والہام (۲) وحی اور الہام کی تصدیقات کا حقیقیانہ معیار (۳) ذات خدا

کا اسلامی تصور اور دعا کا مضمون۔

علامہ رحمانی کے پیروؤں کو انقدر مصائب میں مبتلا کرنے کی غرض سے کہ وہ علامہ کے ساتھ لاہور میں

۱۹۳۵ء میں ”وحی والہام اور برہنہ امامت“ کے نام سے کتابی صورت میں چپے تھے۔ کتاب کا

ایک سو کتب خانہ شیلی نعلی نے لکھنؤ میں موجود ہے۔ اسی نسخے کا کس اب مقدمہ کے ساتھ شائع کیا

جا رہا ہے۔ علامہ زبانی کی کتاب کے سرورق کے بعد سوال کرے والے ”ڈاکٹر سر محمد اقبال“ کا

نام لایاں طور پر درج ہے۔

غرضیکہ اقبال بارہ اماموں کے چاکل ہو چکے تھے اور وہ انہی کو ادلی الامر معکم قرار دیتے

تھے۔ ہر سو ہی امام کے بارے میں ان کا قول تھا۔

مجھ کو انکار نہیں آہ مہدی سے مگر غیر ممکن ہے کوئی صل ہو بھلا خیرا

دیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت

ہو جس کی نگہ دلورے عالم انکار

یہ بات اقبالیات کے لئے ایک البہ سے کہے کم نہیں کہ اقبال کے سرخ نگاروں

اور شارحوں نے حقیقت پسندی اور وہ اداری کے اصولوں کو نظر انداز کیا ہے۔ انہوں نے ان

دلوں میں طبل القدر غلام اور مفسرین قرآن یعنی علامہ بروہی اور علامہ زبانی کا کہنا نام تک نہیں لیا

جسوں نے اپنی فیاضیوں سے فکر اقبال کو توانائی اور روش بخشی تھی۔ راقم حروف نے مشہور ماہر

اقبالیات محمد عبداللہ قریشی کو اس فراموشی کے لئے حوجہ کیا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھ تفاق کیا

اور وعدہ فرمایا کہ وہ اپنی زیر نظر کتاب ”اقبال امام شاذ“ میں بروہی صاحب کا ذکر ضرور کریں

گے۔ جب ان کی کتاب شائع ہوئی اور اس کا ایک نسخہ مجھے اپنے دھلا خاص سے بھیجا تو علامہ

موصوف کا ذکر حسب وعدہ فرمایا تھا۔

اسی طرح شارحین اقبال نے بھی کلام اقبال کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اقبال کے اکثر

بہتر اشعار جن میں آل رسول کی رحمت و توصیف کی گئی تھی ان کی وضاحت کرے سے گریز

کیا۔ خوب طوالت دلی میں محدودے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

ہر کہ تفسیر نہ دہوئی کہہ غرضت را ز بھرتی آئین کہہ

ہاں ما ز دعوات گل خوشبو کہہ قید تو را جز آہ کہہ

گلوہ سچا خفی آئینہ مشو از حدود مصلحتی ہیروں مرد  
تا مصائب لا الہ داری بدست ہر ظلم خوف را خواہی شکست  
مدد چہں مثل جہان جزد کل رویہ از کعبہ خیال او پو کل  
پائے سارو طہرت ہر خام را از حرم ہیروں کند اضافہ را  
آری را احرام آری ہاجر شو از مقام آدمی  
توتو ایماں حیات انزایت ورد لا خوف تلیم ہدایت

جوں لکھے سوئے فرعونے مرد

قلب لا از لطف حکم خدا

فریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم

نہایت اس کی حسین ابتداء ہے سائنس

پاپیہا شعار ہیں جن میں سے ہر بشر پر تاریخ مسجد مرحوم کا ایک ایک دفتر لکھا ہوا سکتا ہے۔

اقبال کا مطالعہ لازمہ و تھا۔ اسہوں نے اوائل عمر سے ہی اسلامی لٹریچر کا بغاؤ نظر مطالعہ کیا

تھا۔ اسلامی تعلیمات میں جن لوگوں سے انہوں نے استفادہ کیا تھا، اس میں سے کچھ نام یہ ہیں۔

(۱) خواجہ نظام الدین اولیا، (۲) خواجہ چشتی (۳) مولانا دروی (۴) سید علی ہمدانی (۵)

داتا گنج بخش (۶) حکیم سنائی (۷) شاہ ولی کلندر (۸) امیر خسرو (۹) خواجہ فرید الدین عطار (۱۰)

شخص جبریزی (۱۲) شیخ سعدی (۱۳) حافظ شیرازی (۱۴) مولانا جامی (۱۵) شاہ نصرت اللہ ولی

(۱۶) مرزا صاحب (۱۷) عاتب (۱۸) خواجہ مستان کاشانی (۱۹) مولانا گرامی (۲۰) جوش شیخ

آبادی۔ جوش کو چھوڑ کر یہ حضرات علما نے غیر لاد صاحبان تصانیف ہیں۔ انہیں بزرگان دین

ہوئے کا بھی شرف حاصل ہے۔ ان کا حلقہ طبعیہ یہ ہے کہ علم تصوف میں علی ابن ابی طالب کو در

مقام حاصل ہے جس فی دنیا نے اسلام میں کوئی مثال نہیں ملتی اور اس میں ان کا کوئی شریک و ہم

نہیں ہے۔ تمام صوفیا انہیں ابو الائمہ قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات علی کو چاشمین

رسول، دہمی، ولی، امام، امیر المؤمنین، قرآن مافقی دور اول و آخر کے القاب سے یاد کر کے انہیں

بعد رسول تمام حقوق میں اصل تسلیم کرتے ہیں۔

(۱) نظام الدین اولیاء حضرت نظام الدین اولیا (م۔ ۷۵۰ھ) ہندوستان

کے بڑے صوفیوں میں ہیں۔ ان کے سالانہ عرس کے موقع پر ہزاروں عقیدت مند ان کے حزار پر

آ کر حاضری دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال بھی ان کی مرتبہ ان کے آستان عالیہ کی زیارت سے فیضیاب

ہوئے تھے۔ میرے سامنے نظام الدین اولیا کی ایک نظم ہے جس میں چاروں مضمون کی مدح و  
 منقبت کی گئی ہے۔ امام سہروردی کی تخریف میں کہتے ہیں ۔  
 مراد مرکز عالم محمد حجت نظام  
 بار حق شور ظاہر کہ فتح اولیا باشد  
 اس کے بعد لکھتے ہیں ۔

نظام الدین حیا دارد کہ گویم بندہ شام  
 دین قہر اور اکسب یک گدا باشد

حضرت نظام الدین اولیا کا بیان ہے کہ سراج کی رات رسول کو دربار الہی سے فرقہ  
 لفرعطا کیا گیا۔ اور ہدایت کی گئی کہ جو اس کا اہل ہو اسی کو دیا جائے۔ رسول اللہ جب واپس تشریف  
 لائے تو ایک ایک کر کے چاروں پر گدہ بکھڑے ہو چھا کر اگر یہ فرقہ آپ کو عطا کیا جائے تو  
 آپ اس کی حق ادائیگی کے طور پر کیا کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ  
 "میں چٹائی پر چلوں گا، جہاد اور عبادت کروں گا۔" حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ "اگر  
 یہ فرقہ مجھ کو ملے، تو میں بھل و انصاف قائم کروں گا۔" حضرت عثمانؓ سے سوال کیا تو انہوں نے  
 جواب دیا کہ "میں اخلاق، سخاوت اور جہاد کروں گا۔" حضرت علیؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا  
 "اگر یہ فرقہ مجھ کو عنایت ہو تو میں پردہ پوشی کروں گا اور خدا تعالیٰ کے بندوں کے پیوں پر پردہ  
 ڈالوں گا۔" رسول اللہؐ نے یہ جواب سن کر حضرت علیؓ کو فرقہ عطا کیا اور فرمایا ۔

"مجھے خدا کی طرف سے حکم ملا تھا کہ جو بھی یہ جواب دے گا فرقہ اسی کو عطا کرنا۔"

## (۲) حضرت خواجہ معین الدین چشتی دارالعلوم دہلی کتاب

"معین الاولیاء" (ص ۹۳) میں لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب بھٹان میں ۵۳۷ ہجری میں پیدا  
 ہوئے۔ خراسان میں پر دان چڑھے۔ ان کے والد گرامی خواجہ غیاث الدین حسن سادات چشتی  
 سے بہت رکتے تھے۔ سرفرد اور بخارا آ کر حفظ قرآن اور کسب علوم سے بہرہ مند ہوئے۔ پھر لاہور  
 گئے اور وہاں شیخ بھویری کے حزار کی زیارت کر کے دہلی آئے۔ آخر کار ۶۳۳ھ میں سوسال سے  
 زائد عمر پا کر انتقال کیا۔ بادشاہ شاہ جہاں خواجہ صاحب کے عقیدت مندوں میں تھے۔ دارالعلوم  
 اجیر میں عی ۱۰۲۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ خواجہ صاحب کے حزار کے پابری دروازے کی دیوار پر  
 دیل کی رہائی موجود ہے۔ ہمارے دوست علی مرتضیٰ نے یہ اپریل ۱۹۹۷ء میں دیکھی تھی۔ وہ یہ بھی  
 کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب کی قبر پر جو سبز قفل کی چار چٹائی گئی تھی اس پر محمد تقی خاں حسن اور

حسین کے نام لکھے گئے تھے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین است حسین دین بناد است حسین  
سرخاوند دار دوست در دوست چہ عطا کہ بنائے لاله است حسین  
خواجہ صاحب کی آل محمد کی تشریف میں کئی شخصیں یادگار ہیں۔ ذیل میں چند شعر درج  
کئے جاتے ہیں۔

در طعن نہ گنج در شرع شب و روز صد چوں کمال گوید صد سال از کمالش  
خاک نجف کہ خواب غلہ بریں بدیدہ آفاق شد مضر اور کھیت ثلث  
اں را کہ دیدارشن از سر پشت تو ہاراست یک دروغم نہ باشد از طعن بد کمالش  
در و ہر چ کھلے چوں خاک کہ بلانیت اسے دل پہ ہوس گنگ در چشم من برالاش  
من قبۃ عارم جہ کعبہ خراساں من کعبہ عارم بخ قبۃ برالاش  
شاہ عرب و ملکیں بھی حسین مسکین  
کم ترنگ در دست اگلن نظر بہ حالش

(۳) مولانا رومی (۱۲۰۶-۱۲۷۳)۔ ایران کے سب سے بڑے صوفی  
شاعر ہیں۔ ان کی شہرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "ہست قرآن در زبان پہلوی"۔  
مولانا آل رسولؐ کے تخلص مداحوں میں تھے۔ انہوں نے سولہ لاکھ کلمات کے بارے میں اپنے  
اہم و قصات مشہور میں بیان کیے ہیں جو تاریخ اسلام سے غائب ہیں۔ احمد افلاکی (م۔ ۱۷۶۰ء)  
نے علی کے حسن اخلاق و رحل صانع کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جو اکثر محمدؐ ریاضی کی کتاب "سید علی  
بہدائی" (۲۶۰) میں درج ہے۔ ذیل میں اس کا اردو نسخہ مہدورج کہا جاتا ہے۔

"ایک روز اسد اللہ اللہ طالب علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ مسجد یثربی میں نماز  
خیر پڑھنے جا رہے تھے۔ ان کے آگے آگے ایک عورت یثربی جا رہی  
تھا۔ علیؑ نے اس ضعیف سے آگے بڑھنا مناسب نہیں سمجھا۔ جب قدرے  
تاخیر سے مسجد میں پہنچے تو رسولؐ برحق رکعت اول کے رکوع میں تھے۔ اسی  
حالت میں اللہ کی طرف جبرئیلؑ امینؑ ہم لے کر نازل ہوئے اور رکوع میں  
توقف کرنے کے لئے رسولؐ کی پشت پر ہاتھ رکھا تاکہ علیؑ رکعت اول کے  
ثواب سے محروم نہ ہیں"

ذیل میں مولانا رومی کی ایک نظم درج کی جاتی ہے جو بارہ اماموں کی تشریف میں ہے۔

دل کز چہاں کلام میر دیں است خدا دیکھے کہ رب العالمین است  
 محمدؐ بھڑیں ہر وہ عالم صحیبؐ اولین و آخرین است  
 علیؑ رضی شاہ سر افراز امام برحق و سالار دین است  
 حسنؑ بر بیوت پاک معصوم حسینؑ ولایت چوں نگین است  
 علیؑ دین الہیہ است پاک طینت مرا حدود الامان گزین است  
 شام ہار و ہتر چہ حقین ہیں آنکہ موسیٰ کاظمؑ ہیں است  
 علیؑ موسیٰ رضا شہم امام است محمدؐ کو بھی ماہیں معین است  
 علیؑ را باقی دائم بہر حال من راعترفی خاتم نبیین است  
 امام مہدیؑ آید ہم بہ دوراں کہینہ چاکرشی مدح الامین است  
 کشف دجیل را با "دات الارض" دلائل دم حج کارے موشن است  
 ہزاراں لغت دارد ادرا بر آں کسی کو ظافہ داد دین است  
 سخن ہائے نوح شاہ بشنو کہ آں بجز زہد ہائے شین است  
 نادر سلطان رانچ فرے فیاد بر اہلبیت طاہرین است  
 ہر آں کسی را کہ میر اہل بیت است دوا نور ولایت بر زمین است

غلام حبیبؒ است طائے دلی

ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

(۴) **علاج** حسین بن منصور طاج (۸۵۷-۹۲۲ھ بمطابق ۱۴۵۷-۱۵۱۰ء) اپنے وقت کے عالم بقعر  
 اور عظیم موجد تھے۔ جس علماء نے صوفی کمال اور بعض نے سادہ اور جاوید قرار دیا۔ مشہور بزرگ  
 صوفی شیخ محمد دم طاج۔ ہجری (م ۴۷۵ھ) طاج کے رہبر دست طرہ داروں اور حایوں میں  
 تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب "کشف الکرب" میں طاج کو ایک عالم جہاد اور کثیر تصانیف مصنف  
 لکھا ہے۔ موصوف کی نظر سے طاج کی یکساں تصانیف گزری تھیں۔ ہجری نے ان کا ذکر اہل  
 کتاب میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"طاج راقصانف بسیار است و رموز کلام مہذب اندر اصول  
 و فروع۔ و سن کر ملی کن شاں الجلالی۔ عباد پارہ تصانیف و سہ و دم۔ اندر  
 بغداد و لواحق آں۔ و بیٹے لہجہ رستان و فارس و خراسان جملہ صنفانی  
 یافتہ۔ و سب (طاج) ۴۰۰۰ اندر اصلاح بود۔ از نماز ہائے نیکو ذکر

و مناجات تہائے بسیار۔ در روز ہائے بیست و قہید اے مہذب و اندر توحید  
کعبے لطیف۔ اگر افعال از عطر بودے، این حلاوت بودے۔  
میں درست شد کہ کرامات بود کرامات بخود لی گفتن را نمود۔

علاج کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسوں نے "الحق" (میں خدا ہوں) کا نعرہ بلند کیا  
تھا، جس کے پاداش میں حامد بن عباس و دریاغندر رضی اللہ عنہما نے ان کو سولی پر چڑھا دیا۔ ان  
کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ لاش بردار اٹل کر دی گئی اور راکھ دریا میں ڈالی گئی۔ کسی  
نے نماز جنازہ تک نہیں پڑھی تھی۔

بھیری کہتے ہیں کہ اسوں نے بغداد اور اس کے گرد وواح میں گھروں کی ایک ایسی  
جسعت دیکھی جو علاج کی بھری کا اس طرح لٹو کرتی تھی جیسے کہ رطبی حضرت علی کی ولایت کا  
کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ علاج اور ان کے بزرگوار علی ابن ابی طالب کی محبت میں سرشار  
تھے۔ بھیری کے الفاظ یہ ہیں۔

"میں گروہے راویدم از ملاحظہ بہ بغداد و نوای آن کہ دعوے اقتداء  
بہ دواستند۔ و کلام دے را بخت و عتق خود گرداید بودہ۔ و اسم طای  
بر خود نہ وہ و اندر اس دے طوی کردہ چوں رود الخ۔ اندر ولی حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ۔"

در اصل علاج امام مہدی آفرائمان طبع اسلام کے عہد کی تبلیغ بغداد اور اس کے اطراف  
و کنارے میں شدہ سے کر رہے تھے۔ وہ آل رسول کی محبت میں دیوانہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے  
شہد قرآنی آیات کا ذکر اپنے دیوان میں کیا جو علی کی شان میں مارل ہوئی تھیں۔ وہ علی کو اللہ  
رسول کہتے تھے۔ انہیں عادیۃ رسول کے آئینے میں علی کی ذات میں آدم کی خلافت، ابراہیم  
کی طاعت، یونس کا تقویٰ، موسیٰ کا دہرہ اور عیسیٰ کی پرہیزگاری نظر آتی تھی۔ دیوان منصور علاج  
(مرتبہ آقائے دہلی ج ۲ صفحہ ۲۲) میں لکھا ہے کہ چونکہ علاج لوگوں میں یہ دھوکا تبلیغ کر رہے  
تھے کہ امام مہدی مغربیہ عہد فرمائیں گے اس لئے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مرتب  
دیوان کے الفاظ یہ ہیں:

"در کتاب مسحاتی و کتاب مستبر بھری کہ در زبان حسن السالی تالیف یافتہ  
نوشہ شدہ است کہ حسین منصور علاج مردہ را با امام مہدی دعوت کی کر دہ  
مردمی گفت کہ مغربیہ از طالقان دہم ہر دن خواب آمد، عابرا میں لودا

گرفتہ پہ بلاد اور مدینہ و مواخذہ نمودند۔ از ایام عین مظلومی شود کہ گمان  
 حسین منصور احتساب پہ نہ جب المیہ و احقاد و وجود مہدی علیہ السلام و  
 رجوع مردم بضرعت آں حضرت و شورانیدن مردم بر مظلمائے عباسی و آن مکر  
 و زندقہ را بہانہ ساختند۔"

بلاد کے تنگ نظر اور حسب ملہ نے حسین بن منصور کا عرصے حیات تک کردیا۔ انہوں  
 نے لاپٹی اور جھوٹے گواہوں کی مدد سے طاع کے خلاف کل کا خطرناک سازش کیا۔ خود طاع کے قول  
 کے مطابق ان کے خلاف دینی حربہ استعمال کیا گیا۔ جہود و عاشر و امیہ لاپٹی کر بلا میں حسین بن علی  
 کے ساتھ کیا گیا تھا۔ کہتے ہیں ۔

من حسین وقت دہا جان برید و فرسین روزگارم جزہ فاشورا و منزل کر بلا  
 و چون منصور طاع میں سوائے کائنات علی ابن ابی طالب اور اہل بیت رسالت کی محبت و  
 ولایت میں متحد و اشعار موجود ہیں۔ ذیل کے چند اشعار کا ترجمہ ہوں ۔

گر آرزوئے شایع تک رضا کی	چست باش بندہ درگاہ مرتضیٰ
واماد مظلمائے مصلیٰ علی کہ بہت	خاک دوش زدوئے شرف کہہ ملا
آدم خلافت ست و براجم علت است	چوں نوح مقلی است ہم از قول مظلما
مرزا کہ غیر نطقک نفسی شیدہ	آہا کہ گفت نصیحا حضرت خدا
اورا ولا ہے است بہ تخصیص از خدا	کارایاں ہی کدراچ و نہ بانفا
بردارک جلال تو تاج العبدک است	برجہ کبریاے خود بیان لاقتضا

گرچہ پاک و تراست عالی

آنی است حضرت عزت پہ ہل لستی

اردو کے محسن بڑے شاعر اقبال، غالب اور میر منصور کی تعلیمات سے بہت متاثر ہوئے  
 تھے۔ اقبال نے اپنی ایک تصنیف "اربع تصوف" میں طاع کا ایک باب شامل کیا جس میں ان  
 کے حالات اور ایک تصنیف "کتاب الطواغین" پر روشنی ڈالی ہے۔ مصوف طاع کے کردار اور  
 عمل صالح سے اس قدر متاثر تھے کہ کم و بیش اپنی ہر کتاب میں ان کا ذکر بڑے احترام سے کیا  
 ہے۔ مثلاً میں "جاوید نامہ" کا شاعر و پیش کیا جاسکتا ہے۔ اقبال نے غالب سب سے پہلے منصور کا  
 تذکرہ ایک فارسی نظم "پاسر جناب ہمز" (مطبوعہ جنوری ۱۹۰۵ء) میں حضرت علی کی عقیدت  
 میں اس طرح کیا ہے۔



یہ ذرا درگفت پر مشور  
در جوش ترانہ انا الطور

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

فردوس میں مدائی سے یہ کہتا تھا سائل  
شرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ ہی آتش  
حلاج کی جیبن یہ روایت ہے کہ آخر  
اک مرد قلندر نے کیا راز خودی کا  
ذیل کا شعر بھی قابل ذکر ہے۔  
رقابت ظم و حرکان کی غلط جیسا ہے خبر کی  
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا  
غالب کہتے ہیں۔

ارزندہ گوہرے چونکہ اندر زمانہ بست  
خود را بکاک رہ گزر حیدر اکبر  
منصور فرق مل ملہاں خم آوازہ  
یعنی زمانے میں مجھ سے زیادہ جینی سراپا کوئی نہیں ہے تو میں اپنے تئیں راہ حیدر کرار میں  
گمراہے دیتا ہوں۔ میں مل الہاں "نصیر دوس" کا منصور ہوں۔ جب ہی تو "انا الحق" کی بھانسنے  
"اسد اللہ" کا نعرہ بلند کرتا ہوں۔  
تیر کا بھی یہ شعر قابل ذکر ہے۔

یہ منصور کا خون باقی کر حق حق  
قیامت کو کس کس کا خون دار ہوگا

(۵) **سید علی شہدانی شاہ حمدان** (متر ۱۷۸۶ء)

سید علی بھائی کا شمار طویل القدر بردگان دین میں ہوتا ہے۔ وہ صوفی کامل، مستدر عالم اور  
کثیر القند اکابر کے مصنف تھے۔ ان میں دو کتابیں "الفتاویٰ فی القلوب و ألقبا" اور  
"المنہجین فی فضائل امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے فضائل (اعادیت رسول) درج کئے  
مصرعین اور دوسری میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے فضائل (اعادیت رسول) درج کئے  
گئے ہیں۔ دونوں کتابیں شیخ سلیمان قدوری حنفی نقشبندی (۱۲۲۰-۱۲۹۳ء) نے "مطبوع  
الفتاویٰ" کے نام سے اپنے مقدمہ کے ساتھ عربی متن میں مرتب کیں اور پھر یہ کتاب انہیں  
حیرت، نجف، بسکی، شہر اور تہران وغیرہ میں درج طبع سے آراستہ ہو کر بہت مقبول ہوتی رہی  
ہے۔ یہ کتاب کا فارسی ترجمہ ایران میں "مطبوع المحبة" کے نام سے ۱۳۱۲ھ میں اشاعت پذیر  
ہوا۔ تفصیلات کے لئے "سیر سید علی بھائی" مرتبہ دکتور محمد ریاض دیکھی جاسکتی ہے۔

مولانا جامی نے سید علی ہمدانی کے علمی تہم کا تفصیلی ذکر "محکمات الانس" میں کیا ہے۔ شہزادہ داراشکوہ لکھتے ہیں:

"امیر سید علی ہمدانی سے نبوت ربیع سکون را میر کردہ اندو محبت بزار و چار  
صدولی را در یافتہ چار صدولی در یک مجلس دہ اندو ابتدائے اسلام در  
کشیر بہ برکت مقدم شریف ایشان است و امرور خانقاہ ایشان در کشیر  
موجود است"

علامہ اقبال، شاہ ہمدان کے علوم و فنون سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ ان کی ایک طویل  
نظم "جاوید نامہ" میں بعنوان "زیارت امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانی" موجود ہے۔ اس کے چند  
شعر کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے۔

سید السادات، سالار علم دست او سحر تقدیر اُم  
تا غزالی درں اللہ تو گرفت ذکر و فکر از دوران اُد گرفت  
مرحبہ آں کشور سیرت نیکیر میر و دوستش و سلاطین را مشیر  
آفرید آں مرد ایران صغیر بانہر آئے غریب و دلہند  
یک بنگاہ او کشاید حد گہ  
خیر و حیرش را بدل دایہ پدہ

ہمارے بزرگ دست مرحوم مولانا سید محمد ہمدانی کشمیری نے "عودۃ الطوبی" کا  
عربی متن مع اردو ترجمہ "عودۃ الودق" کے نام سے ۱۹۹۱ء میں شائع کیا۔ کتاب ۲۵۴ صفحوں  
پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مرزا کے حوالے سے کئی حدیثیں درج ہیں۔ دہلی میں صفحہ ۹۳ سے ایک  
روایت محمد کا نقل کی جاتی ہے:

"حضرت عربی خطاب روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ اگر  
تمام دریا سیاہی میں جائیں اور تمام درخت قلم بن جائیں اور تمام جن  
صاحب کرنے والے ہو جائیں، تب بھی اے نبی اکرم (صلی علیہ وسلم) آپ کے  
فضائل بیان کرنے سے قاصر رہیں گے"

دوسری کتاب میں ستر بار دروایاب احادیث عربی میں درج ہیں۔ اس کا ایک نمونہ (قصہ)  
کتاب فاسخ الحجج بخش لاہور میں موجود ہے۔ پھر ہر سال حضرت علی کے فضائل پر مشتمل ہے۔  
سید علی ہمدانی قاری میں شعر بھی کہتے تھے اور عطا علی قصے کرتے تھے۔ دہلی میں مولانا علی

درج شمایہ اعمال درج کی جاتی ہیں ۔

گر ہر مل و آل شاکست نہ بود      ہو شفاقت و رؤفت نہ بود  
گر طاعت حق جملہ بر آوردی تو      ہے سر مل بیج قبولیت نہ بود

پسند عزیز ہے کہ مل اہل کھائی      گفتہ بلاشبہ مل ، کز ہر ام  
نے راں ہر ام کہ نہ دانند مل را      من راں ہر ام کہ مل را ہر دام

فناکم و از در تو ہلم نہ روم      بخ شاد و امید دار و فرم نہ روم  
از در کہہ بگو تو کریمے برگز      نومید کے نہ رت من ام نہ روم

گریدہ منبری و تا سزل تو      و زکوز اگر سرشت باشد گل تو  
گر ہر مل نہ باشد اندر دل تو      مسکین تو دلی ہائے ہے حاصل تو

شام زکرم بر من در ویش مگر      برہاں من نصو دریش مگر  
ہر چند نیم لایق بخشایش تہ      بر من مگر برکرم غویش مگر  
(۶) **داتا گنج بخش** شیخ خدوم ابو الحسن علی جوہری غزنی میں ۱۰۰۹ھ بمطابق ۱۶۰۰ء

پیدا ہوئے۔ تیس سال کی عمر میں ۱۰۳۹ھ میں لاہور آئے اور یہیں وفات پانگے۔ ان کے حزار پر ہر  
جہرات کو لوگوں کا تانا بندھا رہا ہے۔ سالانہ عرس کی تقریبات دھوم دھام سے منائی جاتی  
ہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ نصیر الدین ہشتی اجیری نے لاہور میں داتا گنج بخش کے حزار پر  
جلہ کشی کی اور بعد فراغت ذیل کا شعر ادا فرمایا تھا ۔

شیخ بخل فیض عالم مظهر نور خدا

ناقصاں را حق کامل کا ملاں را داہنا

اس شعر نے شیخ خدوم کو داتا گنج بخش مشہور کیا۔ ”کشف المحجوب“ غالباً ان کی واحد کتاب  
موجود ہے جو پانچویں صدی کے وسط میں تالیف ہوئی۔ یہ پہلی کتاب ہے جو مشائخ صوفیہ کے  
حالات، عقائد اور مشاقت پر نہایت فصیح فارسی میں لکھی گئی ہے۔

علامہ اقبال کو شیخ خدوم سے بڑی عقیدت تھی۔ انہوں نے ”سراغ خودی“ میں شیخ خدوم

کی تعریف میں ایک نظم شامل کی۔ جنول علامہ سر در میں کاہور پر پہلا سجدہ بھڑی نے ہی کیا تھا۔  
علامہ لکھتے ہیں ۔

سید بھڑی خادم ام مرتد او کس خبرت را حرم  
بند ہائے کوہسار آسان گسخت در زمین ہند ہم سجدہ رخت  
شیخ محمد مے "مکشف الکلب" میں حضرت علی کے بارے میں قرآن مجید کی بعض آیتوں  
کو نقل کیا ہے، جو حضرت علی کی شان میں مارل ہوئی ہیں۔ مثال میں صفحہ ۲۳۰ میں یہ آیت دیکھی  
جاسکتی ہے۔ البقرہ آیت ۲۰۷۔ علامہ از ہی کتاب میں مسائل اہلبیت و رشتہ کا ایک باب "مس  
دکنہ العنہ من اہلبیت" شامل کیا گیا ہے۔ اس میں ہم، بھل کی حدیث اس طرح بیان کی  
گئی ہے۔

"حر بن الخطاب روایت کرد کہ دو سے پہ نزدیک پیغامبر احمد  
آہم۔ دے را دیدم کہ حسین پر پشت مبارک خود نشانہ بود و رشتہ احمد  
وہان خود کرت و یک سر رشتہ دست حسن و لدہ تا حسین کی را نہ۔ دوسے اور  
حسب حسین کی رفت جز او ہا۔ چوں آن بدیم، گفتیم بغم الجمل  
بجملک بسا اہا غیل اللہ "ضمیر گشت" بغم الکرا لکب ہونہ  
مختار "کتاب میں فرورق کا وہ عربی قصیدہ بھی درج کیا گیا ہے جو حج کے  
موقعہ پر امام دین الساہب کی تعریف میں کہا گیا تھا۔

(۲) حکیم سناسی (متوفی ۵۳۵ھ) مشہور صوفی اور فارسی شاعر تھے۔ اوائل

زندگی میں غزنوی دور ہمارے وابستہ رہے۔ حاج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد فرسان کے کٹر  
مقامات کی سیاحت کی اور دریشوں کے مکتوں میں گھومے۔ جے جے صولوں سے ملاقات کی  
اور ان سے محوفاات حاصل کئے۔ اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ آخر کار بادشاہوں کے دربار اور ان کی  
مدح گوئی سے کنارہ کش ہو کر گوش گیری اختیار کر لی۔ اس کے بعد ہی ان کی پر مغز موصوفانہ شاعری کا  
آغاز ہوتا ہے۔ مولانا اردکی کا مشہور شعر ہے ۔

حمار روح بود و شانی در چشم او

ا لایعہ شانی و حمار آدم

علامہ اقبال حکیم شانی کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ جب ۱۹۳۳ء میں افغانستان گئے تھے

تو شانی کے حمار پر کھائے حیدت پیش کئے تھے۔ کہتے ہیں ۔

نکھ در خاکش حکیم غزلوی از نوائے او دل مردوں قوی  
ایک لارہ جگہ کھینچے ہیں۔

سنانی کے ادب سے میں نے خواہی مذکی دورت

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں گولے لاکھ

سنانی حضرت علی کو دل و جان سے رسولؐ کے جانشین اور وہی قرار دیتے تھے۔ وہ بعد  
رسولؐ کے نصف الطہر کو تمام مخلوق میں افضل تسلیم کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔

اے سنانی جبرست ایمان مدح حیدر گم از دل و جان

آں زفضل آفت سرائے فضول آں علم دار و علم دار رسولؐ

ہم نیا را وہی وہم داد چشم و غیر از عیاض شاد

مرقصائے کہ کرد برداش ہم وہ جان مصطفیٰ جان

ہر دو یک قبضہ خردشاں دو ہر دو یک روح دکالبد شاں دو

دو روئے دو اختر و گردوں دو ہر دو جو سوانی و ہاروں

نائب مصطفیٰ ہر دو خدیو کرد ہر شرع خود مراد اہل

اے خوارج اگر در نہت شکے است

کفر و دینی نزد تو زجمل کے است

پادشاہی کا قیام ہے۔

سراسر جملہ عالم نہ شیرست دلے شیرے چو حیدر ہاکا کو

سراسر جملہ عالم نہ زہد دلے چوں قاضی خیر افساد کو

سراسر جملہ عالم نہ شہید است شہیدے چوں حسین کریم کو

حکیم سنانی نے جگہ مضمین کا تفصیلی ذکر اپنی شہرہ آفاق کتاب "حدیث سنانی" میں

کیا ہے۔ "علم کا عنوان" عرب میں دین و علم کا ہے۔ چہ ضرور راجح کہ جاتے ہیں۔

کہ شنیدیم ما نہ قول رسولؐ کہ گفت ای محب بشارت جہل

گفت عمار بس طاہرین ست قاضی لا بدانکہ ملعون ست

ایں زماں کہتہ شد چہ چارہ کنیم دل دریا درد و رنج پارہ کنیم

ہر حق و ہر حقیقہ پر حقیقہ خود و سطر ز سر حقیقہ

عمر و عاص ایں حدیث حیدر بحر از کرد و قیچ چارہ عید

گمت عین فاطست چمنی      این بحر منگھو چراست چمنی  
 جس کہ صد سال را کرب آرد      پیش کے زور و کشتہ نگارہ  
 یہی عین بہت کامل ملا      نیست جائے طاست و گنارہ  
 جملہ راضی شدہ ملحدہ  
 روٹی کار خود ہر آں دینہ

(حدیث سنائی ص ۱۷۱)

۸۔ **شاہ بولسی قلندر** شاہ صاحب کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ ان کا انتقال ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۳ء) میں ہوا تھا۔ وہ سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں تھے۔ علامہ اقبال بریلی کی تعلیمات سے کافی متاثر ہوئے تھے۔ جو شاہ صاحب آل عمر سے وابستہ محبت رکھتے تھے۔ چند شعر درج کیے جاتے ہیں۔

حیدریم      تقدیم      مستم      بندہ      مرتضیٰ      علی      ہستم  
 پادشاہ      تمام      رعناہم      سبک      دربار      شیر      یزدانم  
 کر عین را تو غیر حق دانی  
 کافری و نجوس و نصرانی

بہر دلی کند از دنیا عین      آں عین شد والد ملک کائنات  
 آں دلی مصلحتی شیر خدا      آں عین زوج حق پادشاہ  
 زال دنیا راجاں زوہشت پا      ۲ بیابان و کلاہ ادا  
 بہر دنیا آں برہہ ناظف      دین خود کردہ برائے ہر تکلف  
 زال دنیا چوں در آمد در کلاہ      کرد برخود خون آں سید مباح  
 اے خدائے من بجز مصلحتی      از خلیل حسب آل ما  
 روز مقرر ہمارا آل رسول

از خلیل مقلدوں مکرر قبول

(۹) **میر خسرو** عظیم قاری شاعر اور خطیب القدر عالم اور صوفی کامل تھے۔

پیدائش ۱۶۵۱ء (۱۱۹۳ء) میں ہوئی۔ ان کی اکرامت گاہ بریلی تھی۔ سلاطین وقت خسرو کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مشہور بزرگ صوفی حضرت نظام الملک نے اولیاء کے عقیدت مندوں میں سرلہرت میں سانی سے سلوک، بلخیت، دیارِ شریعت اور دہلی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ عمر بھر شادی

میں کی دوران کے زیادہ تر اوقات عبادت میں گزرتے تھے۔ ۷۴۵ء (۱۳۰۳ء) میں انتقال کیا اور اپنے مرشد کے پہلو میں ہیام دہلی دفن ہوئے۔ خسرو کے کئی ایمان اور مکمل غمے مخطوطات کی صورت میں ہاتھوں میں موجود تھے۔ خسرو کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض نسخے بہت پرانے اور بیش بہا ہیں۔ خسرو کے متعدد حالات ڈاکٹر وحید مرزا سابق صدر شعبہ عربی کتب و نسخہ کی کتاب "امیر خسرو" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ خسرو حضرت علی کے زبردست پرستاروں اور عقیدت مندوں میں تھے۔ علی کی سبقت میں ایک نظم درج کی جاتی ہے۔

امیر المؤمنین	راہی	پرستم	امام	المتقین	راہی	پرستم
نبی بنی	علی	گفتہ	است	جبریل	امام	ابن جنس
وہی	و	ایمان	م	و	پار	امام
علی	والی	ششیر	دوبکر	امام	الامیرین	راہی
دلا	در	حق	آں	شہ	و	مگرداں
کدام	است	چوں	علی	بر	کند	خیر
علی	را	منبت	با	گفت	بزاں	امام
مراشت	است	بر	نواد	خیزد	امام	العارفین

تو خسرو مذہب و ایمان خود را

نام را پیش راہی پرستم

(۱۰) خواجہ فرید الدین گیلانی عطار جو صوفی شاعروں میں بہت اونچا

مقام رکھتے ہیں نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ وہ چھٹی صدی ہجری کے وسط یعنی خراساں کے سلجوقیوں کے آخری دور میں پیدا ہو چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سو سال سے زائد عمر پائی تھی۔

عطار کا تخلص ۱۸۷۲ء میں مطلع ذکر رکھنے سے شائع ہوا تھا۔ اس کا ایک اچھا اور مکمل نسخہ کتب خانہ قتل نعمانی (نورہ) لکھنؤ میں موجود ہے۔ اس میں متعدد مشوہاں ہیں۔ سب سے طویل مشوہ "جہاں اللہ ات" ہے۔ اس میں لائے کائنات کے فضائل قرآن اور احادیث کی روشنی میں درج ہیں۔ علاوہ ازیں مشوہ مطہر النجاشی، ماسرار نامہ، لیلی نامہ، صیغہ نامہ، منطق الطیر اور تذکرۃ اولیاء عطار کی مشہور تصانیف ہیں۔ عطار مولائے کائنات حضرت علی کے انتہائی عقیدہ مندوں میں تھے۔ انہوں نے علی کے فضائل میں ایک مشوہ مطہر النجاشی کے نام سے لکھی۔ اس کے جرم

محمود علی لکھنوی نے قتل کے مجرموں کو اکثر رضا لکھنوی کی کتاب "تاریخ و حیات ایران" میں لکھتے ہیں،  
 از سوانح حیات شیخ مظفر آنکہ ظاہر بادہ ادا از عمر مجرم تالیف شہسوار  
 "مستطیر المہاجر" کہ در این حضرت علی و اقرارہ راجہ کردہ بود افتاد۔ کہ از  
 فقہا اور اراستہ شہسوار و مخیر کردہ مراد مراد و صاحب را بشور اند۔ چنانکہ  
 باقی ظاہر و قلا

مظفر کے قتل کا واقعہ ۱۲۶۷ ہجری میں رونما ہوا۔

ذیل میں "مستطیر المہاجر" سے چند شعر و رباعی کے چائے ہیں۔

"در محبت شاہ اولیاء علی علیہ السلام"

وہی اگر خواہی سخن را را حکو	پاش تابع بر امام را حکو
شہسوار تو کشف شیر خدا	اور خدا دانی جہاں را رہنا
آں امے کو سخن اسرار گفت	گفت با حضور وہم با دار گفت
حقیقی سر خدا با او بگفت	از حقائق ذوق کے او نہشت
حقیقی اسرار حق از دے حضرت	ہم از و بطنہ وہم با او بگفت
سز اسرار خدائی کو خود	نور انوار عطائے کو خود
سر اسرار حق وہاں کہ دوست	خود بدانتے کہ آخر ہم خود دوست
حق نہ خواہی دید الا باطن	دہم کل جہالت آں ولی
ہار گویم سز اسرار حق تمام	گر تو ہستی و قلب سز کلام
نے خدا گفت است با لعل حق؟	نے خدا گفت است با او افتخار
نہ خدا گفت است بلخ نہ کلام؟	گر بدانی علم تو کردہ تمام
گفت با آدم خدا کہ برینگر	مکرم و در عالم ہاں تو سر
حیدر گزار مکرم را خود	زہاں سبب در ملک حق کو نہ مرد
ایں سخن را ہے وہاں مظہر گفت	و اسی چہی در پیش مظہر گفت
حقیقی طبع رسل شد در جہاں	مرتضیٰ قسم ولایت در جہاں
جلہ فرزندان حیدر ز دلایا	جلہ یک نور حق کردہ اسی جا

پاک و معصوم و مطہر چوں نبی

ہی سخن مائی نہ مانع ہر معنی



### ”در امامت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ“

امام سے کہ یقین ہو کہ  
 امام سے کہ یقین ہو ہر دو عالم  
 امام سے کہ ہے کلمہ امام سے  
 امام سے کہ حقیقت حق کلمہ  
 امام سے کہ قول مصطفیٰ امی  
 امام سے کہ ہر امر ہر بار دہاں تو  
 امام سے کہ دامن دامن  
 امام سے کہ وہ دین حقیقت  
 جہاں حق حقیقت مرتضائی است  
 کہ وہ دین حق مصطفائی است

د شرق تاج مغرب کہ امام است

علی و آل کو ہر عالم است

دلیل حق چہ شہر مطہر کی شہر الہی نامہ سے درج کیے جاتے ہیں ۔

### ”مناقب امیر المؤمنین علی“

د شرق تاج مغرب کہ امام است  
 کہ لو امی جہاں دین مصطفیٰ  
 چہ وہ سر عطا اظہار اوراست  
 سر قمر علی ہر دو قمر ہر دو خورشید  
 زرا کہ حیر ہاں ہر دو عالم است  
 دین مصطفیٰ اسے نور وہ دین  
 علی ہر ہاں ہاں ہاں ایک نور  
 چہاں وہ سر دامن باب آدم  
 اگر خالص شہر حسن امام است  
 کہ لو کشف عطا دین دین  
 اگر طبع شدہ ہر سے ہر سے  
 امیر المؤمنین چہرہ تمام است  
 کہ لو جہاں جہاں دین مصطفیٰ  
 ہر ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں  
 دین مصطفیٰ اسے نور وہ دین  
 علی ہر ہاں ہاں ہاں ایک نور  
 چہاں وہ سر دامن باب آدم  
 اگر خالص شہر حسن امام است  
 کہ لو کشف عطا دین دین  
 اگر طبع شدہ ہر سے ہر سے

ایک جگہ دہائی کرتے ہیں ۔

ہر کہ در عشق علی بنکد درست  
دانشی دام بر آرد از غفلت

(۱۱) **شعری** ان کا نام شمس الدین بن علی بن ملک دہلوی تھا۔ وہ اپنے زمانے کے ایسے مامور، درویش اور مجذوب تھے۔ ان کا یہ شرف کیا کہ ہے کہ وہ مولانا رومی کے روحانی پیشوا در سرشد تھے۔ رومی نے اپنا کلام ان ہی کے نام منسوب کیا تھا۔ مشہور ہے کہ شمس تبریزی نے بھل ایسی دل کی باتیں بیان کی تھیں کہ جن سے لوگ خفا ہو گئے اور عوام سے شرفی کر کے انہیں ۶۳۵ ہجری میں قتل کر ڈالا۔ معلوم نہیں کہ وہ کون سا "زار و دوز" بجز دلائے علی ہو سکتا تھا جو ان کے قتل کا باعث ہو سکتا تھا۔

راجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں ایک بہت پرانا اور غیر مطبوعہ مخطوطہ موجود ہے۔ اس کا نام "کتاب المناقب" ہے۔ اس میں مشہور معروف صوفی شعراء کا وہ کلام مخطوط ہے جو آں محمد کی شان میں ہے۔ ایک طویل نظم بعنوان "از گفتار شمس تبریزی در منقبت" (صفحہ ۳۶ و بعد) ۲۵ بند میں درج ہے۔ ابتداء کے بندوں میں پیغمبر آدم، نوح، یونس، ابراہیم، سلیمان، یوسف، یعقوب، موسیٰ اور عیسیٰ کی ان مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے جو علی کا نام لینے سے اُڑا ہو گئی تھیں۔ خوف طوائف ان بندوں سے قطع نظر کر کے دلی میں چند بند نقل کیے جاتے ہیں۔

لہاں۔ بادسلان حق بود بار	بہ دور علی شد علی آچار
علی را نیل داند کردگار	مجموعہ کج تا شری رستگار
علی علی	علی علی
علی علی	علی علی
ہرپ آمد کافران حسین	فلکے دستان احمد چہ کیس
کشادہ بر مظهر دین کیس	خبر دریں لحظہ کی گفت ایں
علی علی	علی علی
علی علی	علی علی
کچے شب بہ صراخ شد حسرت	بے رازا گفت با خود خدا
نیل گفت آں لحظہ اکبریا	خدا توئی با خبر اولیا
علی علی	علی علی
علی علی	علی علی



ایک سحری تو نیکو اعتقادے      ذ صدق اعتقاد خلائق پر خود  
اگر چہ درج گویا نہ بسیار      بطبع دوستیں درج تو خوشتر  
از اس کلمہ کہ ۲ حلقاں بداند      کہ سحری رہی سعادت زیست ہے یہ  
چہ سر پہنچے پُرب دلدار  
عروس خاطر مچھتہ زید

(۱۳) حافظ شیرازی ایران کے محبوب ترین غزل گو شاعر ہیں۔ ان کا نام محض  
لذیق مرعاطہ ہے۔ وہ "سنان لعیب" کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ چونکہ قرآن مجید اور کیا  
تھا، اس لئے مرعاطہ نکھس کرتے تھے۔ مرعاطہ ۷۷۲۶ (۱۳۲۹ء) میں پیدا ہوئے اور ۷۹۲ھ  
(۱۳۸۹ء) میں انتقال کیا۔ اپنی تفریح کا وہ "مصلیٰ" میں دہن ہیں۔ "حاکم مصلیٰ" سے تاریخ لکھی  
ہے۔ راجہ صاحب مذکور کے کتب خانہ میں "دیوان حافظ" کے متعدد قلمی نسخے محفوظ ہیں۔ ان پر گل  
احد ام کے دیباچے شامل ہیں۔ سولہ پشتی سوانی شہر، حجم جلد دوم (مذکورہ مرعاطہ) میں لکھیے ہیں۔

"لوگ مرعاطہ کے بے نیکی اشعار اور تفریق کئی کا جگہ جگہ مذاق اڑایا کرتے  
تھے۔ ایک دن وہ سے ریادہ و نجیدہ ہوئے اور بابا کوئی کے حرار پر جا کر  
پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ان کو  
تفریق کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چاہے تجھ پر تم طوم کے دوروارے مکمل  
کئے۔ نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں۔ صبح  
کو اٹھے تو اپنی دو شہرہ آفاق غزل نکھس کر کا مٹھ ہے ۔

دوش از وقت عمر از قصہ نہا تم داور

دندراس خلعت شب آب حیاتم داور

پھر کیا تھا؟ آپ کی سرور دینی طبع اور لطافت سخن کے چرچے پھیل گئے۔

دیوان مرعاطہ اتنا پاک و پاکیزہ ہے کہ اہل شعر اس سے قائل بھی دیکھتے ہیں۔ ان میں سلاطین بھی  
شامل ہیں۔ کتب خانہ شیخی سولی لکھنؤ میں دیوان مرعاطہ کا ایک مطبوعہ نسخہ بر نمبر ۳۲۶ مطبع مجیدی کا پتہ  
۱۷۰۰ء موجود ہے۔ اس کے مصلیٰ ۳۳۳۳۳۳ میں حضرت علی کی منقبت میں ۳۳ شعر کا ایک قصیدہ ہے۔ یہ  
مطبوعہ "کتاب التائب" نمبر "دوسرے ضمیمہ" میں بھی موجود ہے۔ بذیل میں چند شعر درج کئے جاتے ہیں

علی امام و علی امین و علی ایماں      علی امین و علی سرور و علی سردار  
علی عظیم و علی عالم و علی علم      علی حکیم و علی حاکم و علی گلزار

علی نصیر و علی ناصر و علی منصور      علی مقفر و قلاب علی سرور  
 علی مرید و علی عزت و علی افضل      علی لیلیہ و علی انور و علی انوار  
 علی مستفتح توحید علی مستراحت و روح      علی مستفاض و افضل علی سرور  
 علی سلیم و علی سالم و علی سسم      علی حسیم حضور و علی قاسم  
 علی فہیم و علی عام و علی مہم  
 علی یونس و علی کامل

وہاں حادثہ سے ایک روایت بھی درج کی جاتی ہے ۔

مردے رکندہ در خیر پر      امیر اکرم روحانہ قصیر پر  
 گر کشتہ فیض رجبے اے حادثہ      سر چہرے آن زحاتی کوڑ پر  
 (۱۴) **سورة عبد الرحمن جامی** (م-۸۹۸) پانی کے حالات

آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ وہ نویں صدی ہجری کے سب سے بڑے ادیب، شاعر اور ایران  
 کے آخری بڑے صوفی شاعر ہیں جن کا نام نور کی، سعدی، مولانا روم، حافظ، جیام اور فردوسی کے ساتھ  
 لیا جاسکتا ہے۔ پانی کثیر تصنیفوں کا ایک بڑا مجموعہ ہیں۔ راجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں  
 میری نظر سے پانی کی بہت پرانی نسخہ نویاب تھی کہنا میں با تصور گزری ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ  
 پانی کے بعد نہروٹ اور جدت رکھنے والے بڑے شاعر سرزمین ایران میں پیدا نہیں ہوئے۔ انہوں  
 نے نہ صرف شاعری کی ہے بلکہ وہ نئی علوم اور ادب و تاریخ میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔

پانی نے دیگر صوفی شاعروں کی طرح اپنی تصانیف میں حضرت علی کے بارے میں اہم  
 واقعات اور احادیث نقل کی ہیں۔ علی کی ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے

"میں ہوں آدم اول میں ہوں نور اول، میں ہوں امیر اکرم ظہیر جو کہ

آگ میں الا گیا میں ہوں موس کا موس اور عم گماں"

حدیث یہ ہے "آدَمُ الْاَوَّلُ. اَنَسَاوُخُ الْاَوَّلُ. اَنَا اَبْرَاهِیْمُ

الْخَلِیْلُ" مراد انہیں میں حدیث کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے ۔

"حق بہا۔ تعالیٰ نے بہشت اور دوزخ کے بعد چھ لاکھ سال کے عرصے

میں آدم صغی کی پیدائش سے پہلے دس ہزار آدم پیدا کئے اور ہر ایک آدم کو

دس ہزار سال عمر عطا کی ہوئی اور پھر اس کو موت دی۔ اور ان کے بعد پھر

ان کی طرح دس ہزار آدم پیدا کئے اور ہر ایک آدم کو پچاس ہزار سال کی عمر عطا کی

سال کی عمر عطا فرمائی۔ اور پہلے اول و دوم آدموں کے بعد آدم صلی کو خلق  
فرمایا۔ اس خطاب پر آدم کے راسے جس ایک نوح ہوا۔ پس نوح اول اس  
معنی میں صادق آیا۔ ملا جانی فرماتے ہیں۔

عام لعلی و یمنی خود از روئے یمنی      راست تو مقصود ایجاد دو عالم آدم  
بود بر آدم مقدم صحبت اندر از      نام سبقت کردہ بر عوا و آدم آدم  
آدم اول توئی مگر راست می پس ز من      گرچہ آدم اورہ صورت مقدم آدم  
صدقی و معنی راوری معنی خطاب پوزناب  
شاید اسے آواز ہر اصحاب ہم آدم

ملا جانی نے "تختہ الاحراز" میں حضرت علی کی نماز کا ایک واقعہ پیش کیا جس میں ان کے  
بچے سے تیر نکالا گیا، اور ان کو خبر تک نہ ہوئی تھی۔ یعنی بیگ احد میں علی کے پاسے مبارک میں تیر  
پیوست ہو گیا تھا۔ اس کی پہچان اس طرح گزشتی کہ نکالا خست مشکل ہو گیا تھا۔ آخر کار جناب رسول  
خدا نے فرمایا کہ جب علی ابن ابی طالب غار میں کھڑے ہوں تو تیر زنجور سے پکڑ کر نکال  
لیں۔ الغرض جب نماز کی حالت میں تیر نکالا گیا تو تمام صلی خون سے بھر گیا، ماور علی کو ذرا بھی خبر نہ  
ہوئی۔

بانی کہتے ہیں ۔

شیر خدا ، شاہ ولایت علی	صغیرے شرک علی و جلی
روز احد چوں صبہا گرفت	چو طالب بہ تنش جا گرفت
چو پیکار ہوئی نہ نہبت	مدد کی راحت دہی او غفلت
روئے عبادت سوئے عراب کرد	پشت بدو سر اصحاب کرد
غیر الناس چو بدو اخص	چاک تن چوں نفس اندو اخص
فرخ نمودن غنچہ زکار کوں	آہ نازاں گلبن اصحاب بدوں
گل گل خوش بہ سلا چاکہ	گفت چو قاری ز ناز آں بدہ
کیں بد گل چوست نہ پائے من	ساختہ گزارد نخلتے من
صورت حائل چو نمودہ باز	گفت کہ سوگند بہ دانائے راز
کز الم دلم نہ دلم خبر	گرچہ زمین نیست خبر داد تر
خاڑ من صدر نشیں شد چہ پاک	گر شود تن چو نفس پاک پاک

جائی ہو آلائش حق پاک شر

ہر قدم پاک دھواں خاک شر

دیوان ہای کے ایک قلمی نسخے میں حضرت علی کی منقبت میں کی قصیدے ہیں۔ مخطوط

کتاب المصاب میں بھی متعدد ماقب ہیں۔ ایک منقبت کے چند شعر درج کئے جاتے ہیں۔ ان میں قرآنی تمثیلات بھی ہیں۔

علی شاہ جہد الما کھرا زہرِ حئی شد شیرا ڈیرا

زمین آہاں، عرش دگری پہ نکست علی داں علی کل مہنی ڈیرا

زقوہست روشن مہر و کوب قوی مہر عالم سراہا شیرا

علی اولیا را دلیل حق آمد علی انبیاء را دلیلا نصیرا

علی ایمن عم محمد رسول است چہ سوئی ائی گفت ہاروں و ذرا

چہ بدخود اولاد جہد خدا گفت کہ چہ شو صبرا و علی صبرا

ز قوہست پوشیدہ احوال جاتی

کہ ہستی پہ سنی نیسا بصیرا

(۱۵) **شاہ نصرت اللہ**: شاہ نصرت اللہ ولی ہرات کے قصبہ کہسان میں پیدا

ہوئے۔ سال پیدائش ۷۳۱ ہجری ہے۔ ان کا شمار اعلیٰ ترین صوفیوں میں ہوتا ہے۔ صاحب کشف و

کرامات تھے۔ ان کی خوشگوناں مشہور تھیں۔ ان کا انتقال ۸۳۲ھ میں کرمان میں ہوا۔ "مارتب

اسرار و جود" نامہ فارسی ہے۔

شاہ نصرت اللہ حضرت علی کی بیوی پشت سے اپنے کثیر ارادہ سے تھے۔ دین شاہ نصرت

اللہ ولی (مرتضیٰ اسماعیل شابرودی چاہ ایران) کے صفحہ ۵۷۳ میں ۱۱۳۳ھ کی اشعار کی ایک نظم ہے جس

میں شاہ صاحب نے اپنا شعر نظم کیا ہے۔ چند شعر یہ ہیں۔

نعت اہم و د آل رسول محرم ماکان ربانی

پدر او علی و ایمن حسین آں کہ زمین انبار می غرائی

پار امام حق حسین شہید نور چشم علی عربانی

آں دین رسولی ہار خدایہ والی منکب سلطانی

آں کہ ہاشم و محمد و علی کوری عاری و مردانی

نور دہم جہن رسول خداست آذر است بخت پنهانی

ہر کے مائے مجھ  
 ہر کے مائے مجھ  
 شاد صاحب فرمے کہتے تھے ۔  
 یادگار عمر است و خلق  
 نعمت اللہ کہ ہر مسلمان است

شاد نعمت اللہ کے حالات بہت کم دستیاب ہیں۔ عرب و ایران اسامی شاعر و دی صنف ۹  
 میں لکھتے ہیں کہ:

”شاد نعمت اللہ سیدی بردار اہل طلب۔ فقاہوں و دروہ و مرادمان کرمان  
 ی ریست۔ شہرت کرمانی یافت۔ در جزائی بیشتر و عراقی ریست۔  
 در سوسہ و چار ساگی بر پارت مکہ رفت۔ در آسماخت سالی بسر برد۔ و  
 از حامی سرید ان شیخ عبداللہ یافعی گشت۔ یک چند ہم در سر قند  
 طبع، ہرات، ہمد و یزد ریست و سوسہ و پنج سال پادان عمرادر کرمان و  
 خوافی آں بسر آورد۔ در قسنی اور خود پادامیر نیور و پسرش شابرغ معاصر  
 بود۔ مراد شابرغ معاصر بود۔ مراد شابرغ و چھکس سلاطین بکشی دکن رادر  
 حق وے افتاد کی تمام بود۔

شاد نعمت اللہ علاوہ ہر کسب علوم کی بر پاخت و کماہوت ہم توجہ تمام  
 داشت۔ مگر مملکت حبش و چہا ہر آورد۔“

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شاد صاحب شید تھے۔ اسی بارے میں، میں ان سے متفق نہیں  
 ہوں۔ ان کے دیوان سے ثابت ہے کہ وہ شافعی اور حنفی مسلک سے وابستہ تھے۔ چند شعر لکھ رہے  
 ہر دکن چہ کیش داری اے بے خیراں! چہ کیش دارم  
 ” شافعی و ابو حنیفہ آئینہ خورشید و خورشید دارم  
 ایٹان ہر طریق چہ نہ من مذہب ہر خورشید دارم  
 ” علم بہت و ولایت  
 لا جملہ کمال خورشید دارم

شاد صاحب ”نعت اللہ“ اور ”سید“ کے کلموں سے لکھتے تھے۔ ان کے دیوان میں حضرت  
 علی اور اہلبیت کی شان میں بے شمار اشعار ملتے ہیں۔ ان میں مناقب، ترجیح، بندہ نور متحد شعر ہیں



جن سے تو رسول کی محبت برہم ہے۔ دلی میں "ترجیحات" سے محمد کا دوبند درج کئے جاتے ہیں  
 نور چشم مانعش غلام حق سرمنشی محرم راز رسول و ابن عم مصطفیٰ  
 مگر ہر دریائے عرفان محرم و گناہ جود رہنمون رہبروان و پیشوئے امتیاز  
 ہادی کربلا اور مہدی ہو یہی شود شاہ ارگوہ اور اہل حق نور ہدی  
 اور ولایت اور ولایت یافتہ ہر کوئی است رسول شکر ابن است اقتدار اویہ  
 جیت ممکن ہرگز رہا حق یک موعظ پارسیکن شو چہ ۱۰ و تابع آل مہا  
 دوست و خاندان باش و محبت اہلبیت تابع دین محمد باش اور بہر خدا  
 اور محبت آفتابے بر دل ۱۰ تا ۱۰ یی نمایا نور او آیت گیتی نما  
 غس خیر المرسلین است آں ولی کردگار

لائی الا علی لاسیف الادوالفقار

مسند ملک ولایت و حقیقت آں دوست در حرم مصطفیٰ روح القدس در بیان دوست  
 حق حقی مصطفیٰ اور مودہ در قرآن تمام ہفت یکل ہر کہ خواہ آیتہ در شاں دوست  
 حاکمست اور ولایت اولیٰ اور امر یہ شاہ عالم حراش ہر کوئی سلطان دوست  
 یافتہ قسم ولایت اور خدا و مصطفیٰ ہر چہ مست از جبر کل پیستہ در فرماں دوست  
 روح عظیم جان عالم عقل کی از جاں دور در امانت ابن امام اش و جاں جانان دوست  
 مگر چہ عالم از عطائے نعمت اللہ مصنف نعمت اللہ معنی شاکست از احسان دوست  
 غس خیر المرسلین است آں ولی کردگار

لائی الا علی لاسیف الادوالفقار

دائز اقبال کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ انہیں شاہ نعمت اللہ کی ایک معرکہ آرا  
 نظم "حالات دورگار" بہت پسند تھی۔ وہ نظم بر نظر دیوان (صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱) میں موجود ہے۔ اس  
 میں یہ وطن گوئی کی گئی ہے کہ قہور امام مہدی سے پہلے خراسان، مصر، شام، ترک، تاتار و ہند وغیرہ  
 میں کشت و غارتگری کا بار بار گرم ہوگا۔ اس کے بعد نائب امام مہدی آشکار ہو جائے گا۔ پھر امام  
 مہدی "خراز ماں کا ظہور ہوگا۔ ظہور کے بعد امن و امان اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا۔ شیر  
 اور بکری یک گھاٹ پالی نہیں گئے۔ چند شعر یہ ہیں۔

قد رست کردگار می ہم حاجب روزگار می ہم  
 در خراسان و مصر و شام و عراق قند و کدورار می ہم

غلت ہم خالان دیار      ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲  
 مارت و گل و لعل بیار      در میان و کنار ی چشم  
 ترک و تاجیک ما ہم دیگر      کسی و گیردہ ی چشم  
 کمرہ قدیم و طبع در ہا      در صفا و کبار ی چشم  
 حال بہرہ خراب ی با ہم      جو ترک و تار ی چشم  
 عجب ہدیہ آثار شد  
 بلکہ مں آثار ی چشم

بہرہ او خود نام خواہ بود      کہ جہاں را ہمار ی چشم  
 ہم و حاکم و مال ی خزانہ      نام او ہمار ی چشم  
 صورت و سیرت چہ چہیز      علم و مجلس شہار ی چشم  
 دین و دنیا از او شود معیور      خلق در او اختیار ی چشم  
 ی و بیضا کہ باد پائندہ      باز با دوالتار ی چشم  
 مہدی وقت و عینی دوراں      ہر دو را شہسوار ی چشم  
 حامیان از تمام موصوم      جہاں و شہسار ی چشم  
 دشت شرع و روش اسطہم      ہر کجے ما دیوار ی چشم  
 گرگ ہاش و شیر با آدم      در چہا سر فراز ی چشم  
 نعمت اللہ بقصد ہر کجے

لا ہر ہر کجے ی چشم

شاہ نعمت اللہ ولی بھی دیگر ملایے متصوفین کی طرح حضرت علی کو بہرہ رسوں تمام لوگوں سے  
 بہترین انسان سمجھتے تھے۔ وہ علی کو اپنے مقابلہ کی ذمہ داری پر بحر علوم کے شہادہ عالم قرآن، جانشین  
 رسول، ناصر دین اسلام، شاہ لائق، قائم خیر و دیگر فرات افس رسول، حال علم غنی، اولین و  
 آخرین اور آفتاب کو بظاہر پر لوہے والے قرار دیتے ہیں۔ دلیل کے شعرا قابل ذکر ہیں

امیر المؤمنین علیہ السلام

آن امیر المؤمنین یعنی علی      و آن امام المتحسین یعنی علی  
 آفتاب آسمان      نور رب العالمین یعنی علی  
 شاہ مرداں بادشاہ ملک و دین      سرور خدیوین یعنی علی

نام او روح الامس از بهر نام  
 مگر اسمی باشد مصوم پاک  
 مگر محمد بود ختم انبیاء  
 استانت خواهد از درگاه او  
 ساقی کوثر امام انس و جان  
 حق و نصرت داشت در روز قضا  
 یمن اول دیده ام در یمن او  
 پیشانی مگر گزنی اسم حزین  
 خورن اسرار اسماء الله  
 بود با هر نبوت روز و شب  
 دین و دنیا روئے دارد که هست  
 این فصاحت بشنو از من یاد دار  
 نام دارم بر شفیع اولیاء  
 صورتش در طافهای خراسان هست  
 دست برده از عینا برور  
 معنی علم لذیذ به خلاف  
 نعمت الله خوش بختی خوشش  
 ی ی فیه بر جیمی یعنی علی  
 ی طلب شای چینی یعنی علی  
 هست بر خاتم همی یعنی علی  
 نعمت روح الامس یعنی علی  
 مصطفی راهبانی یعنی علی  
 بریده و بر یمن یعنی علی  
 نور چشم خردم یعنی علی  
 این چینی شایه گزین یعنی علی  
 نفس خیر الرحمن یعنی علی  
 راز دار و هم قریب یعنی علی  
 کار ساز آن و این یعنی علی  
 دعای گو بهیمن یعنی علی  
 ز آن ولی نازنین یعنی علی  
 معشیت در یاد من یعنی علی  
 مجزه در آتش یعنی علی  
 عالم علم مبین یعنی علی  
 دلتوار خوش بختی یعنی علی

در - ولایت اولین اولیا

اولین و آخرین یعنی علی

### سرور اولیاء علی ولی

جام گیتی تا علی ولی  
 در ولایت ولی والا قدر  
 این هم رسول و داداش  
 پستان و سه جان گداز  
 محزون نجف کز اوست  
 حضرت مصطفی رسول خداست  
 معنی انبیاء علی ولی  
 سرور اولیاء علی ولی  
 هست سر خدا علی ولی  
 ملک دهر علی ولی  
 محرم کبریا علی ولی  
 خدسدا مرتضی علی ولی

ہر کہ در عشق او شود کشتہ دہش خون بہا علی دلی  
کے گہرا از دہش شود مردم چوں بود پادشا علی دلی  
ہر کے را امام و راہبرست رہبر جان ما علی دلی  
گر نہی سرچائے فرزندش دہیرو ترا علی دلی  
در چشم محققان جہاں دہد ہے عطا علی دلی  
نہ نہ باشد ر خورشید و یگا۔ مگر بود آشیاء علی دلی  
سں قلب از نری محض ہو کدش کیسا علی دلی

نعت اعلیٰ فقیر حضرت دوست

شہد تک علی علی دلی

(۱۶) **موردا صاحب** (م ۸۰۰ ہجری)۔ ان کا شمار بزرگان علم و ادب میں ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کا راولپنڈی تہذیب تھا۔ لیکن اصہبان میں پرورش چڑھے۔ قیام کامل کے زمانے میں حضرت علی خان صاحب پر مہربان تھے۔ اور انہی کی توجہ سے شاہجہاں بادشاہ دہلی کے دربار میں رسائی حاصل کر کے ملک اشتراء کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں شاہ عباس ایران کے دربار کے ملک اشتراء ہوئے تھے۔ صاحب دربار گوئی میں صاحب کمال تھے۔ راجہ صاحب محمود آباد لکھنؤ کے کتب خانے میں صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ضخیم دیوان موجود ہے۔ اس کا وزن گیارہ پونڈ ہے۔ اس کی ابتدا میں ذکر تہذیبی ہے تصدیق کی ہے کہ پورا دیوان صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

ظاہر اقبال صاحب کے اشعار کی تفصیل لکھتے تھے اور ان کی استاد کی معترف تھے۔ ہاتھ درامیں ایک نظم بعنوان "تفصیل بر شعر صاحب" موجود ہے۔ اس کا آخری شعر یہ ہے۔  
ہاں بہتر کہ لعل در میاں جلوہ گر باشد نثار دہکائے شرباب من حری  
کہاں اقبال آتوئے ہلا آشیاء اپنا نوا اس بارغ میں بلبل کر ہے سامان رسوائی  
ذیل میں صاحب کے چند شعروں کے کئے جاتے ہیں جنہوں نے آل رسوائی شان میں کہے ہیں۔

بہترین خلق بود از بہترین اہلباء ابن م صلیق داماد خیر المرسلین  
چوں لباس کعبہ را تمام بت سجود است جز تو برقص دگر نام امیر المرسلین

ذیل کا شعر نام سہدی آواز ہاں کی شان میں لکھا ہو۔

بادور زہر تھیں آورا جہاں چوں آفتاب

چاشود نور علیہ صاحب کا مژ آفتاب

(۱۷) **فالب**۔ اردو شعراء میں ڈاکٹر قبال مرزا غالب کو سب سے افضل و برتر شاعر تسلیم کرتے تھے۔ انہوں نے غالب پر ایک شعر کو اردو نظم کھسی جو نغزوں کا اور ہایت شعر ۱۹۰۱ء میں طبع طبع سے آراستہ ہوئی تھی۔ پرچہ اس وقت میرے پاس موجود ہے۔ یہاں ایک بندہ پیش کیا جاتا ہے۔

مگر انسان پر تری ہستی سے پرورشن ہوا ہے پر سر ہا تحلیل کی رسائی چکا  
تھا سر ہا روح تو ہم سخن دیکر تیرا رہب تحلیل بھی رہا تحلیل سے پرہا بھی رہا  
وہ تیری آنکھ کو اس حسن کی منکور ہے  
میں کے سرور زندگی برتنے میں مستور ہے

شیخ عبدالقادر دایہ نغزوں "جامک در" کے بیاہے میں لکھتے ہیں  
"غالب اور قبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اثر میں شاخ کا قائل  
ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ غالب کو اردو اور فارسی شاعری سے  
جو عشق تھا۔ اس نے ان کی روح کو عدم میں جا کر بھیجی تھی۔ لینے دیا اور  
بجور کیا کہ وہ پھر کسی جسد خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے جہن کے  
آبادی کرے مگر اس نے بظاہر کے ایک گوشے میں جیسے یہ لکھتے کہتے  
ہیں۔ وہ روح ہم لیا اور محمد قبال نام پایا"

غالب حضرت علی کے دروہ دست شیدا کی تھے۔ وہ فر سے کہتے تھے۔

غالب نام آدم نام نام نام نام نام  
ہم اسم اللہ ہم اسم اللہ ہم اسم اللہ

اردو میں کہتے ہیں۔

غالب بہبودت سے آتی ہے بونے دست مشغول حق ہون بندگی بوزنہ میں  
کل کے لئے کر آج نہ دست شراب میں  
یہ سائے سخن ہے سالی کوڑ کے باب میں

غالب حضرت علی کے دیوانے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میرا نسی نے اس موقع پر  
ذیل کی ربائی کہی جو میرے پاس بخط انہیں موجود ہے۔

مگر ار جہاں سے بارغ جنت میں گئے مرحوم ہوئے جوار رحمت میں گئے  
مذاح علی کا مرجہ اٹلا ہے غالب اسد اللہ کی خدمت میں گئے

ذیل میں چند شعر غالب کے "مقل کی شان و ادب" کے سلسلے میں ترجمہ کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

۱ کلم از نئی رو در یزات    بہ کلم جلوز آفتاب  
توجہ نئی کی طرف نہ کر کے میں مقل کو دیکھتا ہوں اور اس چاند میں سورج کا نور دیکھتا ہوں  
۲ زین داں ضلیم بہ حیدر    ر کرم بح آب خضر  
مقل کی طرف سے جو ظالم روح بھرا آتا ہے وہ مجھے حیدر (مقل سے ملتا ہے) جس طرح  
سمندر کے پانی سے نہر کا پانی زیادہ خوشگوار ہوتا ہے۔

۳ نئی را پریم - بیابان او    خدا را پرستم بہ ایمان او  
مقل کا عہد نیا سے ہے اور میرا عہد مقل سے اس لئے نئی سے میرا عہد ہوا تو میں خدا کو بھی  
یوں ماننا ہوں کہ مقل اسے مانتے ہیں۔

۴ خدایش روانیت بر چہر گشت    مقل را توأم خداوند گشت  
اگرچہ مقل کو خدا کہنا جائز نہیں۔ تاہم انہیں خداوند (مالک) کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں۔  
۵ دو فرخندہ یار گرامیہ میں    دو قالب ریکہ نور و یک سایہ میں  
یہ دونوں مبارک اور صاحب مرتبہ دوست تھے۔ ایک ہی نور ان دونوں کے حصوں میں  
تھا تو ایک جسم کا سایہ پڑا۔

۶ بیاں اتحادی کہ صافی بود    دو تن راجکے سایہ کافی بود  
جو اتحاد اس قدر لطیف ہو وہاں دو حصوں کے لئے ایک ہی سایہ کافی ہے۔

۷ از اس سایہ یک جا کرائیں کند    کہ اھ زحیدر لٹائیں کند  
دونوں کا سایہ اس لئے ایک جگہ پڑا ہے کہ مقل کی دانت سے اٹھنا ظاہر ہو۔

۸ بہر سایہ کا نہ رہاے نو    بود از نئی سایہ ہماے او  
اس لئے مقل کے قدم سے جاں بھی سایہ پڑتا ہے نئی کا سایہ ہی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

۹ رہے نیک اہل ایمان مقل    بہ تن گشت ہم سایہ جان مقل  
اہل ایمان کے قبلہ و کعبہ مقل کا کیا کہنا کہ اپنے جسم سے جان نئی کے سایہ ہو گئے  
ہیں۔ دونوں کا سایہ ایک ساتھ نمودر کرتا ہے۔

۱۰ مقل راست ہو از نئی جائے او    ہواں علم حق دارد ازائے او  
نئی کے بعد مقل کو ان کی سند یعنی بائبل کی پٹری ہے۔ اور ان کے کھوئے بھی "مقل" کی حیثیت



ہندوستان ہو، عراق ہو، باغ ہو، جنگل ہو۔ جہاں میری زندگی تمام ہو، حق ہی کی طرف  
پارگشت ہوگی۔

۴۱ کہ چاہیں ہر دور پرتو نام دہ

در آں خاک فرماں خواہم دہ

وہ اپنی ترتیب (علی) کے آستانے پر مجھے جان بخشے اور وہاں پہنچا کر مجھے حکم ہو کہ آخری نیند  
سو جاؤں۔

(۱۸) خواجہ مستان شاہ کابلوی خواجہ صاحب کے حالات معلوم نہ

ہو سکے۔ وہ ۱۷۸۳ء میں کابل سے پشاور آئے اور ہند میں کشمیر چلے گئے۔ کشمیر میں انہوں نے  
خانہ مطہر سید علی ہمدانی کی زیارت کی۔ اور ان کی غزلوں پر نظمیں لکھیں۔ بعد ازاں بن کوچیل  
سرار کے نام سے اپنے دیوان میں شامل کیا۔ دیوان کا نام "آئینۂ وحدت" ہے۔ اس کو عمر علی  
چشتی لاہوری نے اپنے دیوان کے ساتھ مطبع سعید عام پریس لاہور سے ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں  
شائع کرایا۔ جہول دیباچہ نگار۔

"شاہ صاحب کو تعلیم و تربیت علوم دہلوی و باغی میں سر دلایا  
کہار، حیدر زکریا، شاہ ولایت، منظر الجمالی، اسد اللہ الغالب، حضرت علی  
ابن ابی طالب سے ہوئی۔ جس کی شان عالی میں بارگاہ رسالت سے یہ  
ارشاد صادر ہوا کہ آنسا مریضۃ العلم و علی ہا بہا۔ حضور شاہ  
و ولایت سے خواجہ صاحب کو عالم حق سے حق اپنے آغوش عاطفت و  
شفقت میں لیا اور اپنے کنار ولایت میں عالم رومی میں شیر معرفت سے  
پروردہ فرمایا۔ ایک اور جگہ دیوان میں شاہ ولایت کے دست مبارک سے  
سفر توحید پوش کرنے کا تذکرہ جب دار دیار و ہمار دوست و چوہی کے ساتھ  
کئی عربوں میں کیا ہے۔ ایک عرب میں کہتے ہیں۔

دوش چوں باد تو حید پر کام کرد	آداب اول در مشرق شام کرد
دشمن بیکل ایام دستم داد	طائر گش مروں دام کرد
دو اللہ علی فقر میام بستہ	توس بند فکد راہم رام کرد
ار مردغ رہن جانان دران مجلس خاص	واقف پرورد اسرار عوام کرد





تھے۔ عرصے تک نظام حیدر آباد دکن کی سرکار سے وابستہ تھے۔ موصوف نواب فتح علی خاں ترقی پاش لاہور کے افراد خاندان کے اہل تھے اور برسوں ان کے یہاں قیام کیا تھا۔ اور محافل مقاصدہ میں قصیدے بھی پڑھتے تھے۔ گرامی علی علیہ السلام اقبال کے نظم ترین دوستوں میں تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اقبال فارسی میں ان کے شاگرد تھے۔ ان میں علیہ علیہ ہندوستانی جیش جیش تھے۔ لیکن اقبال کو اس سے انکار تھا۔ جس زمانے میں اقبال رسوم پنجودی میں جناب سیدہ العالمین اور حسین کے متعلق اشعار ترتیب دے رہے تھے تو موصوف گرامی سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ ان کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

”حضرت قاطر کے متعلق جو اشعار میں نے لکھے تھے۔ ان کے بعد کے اشعار میں حضرت حسن و حسین دونوں کا ذکر کر دیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ ”اے بیٹوں سے جن کے یہ اوصاف ہیں، ماں کی تربیت کا اندازہ کرنا چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ ماں کی آغوش میں کیا تاثیر تھی۔ جس میں ایسے بچوں کی تربیت ہوئی“

ایک اور خط میں اقبال گرامی کے نام لکھتے ہیں۔

”آجکل قاطر دہرا کا مضمون زیر نظر ہے۔ مجھ نے صوفیہ پر بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ قصود ان اشعار کا یہ ہے کہ ان لوگوں نے عربی کونج قصود کر لیا ہے اور اس طرح حرمین کے حقوق کو تکفیر کر کے چھوٹی چھوٹی جماعتیں ملحد اسلام کے اندر مبتلا ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جمیعت ”الاسلامیہ“ علی صورت میں قائم نہیں رہی“

سوال گرامی بھی اقبال کی طرح حضرت علی سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے علی کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک منقبت کے چند شعر درج کئے جاتے ہیں۔ اس کی تاثیر گرامی یوں جان کر لے ہیں:

”اس منقبت میں تھہر جمل شہادت نے یہ تاثیر عطا کی ہے کہ جس گھر میں جو وہاں طاعون کا اثر نہیں ہے۔ بیماری کی حالت میں کھسی گئی ہے“ (گرامی)

علیؑ کی بے پناہ شہادت	علیؑ کی بے پناہ شہادت
علیؑ کی بے پناہ شہادت	علیؑ کی بے پناہ شہادت
علیؑ کی بے پناہ شہادت	علیؑ کی بے پناہ شہادت

علی مصطفیٰ ہر روز نہ سنت موافق و ہارون  
 پیردوش ولایت کاں بخت راجا بیٹے  
 علی پر جائے پھیر اگر چلت جاوے  
 کہ گل راجا نہیں بے فصل در معنی گھائیے  
 ضد خواندش صبر کی سہ صدارت دہی حوام  
 کتاب مظہر سے انداز فی عجائے  
 فی دامن میں کردہ ریلندش این قدر دامن

کہ بدوش بنی سراج آں مال جٹائیے

برہن علی بر لب لی حرف یا علی ست  
 کھجری کتھ کہ گویم خدا علی ست  
 قرآن ناطق بہت علی نو کتب گواہ  
 لذت شناس نامہ فی لقی علی ست  
 نامہ رسور معنی قرآن ترا ہم  
 حق طراز کار کہ اختا علی ست  
 اسے جاری ترا بخوات نامی ست  
 مطلب ہر علی دہر مذعا علی ست  
 وسیع کہ شد ہر دن نہ سراپردہ بظلال  
 اسے بے خبر بھی رکھاتا کا علی ست  
 دیدیم شب گرامی مرحوم مانجواب

رحاں بجان او کہ پہنچ یا علی ست

رہیں با برزائش آہائش یا علی حواء  
 سچ و صحرایں ام اعظم ہر باں بیٹے  
 چہ در صورت چہ درستی دہی احمد مرغل  
 باعاز و کا کامل عیار احسن اسے  
 شہادت و امامت خلفہ در یک پیر میں اختا  
 مسلمان امامت راشدات تو امانتے  
 علی بر لب علی در دل علی در سر علی در جاں  
 علی آں معنی ترکیب اصل ضم و جانے

علی گویم علی جویم علی خدام علی خواہم

علی در گیر و دار روز محشر قہر مانے

از علی پس کھائے "کتاب"

دی ما قرعانی ہم بہت

(۲۰) جوش ملیح آبادی (۱۸۹۳ء تا ۱۹۹۳ء) جوش باقبال کے

معاصرین میں صف اول کے ستار ترین شاعر ہیں۔ باقبال اس کے نہایت قدردان تھے۔ جوش کی تصانیف دلچسپی سے چمکا کرتے اور موصوف کی خدا داد قابلیت کی دل کو ملی کرادیتے تھے۔ جب جوش کی پہلی تصنیف ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی تو باقبال نے صاحب مجبور دینی لاہور سے تین سو نسخوں کا آرڈر بھیجا۔ اس کے بعد حیدر آباد کی کارست کے لئے صہاراج کشی پر شاہ شاد کے نام ایک ذبردست سفارشی خط بھی لکھا تو

اقبال کے انتقال پر جوش کو بڑا صدمہ ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے اثرات کا اظہار اہوار رسالہ "کلم" دہلی اہست مئی ۱۳۸ کے ادارہ میں رد و دار الفاظ میں کیا تھا۔ جوش کا یہ شعر ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

واہیں آ، اقبال، تجھ میں دہر تک دہار ہے

تیرے بدلے جوش مرنے کے لئے تیار ہے

جوش بھی اقبال کی طرح آلی محمدؐ کے پرستاروں میں ہیں۔ ان کے اشعار بڑے بڑے علماء و سرسبز بیان کرتے ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی میاں عذوی مرحوم نے اپنی مشہور تصنیف "انترتھن" میں تاریخ اسلام کا ایک اہم ترین واقعہ "شبِ ہجرت" کو بیان کرنے کے لئے جوش کے شعر کا بھرپور استفادہ کیا ہے۔

ہمزہ شبِ ہجرت یہ دیتا تھا صدا

اے علی! مردوں کو یوں ہی خیمہ آنا چاہئے

جوش نے بھی اقبال کی طرح اپنی تصانیف میں علی کے فضائل خصوصاً اعزاز میں پیش کیے ہیں۔ ذیل میں "یادوں کی برسات" (مطبوعہ شاہنشاہ آفٹ پرپرس ۱۹۸۲ء نئی دہلی) سے چہر اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:

"ہزاروں ماہ و سال کے مسلسل تجربوں کے بعد یہ کلیہ قائم کیا گیا ہے کہ علم اور شجاعت، یہ دو ایسے اعضاء ہیں، جو کبھی ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جس ہاتھ میں تلووار ہوتی ہے وہ قلم کو اپنی انگلیوں کی گرفت میں نہیں لاسکتا۔ اور جس ہاتھ میں قلم ہوتا ہے۔ وہ تلووار نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن انسانی تاریخ میں علیؑ کا ہاتھ وہ تہی جامع اعضاء ہاتھ تھا، جو تلووار اور قلم دونوں کو مسلامی روایت کے ساتھ چلا سکتا تھا۔

وہ ادیب، شاعر اور مفکر تھے اور اسی کے دوش بدوش مدھم مدھم اظہیر سپاہی بھی۔ وہ مطہر قرقاس پر مجسم ملک گوہر پار اور میدان کارزار میں ہر پاششیر آب دار تھے۔

وہ اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ موت ان پر گریے یا نہ ہو موت پر۔ ان دونوں کو وہ مسلامی طور پر محبوب سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ ان کی نگاہوں نے موت کی چینی پانی پر حیاتِ ابدی کا مجموعہ دیکھ لیا تھا۔ اس

کے علاوہ ان کو ایک ایسی جواں ختنی و برکت بھی حاصل تھی جس سے اس دور کا کوئی انسان بھرہ و نہیں ہوا تھا، اور جس نے ان کو اپنے معاصرین پر وہ فوقیت بخش دی تھی جو قناب کو ذرات پر حاصل ہے اور وہ فوقیت یہ تھی کہ انہوں نے جو چہرہ سب سے پہلے دیکھنے کی طرح دیکھا، اور محض چہرہ تھا، اور انہوں نے جو آواز سب سے پہلے سے کی طرح سنی وہ گونگی آواز تھی۔

موت نے ان کو گودوں میں پالا، اپنی مصیبت کے سانچے میں لٹھلا، اپنے سامنے میں پر دان چڑھایا، اور وہ ان کے دوزخ میں اس طرح جذب ہو گئے کہ علی کو اپنے حواس سے جوئے ٹھٹھانے لگی جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ علی، حق پر اس مضبوطی سے قائم ہو گئے کہ وہ حق کا جسم، حق کی جان، حق کا علقان اور حق کی آواز بن گئے۔ اور یہاں تک کہ حق کو علی سے اور علی کو حق سے بچھا جاتا تھا، اور چونکہ بہر آں وہ بہر عین حق پر قائم رہتا ایک بہت بڑا خطرناک مرحلہ ہے، اس لئے ان کی زندگی کبھی چپ نہیں سکی۔ وہ یہ والے ان کی شدت حق پرستی کو برداشت نہیں کر سکے۔ اور تو اور خود ان کے حقیقی بھائی، ان کا ساتھ چھوڑ کر اس مایان میں چلے گئے، جہاں اسلام کے سر پر شاہی تاج رکھ دینے کے منصوبے تیار کئے جا رہے تھے، اور جہاں شہد میں اس بیت سے رہ رہتا جا رہا تھا کہ ارباب حق موت کے گھاٹ اتار کر باطل کو تخت شاہی پر بٹھا دیا جائے۔

علی کی حق پرستی کی تاب نہ لا کر مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر نے ان سے منہ پھیر لیا تھا اور یہاں تک کہ انہیں، آخر کار یہ کہنا پڑا تھا کہ وہاں سے اچھے کو ذلیل کر دیا، ذلیل کر دیا، ذلیل کر دیا اور اس قدر کہ میر اور معاویہ کا مقابل کیا جانے لگا۔

علی کی زندگی، اسی کڑا ارض کے تمام عظیم انسانوں کے مانند بھردی و ناکامی کے سوا انہیں کوئی اور چیز نہیں دے سکی۔ لیکن جب انہیں قتل کر دیا گیا، تو ان کی موت نے ماں کی قبر پر وہ چراغ فصاحت جلا دیا، جس سے ان کی زندگی کو عروج کر دیا گیا تھا۔

ان کے کامکار حریف "سپنے تمام کردار کے ساتھ وقت کے  
 سمندر میں ڈوب چکے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی کی تمام ناکامیوں کے  
 باوجود ان کا نام، تاریخ انسانیت کی پیشانی پر آج تک دکھ رہا ہے۔ اور  
 وہی لوگ جنہوں نے ان کی طرف سے منہ موڑ لئے تھے، ان کی موت  
 کے بعد، جب کسی پلاہیں گرفتار ہو جاتے ہیں تو "پاٹلی" کے نعرے لگاتے  
 گئے ہیں۔

اے علی! شرافت سانی، حیرے ان دو غلامی مجروں کو،  
 قیامت تک فراموشی نہیں کر سکے گی کہ جب حیرے حریف اے حیرے  
 منہ پر تھوک دیا تھا، تو اے اس کی جان بخشی فرما دی تھی اور موت کے وقت  
 جب حیرے سامنے شربت کا پیار پیش کیا گیا تھا، تو نے یہ کہا تھا کہ جب  
 تک حیرے قاتل کو شربت نہیں پلایا جائے گا میں نہیں پیوں گا۔

اے علی! اے میدان جنگ کے سوربار جز خواں، اے منبر  
 امن کے شیریں سخن حلیب، اے اس ہدل کے دیدار قاضی، اے کشور  
 سیف و کلم کے خدیو کج کا، اے ناب جوئی کی بے چاہ طاقت کے  
 مظہر، اے زندگی کے مستحب، اے موت کے محبوب۔ اے عدل العنن  
 کے باب میں "لا ظور" "لا دمن" اور "لا تنہا" اور "لا فو" کی سی معنی  
 خیز ویدیاں انگیز بات کہہ کر خاموش ہو جائے، اے مفکر سیف و کلم کا  
 مجرا تہور کرا

جوش شیخ آدمی مولود کعب کے ہارے میں گھبے عقیدت یوں پیش کرتے ہیں ۔

محل ہو گیا زمین پند اوہام کا چراغ      تھکیک سے یقین کو حاصل ہو اراغ  
 مہو انیم عقل چنچر لوبع بشر کا دہش      اترا دماغ دس میں تو دل میں گیا دماغ  
 اوج فرد پہ صبح کی سرخی عیاں ہوئی  
 یہ تے تو حریف فکر میں اداں ہوئی

سداے دور کار کو رریں قہا میں      نساہت کو دہشت صد روتھ می  
 ہستی ہوئی قدر کے مجھے سے قد می      آغوش میں رسول کو اپنی دعا میں

چمے ہی نصف نور کا نصف نور ہے

اپنے کو کر دکھانے دیکھا غرور ہے

خبر چہ آفتاب ظلم عیاں ہوا      سورج سے خبر لئے غم عیاں ہوا

دریائے مرصع میں تلام عیاں ہوا      اصحاب کے لبوں پہ تبسم عیاں ہوا

ذلیل نگاہِ ظلم سے دیانے دین ہے

قرآن ، آسمان سے اقرا زمین ہے

کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی کی جارہی تھی کہ ایک دہرے آرا کتاب بعنوان ”مطالعہ تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں“ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس پر کسی ڈاکٹر نظام قادریوں کشمیری کو لکھنو یونیورسٹی لکھنؤ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تھی۔ مقالہ نگار نے کتاب کے اندر لکھنو یونیورسٹی یا اپنے مگر اس کا نام نہیں نہیں لکھا ہے۔ ایسے جیکٹ کے اندر دینی حصے میں صرف یہ عبارت درج کی ہے کہ ”اس نے لکھنو یونیورسٹی سے تصوف کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی“

مقالہ نگار کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سائنس کے تعاون سے تیار کیا گیا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم درج ہے کہ

”کتاب کی تیاری کے دوران ہندوستان کے ایک بڑے مورخ اور نامور

علی قلم جناب ڈاکٹر اشتیاق احمد علی ریڈر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی

گڑھ سے استفادہ کا موقع ملا۔“

علی صاحب کے علاوہ جن لوگوں نے مقالہ نگار کو اپنا تعاون دیا تھا ان میں سے چند نام

یہ ہیں۔

(۱) ڈاکٹر ظفر الاسلام اعلائی (شعبہ اسلامیات علی گڑھ)

(۲) مولانا سلطان احمد اعلائی (۲ مسودہ مصنف اور ادارہ تحقیق و تصنیف کے رکن)

(۳) ڈاکٹر ابو سعید اعلائی (استاد شعبہ عربی علی گڑھ)

(۴) ڈاکٹر غلام اللہ پرواز (استاد شعبہ فلسفہ علی گڑھ)

(۵) پروفیسر نعیم منیر صدیقی (شعبہ عربی علی گڑھ)

مقالہ نگار نے ”مراجع“ (کتابیات) میں جن بیگانوں کتابوں کی فہرست شامل کی ہے اس میں متعدد کتابیں آل رسول کی مخالفت میں لکھی گئی تھیں۔ فہرست میں کسی نامور اسلامی مورخ یا شیعہ کتاب کا نام نہیں لیا گیا ہے۔ کتاب دیکھ کر رنج ہوا کہ مقالہ نگار نے مسلمانانہ اور حقیقتاً نہ طرز

فکر سے رسولؐ جیسوں کی معتبر اور مستند احادیث کی ملی اور تردید کرنے میں اپنا رد و قلم صرف کیا ہے۔ اس نے تاد قلیت اور کم علمی کی بنیاد پر ان احادیث کو موقوف (من گزشت) ہے بنیاد، کذب و افتراء اور افسوس کی جھوٹی روایتیں کہہ کر صوفیوں اور شیعوں کے جذبات کو بھڑکایا ہے۔ موصوف کے علمی کم مائی کا حال یہ ہے کہ اس نے تمام صوفیاء (خواجہ حسن بھری سے لے کر علامہ اقبال تک) کو اس لئے شیعہ قرار دیا کہ ان حضرات نے قرآن اور احادیث کے آجیے میں اہل بیت رسولؐ کے لسانی بیان کئے ہیں۔ شاہ مقالہ نگار کو یہ معلوم نہیں کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن میں آل محمدؑ کے فضائل بیان کرتا ہے۔ علامہ اقبال تو ہر سے قرآن مجید کو اہل کی تفسیر بتاتے ہیں۔

اسے سز جہ و جہب و امکان تفسیر تو سوائے قرآن  
 اللہ اللہ جائے بسم اللہ ہر مسئل ذبح عظیم آمد ہر  
 دھر قرآن از ہستی آموخیم  
 و آئیں نہ شطہ با اہدویم

پھر یہ پیش نظر ”مقالہ تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں“ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۸ء کا ہے جو مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نے دہلی نے شائع کیا۔ اہل میں چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

صفحہ ۱۹۲۔ ”حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سر ہاشمہ تصوف قرار دینے میں صوفیہ اہل تشیع سے متاثر رہے ہیں۔ خواجہ بندہ نواز کے سوا دراز کا بیان ہے کہ جس کسی کو دولہ سلوک نصیب ہوئی۔ اہل بیعت علی کے ظلیل ہوئی“

صفحہ ۱۹۳۔ ”تصوف میں حضرت علی کی منقر اور ممتاز حیثیت کا اعتراف مولانا دروم کے ان اشعار سے لگا دیا جاسکتا ہے جن کی صدا خفا ہوں کے در و دام سے گونج رہی ہے۔

نام صورت بوند جہاں بود علی بود      تا نقش ز میں بود زماں بود علی بود  
 شاہے کہ وہی بود ولی بود علی بود      سلطان حق و کرم و جود علی بود  
 آں شاہ سرافراز کہ اندر شب معراج      با احمد عطار کہے بود علی بود  
 اہی یک دوسرے جیتے کہ تکلم پہ حقیقت      تھا کہ سہراو من و مقصود علی بود

ان اشعار میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان پر بحث کی گہری چھاپ ہے“



صفحہ ۱۹۵ پر لکھا ہے:

”حکیم بن علی نے حضرت علی کی سنت میں دسی لکھو کیا ہے، جمال تشیع کا  
انہاز ہے۔ حکیم بن علی بھی حضرت علی کو ”دسی“ مانتے ہیں۔“

مرثیہ ر دسی و ہم دلا د جان طبر از محافل شاد  
صفحہ ۱۹۸ پر لکھا ہے

”عطاء حضرت علی کے بارے میں شیعہ افکار سے متاثر ہیں۔ مثلاً حضرت  
علی کے خلیفہ ”الحی نامہ“ میں لکھتے ہیں۔“

عبر گفت چوں نور و دیوہ ر یک نوریم ہر دو آفریدہ  
علی چوں بائی باشد ز یک نور یکے باشند ہر دو از دوئی زور  
صفحہ ۱۹۹ لکھا ہے کہ:-

”صوفیہ کے ملفوظات اور کتابوں میں ہر طرح کی جارحی کثرت ملتی  
ہیں۔ چنانچہ اکثر حضرت علی کو ”دسی“ اور طاہرہ باطن“ ”عال علم لدنی“  
اور ”دل و آخر“ کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں کب  
قصوف ان قرام احادیث و آثار سے بھری پڑی ہیں جمال تشیع میں مشہور  
ہیں۔“

صفحہ ۲۰۳ پر لکھا ہے:-

”مناجیہ و نظریات اور رسم و رواج میں صوفیہ اہل تشیع سے متاثر  
ہیں۔ المصنف کے مشاہد و حضرات (روضہ حضرت علی کریمؑ علیہ السلام مشہد  
ایران وغیرہ) اہل تشیع کی عقیدت کے مرکز ہیں۔ چنانچہ شیعہ دور و دار  
طاہر سے ان مشاہد کی ریاست کے لئے سفر کرتے ہیں اور ان مقامات  
پر پہنچ کر عرض حاجات کرتے ہیں یہی عامل صوفیہ کا ہے۔ وہ بھی ان  
حضرات کو قبضہ حاجات تصور کرتے ہیں۔“

صفحہ ۲۰۴ پر اس میں دلیل کی مہارت درج ہے:-

”شیعوں اور صوفیوں میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ شیعوں کو میدان  
سیاست میں شکست ملی۔ صوفیوں کو زندگی کے میدان میں جزییت ملی اور  
شکست جب دونوں کے درمیان قدر مشترک بنتی ہے۔ وہ دونوں ایک

دوسرے کے قریب آتے ہیں۔

مذہب والا اقتہاسات نحو اور مکمل ہیں اس لئے ان کے بارے میں کچھ کہنا  
لا حاصل ہوگا۔ مقالہ نگار کی یہ بات بھی لکھنے میں نہیں آتی ہے کہ ”شیعوں  
کی سیاست اور صوفیوں کی ہزیمت“ سے اس کی کیا مراد ہے اس کی  
وضاحت کرنی چاہئے تھی۔

صفحہ ۶۰ تا ۶۷۔ مقالہ نگار نے ان صفحوں میں رسول مقبول کی اس مشہور و معروف اور  
حفظ علیہ حدیث کو تصعب اور کم علمی کی نظر سے شیعوں کی وضع کردہ ہے بنیاد، جعلی اور نقل قرار دینے  
کی کوشش کی ہے ”آسا ندینے العلم و علی ہما بہما“ میں شہر کا علم ہوں اور علی اس کے  
دروازے ہیں۔

صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۰ ان صفحوں میں علی کے معززہ رجعت خمس (یعنی ۲ کتاب کو ناز عصر کے  
لئے پٹانا) کو متروک ہے بنیاد، کذب اور راہبوں کی وضع کردہ حدیث بتایا ہے۔ نیز یہ بھی لکھا  
ہے کہ ”ایسا واقعہ اگر وقوع میں آیا ہوتا تو ہزاروں اور لاکھوں لوگ اس واقعہ کا مشاہدہ کرتے جبکہ یہ  
مخبر احمق اور واقعہ اتنا مشہور نہیں ہے جتنا کہ اسے ہونا چاہئے تھا اور نہ اس کے ردِ آؤ کی تعداد اتنی کثیر  
ہے جو ایسے عظیم الشان واقعہ کے مطابق ہو۔ اس لئے اسے صحیح قرار دینے والوں کی رائے کل نظر  
ہے“

صفحہ ۲۱۰۔ ”لا یفنی الا علی لا سیف الا ذوالفقار“ عربی کتاب نے اس واقعہ  
کو بھی جعلی اور ہے بنیاد کہا ہے۔ یہ بھی کہ گیا ہے کہ اس کے گھڑنے والے شیعہ لوگ ہیں۔  
صفحہ ۲۱۰۔ اسی صفحہ میں حضرت علی کے ہاتھوں درخیز کے اکھاڑنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ  
بھی لکھا ہے کہ ”اس روایت کو شیعہ اور صوفیہ میں قبول عام حاصل ہے“۔ اس کے بعد عرب نے  
لکھا ہے کہ اس کے راویوں میں شیعہ لوگ ہیں اس لئے یہ حدیث بے کار (دعی) ہے۔  
صفحہ ۲۱۱۔ اس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ ”شیعوں نے حضرت علی کے فضائل میں عین  
لاکھ احادیث گھڑ لی ہیں“

صفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۹۔ ان صفحوں میں بڑے کا نام احترام سے لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار لکھتا  
ہے ”حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے فرزند ۳۴ سال کی عمر میں خلیفہ ہوئے“  
صفحہ ۷۱۔ اس میں مقالہ نگار نے علی کی شان میں ریک اور ناشائستہ الفاظ استعمال  
کر کے گستاخی کی ہے۔ معترض صوفی اور خارجی مظلوم ہو رہا ہے۔

اگر یہ کتاب کسی مدرسہ میں امام ہمارا اور محکمہ تعلیم و تربیت کی گرانی میں عرب کی مٹی بنی تو مجھے کوئی افسوس نہ ہوتا۔ کتاب مسلم پر بخود شیخی مل گئے۔ کے متعدد واسطہ کے تعاون سے تیار کی گئی۔ مٹی گندہ کا کیا دارہ ہمیشہ شیخی اتحاد اور یک جہتی کا مرکز رہا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ دلوں فرمے ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ دلوں میں اپنے اپنے عقائد کے تحت دنیا تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ خود بانی مدرسہ سر سید احمد خان آفریدی امام (حضرت علی رضا) کی اولادوں میں رضوی سید تھے۔ اس کی شہادت کے لئے علی گڑھ میں سر سید کی قبر پر سنگ حصار دیکھا جاسکتا ہے۔ سر سید نے دلی چھوڑ کر "کول" کے ایک چھوٹے قصبے میں اپنے جد پاک باب العظم (حضرت علی) کی مناسبت سے کول کا نام مل گئے۔ میں تہیل کیا اور اسی مقام پر مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کی تعمیر و ترقی کے لئے سر سید کے شاگرد۔ شہیدہ حضرت نے بھی اپنا سونپ کر دیا اور کیا۔ ان میں سید حسرت علی گڑھی، سید حسین بلگرامی، سید علی گلگرامی، خواجہ غلام الغنی، مولانا اعجاز حسین حالی، جنس امیر علی، جنس کراست حسین، سید اقبال علی فیض آبادی (پہلے سر سید کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور انہوں نے ہی سر سید کے عذاب کا سفر نامہ عرب کیا تھا) سر علی امام، باب فتح علی خان قریشی، دروہ صاحب دلی، محو آباد میرہ قابل ذکر ہیں۔ نوائین حیدر آباد دارالترتیب و نشر خاص کر شہزادہ سلیمان قادر اور دیگر امراء نے بخود شیخی کے لئے لاکھوں روپے کے عطیات دئے تھے۔ نوین راہپور نے بھی مالی معاونت سے نوازا تھا۔ جب ۱۹۲۰ء میں بخود شیخی وجود میں آئی تو اس کے پہلے چائے سردار صاحب محمود آباد سر محمد علی خان خرم کے گئے تھے۔

فریڈک عرب کتاب (معاذہ تصوف قرآن و سنت کی روشنی میں) نے رسول اللہ کی متعدد حدیثوں کو حقیق کر اپنی لاطینی اور محکمہ طبری کا اٹھا دیا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب میں جلیل القدر علمائے اہل تشیع اور بزرگ ترین صوفیائے کرام کے حوالوں سے حضرت علی کے فضائل قرآن و احادیث کی روشنی میں بیان کئے ہیں۔

کتاب کی ترقیب و تدوین میں جن مہلت خزانوں سے سود چار ہوا چاہا، ان کی تفصیلات میں یہاں پڑے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ میں ہمیشہ سے محنت و مشقت کا عادی رہا ہوں۔ اور مواد کی دستیابی کے لئے جی کرا کر کے کتب خانوں کی خاک چھانٹا ہوں۔ جب اللہ کے فضل و کرم سے مسلسل لکھنے میں مصروف رہتا ہوں تو یہاں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ پر فضل آل مہاجرے گم میں فوت روزانہ کی عطا فرماتا ہے۔

اکثر و بیشتر لوگ جو اپنے کو ماہرین اقبالیات میں سمجھتے ہیں اقبال شناسی اور فلسفہ

اقبال سے واقف ہیں۔ یہ اربابے مقدار ایک دروازہ فلک ہوس پہاڑوں میں رہتا ہے۔ جہاں  
کوئی کتب خانہ ہے اور کوئی اہل نظر استاد ہی۔ جس سے استفادہ کیا جاسکے۔ فرمیک یہ کتاب  
انتہائی نامساعد اور پر آشوب حالات میں تیار کی گئی ہے۔ کتاب میں طامس اقبال کے وہ منقش اشعار  
بھی تلاش کر کے نکھائے گئے ہیں جو نادر و ناب رساوں میں مقید تھے۔ ان کے مطالعہ سے اقبال  
اور سورت آل محمد کے ارتقائی مدارج پر بھی روشنی پڑ سکتی ہے۔

زیر نظر کتاب "وہی والہام اور برہاں نامہ" جو بہت ہی نادر و نایاب نسخہ خاص کا عکس عمل  
خود پر کتاب کے آخر میں شامل کیا گیا۔ اصل نسخے کے آخر میں چار سطحوں کا "تلخیصہ کاغذہ" بھی  
موجود تھا۔ وہ متن میں کاتب سے درست کر کے اب خارج کر دیا گیا۔ مزید برآں متن میں قرآنی  
آیات کی تفسیریں مع ترجمہ اور عربی الفاظ و فقرات کے معنی لکھے گئے ہیں۔ اس پر  
کہ فارسیں و انگریزی راقم الخروف کی کتاب کا مطالعہ لطف نظر سے کریں گے اور اس کی غامیوں کے  
بارے میں اپنی بیش قیمت آراء سے آگاہ فرمائیں گے۔ کتاب کی ترتیب میں غیبی حکم اور بھی نظر  
آ سکتی ہے۔ اس کی موجودگی اس لئے مناسب لگتی کہ مصنف میں مختلف مواقع میں لکھے گئے تھے۔

میں پروفیسر سید محمد شاہ احمد ہوی (ناظمیہ کاغذہ کتب) مولانا سید محمد امجد علی (سلطان  
المدارس کتب) علامہ طالب جوہری (کراچی) سید اقبال حسین کاشمی (مرشد قادیان علی کراچی)  
پروفیسر سید فیض مسعود رضوی، پروفیسر سید محمد تقی، مولوی شیخ حسین لدائی، محمد امجد علی، محمد  
امجد مسکری جی (محمد آباد دوس کتب) ڈاکٹر حبیب رضوی، آغا سید محمد باقر رضوی (بڈگام)  
آغا سید رضا پلار (بڈگام) اور غلام حیدر رحمان (بڈگام) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی "مداد  
اور قلمی تعاون سے فرمایا۔

اسپاس گزاری ہوگی کہ اگر کتاب علی محمد قلی کی منسوبیت کا اظہار نہ کیا جائے۔ موصوف نے  
راقم الخروف کو مفید مشوروں اور ہدف و نڈھک کے بارگزاران سے سیکھنا شروع فرمایا۔

اکبر حیدر علی کشمیری

۳۳ شعبان ۱۴۲۲ھ (۲۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء)

نمائندہ کالونی احمد

مریٹر (کشمیر)

# حواشی

۱۔ اقبال حضرت ام حبیبہ (۸۰-۱۵۰ھ) کے حبیبہ صغریٰ اور حبیبہ کبریٰ حضرت امام جعفر صادق کے تاجر تھے۔ (جوامع المکم ص ۲۵۲، بندہ نواز گیسو درار)

۲۔ اہل حق جب جنگ امام میرزا کاٹھارے سے لڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حق سے فرمایا کہ دشمن پر حملہ کر۔ اہل حق نے یہاں تک کیا کہ دشمن کے چنگے پھوٹ گئے اور بہتر کوسوں کے کھانا کھا دیا۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں نے یہ آواز غیب سے کی۔

لَا سِيفَ اِلَّا نُوْثُ الْقَظِيفُ وَلَا نَفْسٍ اِلَّا غُلِيْ

ترجمہ نہیں ہے کوئی گوارہ سوائے حق کے اور نہیں ہے کوئی جواں مرد سوائے حق کے (تاریخ

اکمال - جلد ۲، ص ۳۰۵۸، ۳۰۵۹، ۳۰۶۰، مروج الملوک - شیخ محمد تہذیبی جلد ۲ صفحہ ۲۶۸، ۲۶۹)

۳۔ یہ نظم باعکس اسے حذف کر دی گئی ہے۔

۴۔ اکبرؒ کی آزادی کی تاریخ میں ممتاز صوبہ بھی اہل حق کی روحانی بادشاہت کو ظاہری خلافت پر ترجیح

دیتے ہیں۔ خراجہ بندہ نواز گیسو درار (جوامع المکم ص ۹۸، ۹۹) اور عبدالرحمن دہلوی (مراۃ

الاسرار) انکی خطوط کتب خانہ قلی عباس (کشمیر) لکھتے ہیں کہ

خلافت برداروں است۔ خلافت کبریٰ و خلافت مصری۔ خلافت کبریٰ خلافت اہل حق است و

خلافت مصری خلافت ظاہری است۔ خلافت کبریٰ مخصوص بہ امیر المؤمنین بود بہ امام است و

خلافت مصری ایمان است خلف یہ است۔

ترجمہ (خلافت دو قسم کی ہے خلافت کبریٰ و خلافت مصری۔ خلافت کبریٰ اہل حق خلافت ہے اور

خلافت مصری ظاہری۔ خلافت کبریٰ بہ امام است حضرت حق کے لئے مخصوص ہے اور

خلافت مصری است کے درمیان خلف یہ ہے)

۵۔ کتاب شعبۂ "الکلام" میں ذریعہ نمبر ۱۲۰ موجود ہے۔



حضرت حمزہؓ کے ساتھ رسولِ شعیل ہیں کیوں کہ انہوں نے ہی جناب حمزہؓ کو کھانے سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔ مسلمان کی لڑائی کے بعد حمزہؓ میں جناب محمدؐ کی طرحی مسرت میں گل کے گچھے بھان کی لاش جلائی گئی تھی اس اندھا تک ملاکت سے اُم المومنین حضرت عائشہؓ بہت رنجیدہ ہو گئی اور ہر نماز کے بعد سلاو یہ پڑھتا رہا کہ وہ ماہر غریب کی کٹی گئیں۔ (حدیث طبری جلد ۶ صفحہ ۶۰) صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۲ حدیث نمبر (۵۹۶) جلد ۵ صفحہ ۳۸۹ کساوی نے ہی ٹیبل ہفتہ دسمبلی رسولؐ حضرت حمزہؓ غلامی کا کہنا ہے سر سمانی کی حالت میں حمزہؓ کی کھانوں کے بارے میں حدیث رسولؐ ہے کہ چشمِ ملک سے نہ لے کر میں ہا یہی بچاؤ کی کھنکھ کا ہے۔

مشہور مسلمی من ہری (م ۱۰۵) کا قول تھا کہ سلاو سے چار نیم ایسی کھیں جس میں سے ایک کھان ہفتہ روزی پاکت کے لئے کافی ہے اصل باتوں کی مد سے غیر امت کے حضور سے خواہی ہر قسم کی ملاکت اس وقت صحابہؓ رسولؐ اور صحابہؓ انصاریت موجود تھے دوسرے اپنے اپنے گھر شربِ خمر نہ پڑھتا تھا ہر شہم پر تھوڑا قہر قہر بھیا کرتا تھا پانا جاتیس عابا۔ تیسرے یاد کا پتہ چاہیہ مہین کا بہتر تھوڑا سا کھانے سے لڑنے کا کہی کا قہر دیا جاسکتا ہے جو اصلی شہر ہر دور کا کہہ کے لئے اس ہر ہے چہ تھے تھوڑا صاحبِ ہر کائنات (حدیث کمال طبری جلد ۵ صفحہ ۵۸۲) دوسرے رسولؐ من ہری کا پتہ تھا کہ مسلمانوں کے ذمہ سلاو شخص ہیں ایک عربی کھان۔ جس نے سلاو پر قرآن مجید پڑھ کرے کی رائے دئی تھی چنانچہ وہ کھانگی کے گئے۔ دوسرے تھوڑا جس سے سلاو پر ایک بیست لپٹے کا مشورہ دیا اگر میری رائے سنی تو قیامت تک کھان کا حصول قائم رہتا۔ سلاو کے بعد تین تھیں جو سب کے سب سلاو کی مثال کے مطابق اپنے دین کی بیست کاتے رہے۔ (حدیث بیہقہ جلد ۱۹ صفحہ ۵۱۶ حدیث طبری جلد ۵ صفحہ ۵۸۲) کساوی نے شربِ کھان ہے۔

جوں ملکات رشک از قرآن گشت

۷۰۰ ما ذہر ائمہ کام ریخت

۱۴ پر ملا آہل سے ۷ نومبر ۱۹۳۰ء کو ۲۰۰ کر آئی کے نام لکھا تھا اور اس نظم کو کامل اور اور حرمت انگریز قرار دینے تھے۔

۱۵ اس دہشت کے بہت سے شعر ہیں۔ مثلاً کفار نے صرف سات شعر نقل کئے ہیں۔ مزید چند اشعار یہ ہیں۔

ہم دل دہم آخر دہم کاہرہ باہن ہم عابد دہم معبود معبود حق ہر

ہم آدم و ہم حیف و ہم اور بنی ہم الیہ  
 ہارون و ہارون کہ میں از سرین و عمران  
 ایسی کثرت باشد جن کثرت ایسی است  
 یعنی ہرچہ آہ و فی الحال ثنا گشت  
 سوئی و عصا و چرینا و نجات  
 ہرکس کہ آہ زہ خالق بچیں  
 آں ملک نمی بختو تاکہ بدلی  
 چہ ان کہ نظر کردم و اہم عتبات  
 آں گشت کشائی کہ در کعبہ خیر  
 آں مرد سرانرا کہ اللہ روح اسلام  
 سر وہ جہاں جلتہ رہا و نہ یہاں

۶۔ مرقب کتاب کا یہ کیا ہے کہ حکیم خانی نے حضرت علی کی سنت میں کسی قسم کا خلوص  
 ہے۔ طائے صفت کے لڑکے جو معنی تھے ہیں کہ ظوہ اللہ کی ایک قسم ہے جو عقل اور عادت  
 دونوں کے لحاظ سے فاضل ہو۔ ظاہر ہے کہ کسی شے کو اس کی حد سے بڑھا اور دوسری حد سے  
 گھٹا کر کہا کہ حد سے بڑھا اور گھٹا کر۔ اسی وقت درست ہوگا جبکہ پیرا کرے یا کہنے والا بڑا  
 حد کا عارف کامل ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ ہے رسول اللہ کو خیر علی میں خدا سے بڑھا اور  
 علی کو رسول سے بڑھا اور اسے ظہر کہتے ہیں اور چلنا اور عقل کے طالب ہے۔ فہمیری حضرت  
 علی کے بڑا حد اور بھر ہوا کرادت کی کہ نہیں تھا کچھ کران کی پرستش کرنے لگے۔ اسلام  
 نے انہیں کا فر قرار دیا۔ حکیم خانی نے اپنے شعار میں ہرگز ظہر نہیں کیا۔ انہوں نے قرآن و  
 احادیث کی روشنی میں حقیقت کا انکشاف کیا۔ کہا رسول نے حد پریم کے سرفہرے نہیں فرمایا تھا کہ  
 میں کھنٹے مولا فہم علی مولا۔ داخل اور ہم ایک ہی نور سے ہیں۔ جس سے علی کو برا کہ  
 اس سے مجھے برا کہ۔ خانی نے اسی حقیقت کا اظہار اپنی مشوری حد تک میں کیا۔ تو مثالہ کار سے  
 اپنے شعار کو لائق قرار دیا۔

بریں عقل اور دانش بیاہ کرست





شيخ الملة محمد الاسلام سكر عظامه الشيخ عبد الله الهروي الطهراني اعلی الله مقامه



## سرکار علامہ شیخ عبدالعلی ہروی

اہلین اقبالیات نے اپنی کتابوں میں اقبال کے ساتھ کا ذکر تصیفات کے ساتھ کیا ہے۔ ان میں سید میر حسن سیالکوٹی کو خصوصیت و امتیاز کے ساتھ جیسا کیا ہے۔ اقبال نے میر صاحب سے ابتدائی تعلیم میں استفادہ کیا۔ کتابوں میں اقبال کے ایک اور استاد کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا نام گرامی سرکار علامہ شیخ عبدالعلی ہروی تھا۔ اکثر و بیشتر لوگ ان کے نام سے بیخود واقف ہیں۔ سال ۱۹۷۷ء پاکستان میں سال اقبال ۷۰ءے جوش و خروش سے منایا گیا اور اقبال کے جشن ولادت کے موقع پر بے شمار کتابیں وجود میں آئیں۔ اقبال کے معاصرین پر بھی متعدد کتابیں شائع ہوئیں۔ ان میں محمد عبداللہ قریشی کی کتاب ”معاصرین اقبال کی فکر میں“ کافی ذکر ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ کسی بھی شخص نے جو اسے سے بھی اقبال اور علامہ ہروی کے تعلقات پر ذرا سی نظر ڈالنے کی زحمت نہیں کی۔ ہم نے اقبال اور علامہ موصوف کا اجمالی ذکر اپنے ایک مضمون ”آغا شاعر قزلباش دہلوی“ مطبوعہ ”پارلیمنٹ“ کلمیراج ندرستی ۱۹۸۵ء میں کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ہروی کے حالات زندگی دلیل میں درج کئے جائیں۔

علامہ ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حامی شیخ احمد بن شیخ ابراہیم سے حاصل کی۔ موصوف شہر ہرات (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ کمال ذہانت کے ساتھ طبیعت میں غرائز اور خوش طبی موجودگی۔ چھوٹی سی عمر میں اپنے والد کے وطن میں شریک ہوتے اور کہیں کہیں نوک کر بھٹ بھی کر لے لیتے۔ والد آپ کو جھڑک کر خاموش کرانے کی کوشش کرتے تو فرماتے کہ دھمکانے سے مسئلہ حل نہیں ہوا۔ وہ تو اپنی جگہ قائم رہا۔ حافظہ بجا تھا۔ جو ایک والدین لیتے دھکا ہوتا تھا۔ غالباً دس برس کے ہوں گے کہ ماہ رمضان میں ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ والد

کمر میں موجود ہے۔ ان کا معمول تھا کہ عربی کے وقت بیٹھ دے اور حضرت امیر شہزادہ شال پڑھا کرتے تھے اور علامہ کی والدہ کو بھی پڑھا کرتے تھے۔ اس شب وہ دوحانہ پڑھ سکیں۔ سو جاگ رہے تھے۔ کہنے لگے میں پڑھا دیتا ہوں۔ دو والدہ ماجدہ سے سننے سننے سے یاد ہو گئی ہے۔ چنانچہ حفظ دے دے اور حضرت امیر شہزادہ شال پڑھا دی۔ اس سے بعد وہ شکر ادا کیا اور اردو پادشہ کی دعا دی۔

امیر عبدالرحمن خان دہلی، افغانستان کے زمانے میں شیعوں پر فرض کے نژادے لگا کر غنیمت کی مٹی تو بیچ اور ان کے خاندان کے لوگ جاں بچا کر مشہد مقدس چلے گئے۔ وہاں بعض مدرسہ بالخصوص مدرسہ جمعیہ میں داخل رہے۔ چند ہی سال گزرے تھے کہ بعض مطالب اصولیہ علیہ پر ایسی مداخلت اور زبردست تقریریں کیں کہ اساتذہ دے دے سے کہہ کہ "آپ کو ان کتب کے درس میں شریک ہونے کی آپ چنداں ضرورت نہیں اب خود ایسی تمام کتب پر نظر ادا لی جائے۔ اس کافی ہے۔"

اس کے بعد سچے طور پر مطالعہ شروع کیا تو اول کتب فقہ بعد میں کتب احادیث، بھر کتب تفسیر جہاں تک ملی سکیں دیکھیں۔ ساتھ ہی قرآن مجید میں مذکور ہر مثل غلط شروع کیا اور اس سے بڑی نظر کی جدوجہد اس مقام پر پہنچے جہاں دوسروں کی رسائی بہت کم ہوتی ہے۔ علوم ظاہری کے بعد قدوۃ اللہ ابوبکر صدیق اکبرؓ زعفرانی سے صوم باطنی حاصل کئے۔ تہجد بلاتناہ بافضل وافر داتے تھے اور آخری عمر میں صاحب کرامت ہو گئے تھے۔

فقیر عبدالملک ہرادی کی زبانوں کے بارے تھے۔ فارسی تو اس کی ادنیٰ زبان تھی ہی۔ عربی تحریر و تقریر پر بھی قدرت حاصل تھی۔ ترکی اور عربی بھی جانتے تھے۔ ہندی اور انگریزی سے بھی واقف تھے۔ چیتر، بابالی اور سمدھی ہندوستان میں "عربی"۔ اردو میں تو چھوٹی موٹی تقریر بھی کر لیتے تھے۔ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں آگرہ کے منبر پر درہمیک اردو میں خط لکھا۔

علاوہ سہ صوفیہ کی مملکت کی حاجت بھی کی تھی۔ مصر بھی گئے تھے۔ وہاں لوگوں نے "آپ سے استفادہ کیا۔ جرمنی میں لاہور میں رہے۔ اس نے خلف رہنماؤں میں مطالعہ کرنے کا موقع فراہم ہوا۔ جس سے گفتگو کرتے تھے اس کا واسطہ دل اپنی طرف کھینچتے تھے۔

جب "آپ کی عمر ۳۰ سال کی ہوئی تو بعض حکام مشہور اور بعض شاہرہ دکان اور اہل علم کے درپے آپ کے تفرغ کی خدمت پران تک پہنچی۔ ناصر الدین قاجار آپ نے طلب کیا۔ طہران پہنچے۔ سلطنت کی طرف سے جاگیر ملی اور تھوڑے ہی عرصے میں نائب وزیر خارجہ یا دوسرے لشکریہ میں افسر خدمات خارجہ کے منصب پر ممتاز ہوئے۔ جس سال ایران میں قبا کو کے اتفاق

مرکار میرزا کی طرف سے ایک حوثی شائع کیا گیا علاوہ بروہی اس وقت طبران ہی میں تھے۔  
 دہلیوں کا طوطاں بھی اسی زمانے میں افواہ۔ ناصر الدین شاہ نے قتل عام کا حکم دیا۔ آٹھ ہزار دہلی قتل  
 ہوئے۔ دربر اعظم میرزا محمد تقی خان عارف خود بھی دہلی تھا وہ شاہ اور اس کے حامیوں کا جانی دشمن  
 ہو گیا۔

ناصر الدین شاہ مرحوم نے اور آغا عارف کا تم کیا اور وہ شاہ کی زندگی تک حضرت علامہ  
 ہی کے رہ گئے۔ آپ نے مدارس کی خاص طور سے اصلاح کی اور ایک مکتب ایسا قائم کیا جس  
 میں دہکر غالب علم ہندی میں عربی فارسی فرانسیسی ترکی اور انگریزی پانچ زبانوں سے بہ  
 یکہ وقت کما ہوا جانا اور مصنفین غریب و فقیر کر سکتا تھا۔ مگر ناصر الدین شاہ کے قتل کے بعد یہ سلسلہ  
 ختم ہو گیا۔

ایران میں ایک شخص نے ایک قرآن شریف اس زمانہ میں جمع کر لیا کہ اس سے  
 حاشیہ پر کئی احادیث و روایات جمع کر دیں جو تقابیر قرآن کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ شاہ کی  
 خدمت میں بھی پیش کیا۔ بہت ہی پسند آیا اور ساتھ ہی یہ کیا کہ اگر کوئی عالم اس تمام احادیث و  
 روایات کا تفسیر کی تصنیف کر دے تو اس کی مکمل غیر قرآن تیار ہو جائے کہ جس کے بعد کسی اور تصنیف کے  
 دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ علامہ نے شاہ سے اس کام کے لئے بارہ علاوہ کا مطالبہ کیا۔ یعنی دو  
 فلسفی، دو محکم، دو فقیر، دو ادیب، دو مفسر، دو محدث۔ شاہ نے منظور کیا اور تمام مصارف و تحاریر  
 بھی منظور ہو گئے۔ علامہ نے یہ مبارک کام شروع کیا اور چھ ماہ میں صرف استعداد کی تفسیر مکمل  
 کی۔ اور اربع سال میں ”الحدیث العزیز فی التفسیر“ تک پہنچے۔ اس کے صرف چار سو سترے  
 اس مرض سے طبع کرائے گئے کہ بعد علامہ کی خدمت میں بھیجے جائیں تاکہ وہ بھی اپنی رائے کا اظہار  
 کریں۔ سب سے پسند کیا اور سواشر ہاں بادشاہ سے احکام میں میں۔ مگر یہ عید کام بھی شاہ کے  
 میرزا محمد دہلی کے ماتھے سے قتل ہو جانے کے بعد رک گیا اور ادارہ بھی فوت کیا۔

مظفر الدین شاہ نے سفر یورپ سے واپس آتے ہی روس سے دیکھیں جو حالی شروع کیس  
 اور ساتھ لاکھ سات (طولی سکھ بنگلی پونہ) قریب لیا جس سے ملک کے خیر خواہوں میں تھیل کی  
 گئی۔ علامہ نے آئے والی جاتی کا اندازہ کر کے ہندوستان کا رخ کیا اور اسکو، برلن، وینس  
 اسکندریہ، مصر، فلسطین اور عراق جوتے ہوئے کراچی پہنچے۔ دو سال دہلی بالکل خاموشی کے ماحول  
 میں رہے۔ پھر کراچی سے نکلا چار سو سو واپس رہے اور وہاں سے حجاب پہلے آئے۔ اکثر  
 بالبر کوٹہ، پیالہ اور لاہور میں قیام رہا۔ یہیں آپ کے جو برکھلے۔ آپ نے ۱۹۰۳ء سے اعلان کئے

شروع کیے جن کا ترجمہ کیا جاتا تھا۔ اس میں ایکس برس میں دین اسلام اور قرآن پاک کی وہ خدمت کی کہ وہاں کی آنکھیں کھل گئیں۔ سر علی امام، مسیح الملک حکیم، جمل خان، حکیم محمد احمد، ڈاکٹر اقبال، ابوب سرزد افشار، علی خان، آزر جمل، حواجہ غلام انجلیس، شیخ اصغر علی کشمر جیسے عالی درجہ و اہمیت کے تعلیم یافتہ، پختہ ملز اور دہرودا ہسپتال حضرت نے بھی غلام سے لیکل پایا۔ استفادہ کیا اور ان کے تحریر کی کتب کو تسلیم کیا۔

جناب مولانا حالی مرحوم کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ دو سو سال کے عرصے میں ہندوستان میں ایسا ہیہ عالم نہیں آیا۔ مولانا محمد بطیس صاحب خوجہ غلام انجلیس کے رسالہ ”عصر جدید“ سے حالی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

”میں نے سر پندرنا تھ دیر جی ملو ب حسن الملک اور سر سید کی پرورد  
 بھائیوں اور پیچھے رہے۔ لارڈ کرور کی دعوائے دھار تقریریں سیں۔ لیکن  
 سب لوگ شیخ ہرادی کے مقابلے میں کوئی چیز معلوم نہیں ہوتے۔ یہ ملز اور  
 چٹل کسی میں نہیں پایا گیا۔“

ایک اور موقع پر حکیم، جمل خان صاحب جن کے یہاں دسمبر ۱۹۱۵ء میں مجلس چڑھی تھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس عالم نہیں دیکھا۔ پہلا ہی دفعہ دہلی میں غلام کاس کر انہوں نے لرایا تھا جس کو ہم نے خود سنا تھا ”ما ضعتہ قط“ میں نے ایسا دفعہ کبھی نہیں سنا (اور اب بھی)۔ اس عرض میں حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں نے عراق بھی دیکھا ہے اور شام بھی، مصر بھی اور یورپ بھی اور ہندوستان میں اکثر غلام کو دیکھا اور سنا ہے خصوصاً ان چھ سال کے عرصے میں، میں نے اس پایہ کا عالم نہیں دیکھا۔ جناب مولانا سید حسن علی شاہ صاحب (مرحوم) فرمایا کرتے تھے کہ جناب مولانا سید سعادت علی صاحب اہل شہ قمار جیسے محکم لادانی دھافل اہل لڑاتے تھے کہ تیس تیس سال کے بعض شہادت شیخ غلام نے ہی مل سکے ہیں۔

غلام ہرادی بڑے پائے کے عالم تھے۔ کمال مطلوبات و وسعت بیان اور اذانت و روحانیت کا یہ حال تھا کہ جو بات ایک دماغ میں کر دی وہ دوبارہ نہ آتی۔ خوش تقریر تھے، مگر لکھنے میں زیادہ جری نہ تھے۔ جب کچھ لکھنے کا قصد کرتے تو مضامین کا یہ عالم تھا کہ چاروں طرف سے فوج و فرج حملہ کرتے کہ غلام ان کا انتظام نہ کر سکتے۔ اکثر جی ہوتا کہ اہل علم انہیں چیلر کر جو اہرات جلیہ سے جھولیاں بھر لیتے پھر بھی تفسیر قرآن کے غلام ایک رسالہ مسئلہ تفسیر و پر، جیسے اعمال پر ایک ٹیوٹو معاد ہسپتالی بدلائل غلط صحت پر غلام نے لکھا تھا جو ان میں شائع

ہوئے۔ یہاں علامہ کی تصانیف سے ایک مسودہ قاضی کے اکثر مباحث و مطالب امامت سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ کچھ نوٹ اور اشارات تھے مگر قدرت نے ان کی ترتیب کا موقع نہ دیا "مواظعت" مرتبہ مولانا محمد بسطنی آپ کے چند مواظعت کا مجموعہ ہے۔ علامہ کے حامی اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مضمون سے جو عربی میں ہے۔ اس میں آپ نے آپہ مجیدہ "أَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ" کی تفسیر پر ایک سنی ائمہ سب ظالی حامی کے سوال کا جواب دیا ہے۔ یہ لاہور کے ایک ماہنامہ "البرہان" میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ بھی علامہ بروہی کی سرپرستی میں شائع ہوا تھا۔

علامہ سرکار شیخ عبدالملک بروہی ۹ دسمبر ۱۹۲۲ء مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ شب منہ اس عالم نما سے عامۃ کورحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ علامہ کی عمر مرے کے وقت ۶۲ سال کی تھی۔ ۱۰ اب کھرعلی خان قریشی لاہور کی کوٹھی سے تاجوت اٹھایا گیا اور گائے شاہ کی گردن میں امامت رکھا گیا۔ ۶ جون ۱۹۳۶ء کو تاجوت کھولا گیا۔ کفن تبدیل کیا گیا اور جمع اشرف لے جا کر قریب صریح حضرت ہود و حضرت صالح دفن کیا گیا۔ ان کے انتقال پر بہت سے لوگوں نے جارحانہ کوششیں کیں۔ سید عہد دار واسطی نے "سید عہد دار" لکھی۔ ان کے ایک مرثیے کا ایک بند پیش کیا جاتا ہے۔

پیدا آخر ہوئے غے سماں	ورد کا اپنے مل گیا دریاں
یعنی علم بختم و عرفاں	ہر میں آیا چھوڑ کر ایریاں
ہٹتے بند کر دئے سب کے	کٹ گئی گویا سحرش کی زباناں
ہر گئے چپ مذاہب عالم	من کے اس کے دلاک ویریاں
خود پاک دئے قلم ساتس	دقیق ہے کتاب حق قرآن
خبر کرتے تھے اس پر نقد و حدیث	اس پر تفسیر و ترجمہ باراں

کون تھا وہ وحید عالمی

شیخ عبدالملک طبرانی

سید عہد دار حسین ٹھٹھ (واسطی سوڑی) پٹنہ لکھنؤ لاہور کے گھنے والوں میں تھے۔ شیخ عہد دار ایہ طرآن کے کام کی ابتدا میں لکھنؤ میں تنہا ہی اور تو سبلی نوٹ بھی لکھ کرتے تھے۔ ان کی تخلیقات اکبر الہ آبادی، لاکھڑا تہاں، منیر نیرنگ، اہالوی، شاہ عظیم آبادی، ناظر، سرور جہاں آبادی، حسرت سولہائی، حبیب کشوری اور آغا شہر قزلباش وغیرہ کے پہلو پہ پہلو شائع ہوتی تھیں۔ شعرا میں وہ پسندیدہ تھیں۔ دیکھے جاتے رہے۔ قبائل کی طرح اقبال سے پہلے

انہوں نے قلمباز خیالات کا اعتبار اپنی نظموں میں کیا ہے۔ مثال کے طور پر موصوف کی نظم ”جنگو کا راگ“ قیث کی جا سکتی ہے۔ اس میں ۳۴ شعر ہیں اور یہ قہال کی جنگو (مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۴ء) سے قبل نکلن بہت جوں ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ عرصہ علم دوست حضرات ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں

”میں راسخ خواجہ غلام الفکین صاحب مرحوم ریاست مالیر کوٹہ میں ایک بیچ تھے اور راقم کو کٹر مالیر کوٹہ جاے اور خواجہ صاحب کو ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آج کل یہاں ایک ایسا تمبر اور کامل عارف موجود ہے کہ عمر بھر میں اس چاشت کا انسان دیکھنے میں نہیں آئے۔ اگر آپ اس سے کوئی دفتی سے دلتی اور ایک سے ایک مسئلہ دریافت کریں اور یہ کہہ دیں کہ میں اس کا جواب کھل قرآن سے دیتا ہوں۔ حدیث کا ذکر نہ آئے تو ہاتھ پر آن ہی سے آپ کا اطمینان نہیں کر دینگے۔ خاصاً نہیں ہوں گے۔ اخطا آپ نہیں کہ میں حدیث سے اس کا جواب دیتا ہوں۔ قرآن سے استدلال نہ کیا جائے تو حدیث کے احاطے سے ایک ایچ بھی ہر قدم پر رہیں گے اور حدیث ہی سے آپ کا اطمینان فرما دینگے۔ اٹھل قیسے سے دھانس سے اٹھل سے عرض مس پہلو سے بھی آپ جواب دہا ہیں گے وہ اسی سے اطمینان قلب فرما دینگے اور یہ بھی کہا کہ ایک آدمہ درابہ بھی اخلاق ہوا کہ کسی مسئلہ میں سائل نے کہا کہ میرا اطمینان نہیں ہوا تو انہوں نے فرمایا، چھال سچ اس کا جواب دوں گا اور سچ کو جواب دیتا ہوں انہوں نے فرمایا پہلے جو کہہ فرمایا تھا، کہہ دیں گے۔ تو اور سائل کام لکل اطمینان ہو گیا۔“

خواجہ صاحب مرحوم نے یہ بھی فرمایا:

”کہ جہاں تک میرا علم و بین ہے اس پر درگوار کو حضرت جنہ کی زیارت ہوئی ہے اور ہر امام اس میں یہ حضرت کی تائید اور ارشاد سے جواب دیتے ہیں۔ یہ ہیں سرکار طلاس، شیخ مہد اعلیٰ ہمدانی جن کی خدمت میں اپنا حرام خالی وقت صرف کرتا ہوں۔“

جناب مولانا صاحب مرحوم کی تائید معذور زمانہ مالیر تعلیم، خواجہ الطاف حسین حالی کے



نو سے اور خواجه غلام الحکیم صاحب مرحوم کے فردِ غابر جندِ جناب و اکبر خواجه غلام السید شیخ مرحوم سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

”ایک اور کتاب جس نے مجھ پر کافی اثر کیا ہے علامہ عبد اعلیٰ بروری کی ”سوانحِ حسد“ ہے۔ یہ علامہ مرحوم کی دس بارہ تقریروں کا ترجمہ ہے جسے مولوی محمد سبطین صاحب لدھیانوی نے جمع کر کے شائع کیا ہے۔ قارئین بہت سے حضرات علامہ مرحوم کے نام اور شہرت سے واقف رہیں گے۔ علامہ عبد اعلیٰ مرحوم شائد ۱۹۰۳ء میں ایم اے کے سیاسی انتساب کی وجہ سے ہندوستان آئے تھے۔ اس زمانے میں والدہ مرحوم مالیر کوٹہ میں بیچ تھے اور وہیں ان کی خاقت علامہ موصوف سے ہوئی۔ والدہ مرحوم کو ”پیشہ ور“ مولویوں کے بارے میں زیادہ خوش فہمی تھی۔ وہ مجلسِ خوش عقیدگی کی بنا پر برہمنوں کے قاتل نہ ہو جاتے تھے۔ لیکن انہیں کئی ماہ مسلسل علامہ موصوف کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا اور انہوں نے ان سے صرف مذہب اور فلسفہ قدیم پر بلکہ علوم جدید پر بھی لمبی لمبی بحثیں کیں اور یہ فائدہ اٹھایا کہ وہ دو اہلِ حق ایک دوسرے کے درمیان عام ہیں جنہوں نے وقتِ فکر سے مذہب اور علوم جدید کا مفاد کر کے درجہٴ اجتہاد حاصل کیا ہے۔ یعنی انہیں اپنی علمی قابلیت اور بہت فکر کی بدولت یہ حق حاصل ہے کہ وہ مذہبی مسائل میں اجتہاد کر سکیں۔ اس وقت سے والدہ مرحوم ان کا ترجمہ جاری سے اردو میں فی المہربان کیا کر رہے تھے۔ یہ مدت بعض ملاقات مولوی خواجه غلام الحکیم صاحب مرحوم اور مولوی محمد سبطین صاحب انجام دیتے تھے اور جو تینوں حضرات ان کی پرہیز اور ہمسرت افرادِ تقریریں اور ان کی ذہنی طاقت کے مدد سے تھے۔ جس سے بھی مجلس ان کی مختلف جاری تقریریں سنیں ہیں۔ ہند سے پھول ہلنے لگے۔ جی چاہتا تھا کہ ”واکھن اور سنا کرے کوئی“۔ سوانحِ حسد میں ان کی جو تقریریں شائع ہوئی ہیں وہ دراصل مجلسِ عزاء کے موقع پر کی گئی تھیں اور ان کے سب کے آخر میں سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کا بیان ہے۔ لیکن ہر تقریر میں قرآن شریف کے مطالب اور اسلامی اخلاق کے اصولوں کو اس قدر عمدگی اور ندرتِ خیال





تھا۔ علامہ بروہی قبلہ جواب محمد علی خاں صاحب کربلائی کو اب بھی کہتے تھے اس کے یہاں قیام پر رہے۔ میں وہاں کر بھائی کے بچوں کو پڑھا دیتا تھا اور علامہ بروہی کی خدمت میں بھی حاضر ہو کرتا تھا۔ اس زمانے میں ایرانی لوگ اکثر وہاں صاحب کی کوٹھی میں ہی سر کر رہے تھے در اقبال بھی مدعو کئے جاتے تھے۔ وہاں صاحب مدنی اقتدار سے بیٹھا علامہ بروہی کی تعظیم و تکریم کرتے تھے لیکن ان کی صحبت میں دھمکے ان سے مستفید ہونے سے انہوں نے پرہیز کیا۔ وہاں صاحب اقبال کے دوستوں میں تھے اور ان کے کلاس میں بھی رہ چکے تھے۔ انہیں میں خوب دوستی تھی۔ وہاں صاحب انہیں اپنی سوز میں شام کو گھماتے تھے۔ اقبال بھی اپنے دوست وہاں صاحب کے پاس جاتے تھے تو علامہ بروہی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ سب صوف صرف قاری بولتے تھے۔ آوردہ بھی کوئی پہنٹی ہوتے تھے۔ اقبال کو پختہ غیر مرتبہ ہاتھ آگئی۔ ملا قاضی بڑھتے بڑھتے اردو سے مدنی کی سحر پر پہنچ گئیں کہ اقبال نے وہاں صاحب سے معافی مانگی اور بھائے قمر شاہ کے مطرب کی ساز کے بعد دروازہ علامہ صاحب کے کمرے میں "کر کاؤ بیچے سے لگ کر گالین پر بیٹھتے تھے اور علامہ چنگ پر بیٹھے رہتے تھے۔ کمرے بند ہو جاتے تھے اور مسلسل کئی گھنٹوں تک نشست رہتی تھی۔

علامہ مروی بحر العلوم کے ایک دربارے کا پیر، کنار تھے۔ ہزاروں قاری شعر اور رہے اور وہ بلاشبہ ڈاکٹر اقبال کی شاعری میں اس لحاظ سے مددگار ثابت ہوئے کہ خاندان مرطوی و دربار "آل رسول کی محبت اور دل میں گداز پیدا کر لے میں کامیاب ہو گئے۔"

بقول لکھن صاحب علامہ بروہی سید حبیب علی شاہ مرحوم کے "خانہ و ریح سوچی دروازہ لاہور میں محاسن جان مرواتے تھے۔ ان مجلسوں میں گل دھڑے کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ جو مجلسیں سر قلمی حاش کے اہتمام سے ہوتی تھیں ان میں زیادہ تر ضمیمہ یا تو لوگ ہر مذہب و ملت کے شریک ہوتے تھے۔ ان میں ڈاکٹر اقبال، سر واد القطار علی حاتم، سر علی نام، مولوی حسن علی شاہ، عبدالجبار سائیک، آغا شاعر قمر شاہ، ابو الحسن ماسلمہاں ایرانی، سید علی جعفری، شیخ علی اصغر، حکیم اجل خان

اور مولانا گرامی وغیرہ قائل ذکر ہیں۔

۱) اکثر اقبال اکثر و بیشتر علامہ کے بیان کی اہم باتیں نوٹ کیا کرتے تھے۔ بن دلوں وہ اسرار خودی تصنیف کرنے میں مصروف تھے۔ لیکن صاحب کی ادازی میں یہ بھی درج ہے کہ جب لاہور میں علامہ کی شہرت زور زور تک پہنچ گئی کہ جو کچھ پڑھتے ہیں اسے قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ اور جب اقبال کو معلوم ہوا کہ علامہ ہردی کا بیان تمام و کمال صرف قرآن سے ہوتا ہے تو وہ بھی مجلسوں میں شامل ہوئے گئے۔ چنانچہ جب مجلس میں شریک ہوئے اور جو تہذیب کی غمی وہ بالکل درست پائی تو بے حد محظوظ ہوئے۔ علامہ موصوف سے بعد مجلس قربت حاصل کی اور مسئلہ مامت چھیڑ دیا۔ یہی جناب امیر المومنین علی ابن طالب کی امامت کو قرآن سے منصوص من اللہ ثابت کرے کی استدعا کی۔ اس پر علامہ نے قرآن کی آیتیں پڑھا شروع کیں۔ پس چارویں آیتیں پڑھی تھیں کہ کفر صاحب بالکل مطمئن ہوئے اور علامہ کو روک دیا کہ میں مجھے ان سے مخصوص میں نہ ہوئے پر اتنی یقین پیدا ہوا جتنا کہ موت کا ہے۔ آیتیں یہ تھیں

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الشَّاقِينَ

ترجمہ اے ایماندارو! خدا سے ڈرو اور تمہارے ساتھ ہو جاؤ (سورہ توبہ پارہ نمبر ۱ آیت ۱۱۹)

(۲) مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا بِمَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَمُوتُ وَ مَا يُلْغُو أَتْبَاعُهُ

**ترجمہ** ایمانداروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے (جاں نثاری کا) عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ مرنے والے میں سے بعض وہ ہیں جو (مر کر) اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں بعض (ختم خدا کے) منکر بننے میں اور ان لوگوں نے (اپنی بات) دہرا بھی نہیں بدلی (سورہ احزاب پارہ ۲، آیت ۲۳)

(۳) اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ اَنْفُسًا اَمْ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَلُوٌ مُّبِيْنٌ (سورہ یسین پارہ ۲۳، آیت ۶۰)

**ترجمہ** اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہارے پاس یہ حکم نہیں بھیجا تھا کہ (خبردار) شیطان کی پرستش نہ کرنا۔ وہ تمہارے حکم کھلا دشمن ہے۔

(۴) وَ اِذْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ رِثَةً مِّنْ كَلِمٰتٍ مَّا تَنْهٰنَ اَنۡ يَّجْعَلَ لِّلنَّاسِ اِلٰهًا مَّا قُلْنَا اِنَّمَا اَنْتَ نَذِيْرٌ مُّذَرِّعٌ لِّقَلۡبِ الْظٰلِمِيْنَ۔

**ترجمہ** جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزاد کیا اور انہوں نے

چرا کر دیا تو حدائے فرما دیں تم کو لوگوں کا امام (جیشوا) بنائے دلتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ سے عرس کی اور میری اولاد میں سے ۹ فرادہ (ہاں مگر) سہرے اس جہدے پر ظالموں میں سے کوئی شخص غائر نہیں ہو سکتا (سورہ بقرہ آیت ۱۲۳)

جول لکھن صاحب اقبال نے اپنے چار دوستوں مولانا اکبر اور آہادی، خواجہ حسن نظامی، سر علی امام اور سر بہ راج کرشن پر شاد خدا کو لگے لگے خطوں میں اپنے ان تاثرات کا بیان کیا تھا جو انہوں نے علامہ بروہی سے قبول کئے تھے۔ مزے یہ بھی لکھا تھا کہ "موصوف ایک جامع لکھال شخصیت ہیں، دہرا لکھنے کے ساتھ ساتھ قرآن فنی، حدیث آگاہی، منطق، جملہ پر اور علوم نجوم و جملہ میں انہیں کامل دستگاہ ہے۔ مسئلہ امت کا عقد عمل ہو گیا ہے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ہوتا ہے۔"

انہوں اس بات پر حور ہا ہے کہ یہ خطوط بھیکل رہے ہیں۔ لیکن ان باتوں کا محور اقبال کے بعض خطوں میں سرور مل رہا ہے۔ خدا مغلطرت کرے خواجہ حسن نظامی کو۔ انہوں نے انہوں کے بعض تاثرات کو نامت سے متعلق خطوط رکھا ہے جو ان کے عقیدے کے بارے میں ہیں۔ خواجہ صاحب کی باتوں سے جناب منٹن صاحب مرحوم کی تائید ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب سے واقعات کر بلا یا ایک کتاب "محرم نامہ" کے نام سے ۱۹۱۶ میں شائع کی۔ اقبال نے اس کا مطالعہ کیا اور اپنے تاثرات اکبر کو بھیجے انہیں یہ معلوم ہوا کہ اقبال نے محرم نامہ کے بارے میں اکبر کو کیا لکھا تھا البتہ لکھن صاحب نے اکبر کے نام اقبال کے جس خط کا ذکر کیا تھا اور جس میں انہوں نے علامہ بروہی کے بارے میں لکھا تھا اس کی بھی تائید اکبر کے ایک خط سے ہوتی ہے۔ بہت حس ہے کہ اقبال نے اکبر کو اس آیت قرآنی کے بارے میں اطلاع دی ہو جس سے علامہ مروی نے امت میں اندھا دانت کی فحش اور اقبال قرآن ثبوت سے مطمئن ہو گئے تھے۔ اکبر کے جو خط اس سلسلے میں خواجہ حسن نظامی کو ۱۷ دسمبر ۱۹۱۶ کو لکھے تھے اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ نے ریاض اقبال کے خیالات میں نہایت تہذیبی وقیح ہوئی تھی اور انہیں ایک فنی سوسائٹی کی محاش تھی اکبر کے الفاظ یہ ہیں۔

"حضرت اقبال کے خیالات میں بہت تبدیلی ہوئی۔ کم از کم اس کا اعتراف

ہو۔ اب ان کو فحش اور مرویوں اور مربوط سوسائٹی مل جائے گی"۔

دوسرے خط مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۶ میں اکبر نے خواجہ صاحب کو اقبال کے مسئلہ امامت کو تسلیم کرے گا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

”اقبال صاحب نے مجھ کو خط میں لکھا ہے کہ مسئلہ امامت کو انہوں نے اپنی  
 لیکن یہ قرار نہیں کیا کہ میں شیعہ ہو گیا۔“  
 اکبر الہ آبادی خود مسئلہ امامت کے قائل تھے۔ ۱۶ داکٹر ۱۹۱۶ء کو خواجہ  
 صاحب کے ۴۷ سالہ خط میں لکھتے ہیں۔

”کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم کما بلازکت  
 علی ابراہیم و علی آل ابراہیم۔ اسی سے امامت پارہ اماموں کی  
 ثابت ہے اور میں تو مکتفہ جا۲ ہوں تو شیعہ مجتہدوں کے پیچھے نہ رہتا  
 ہوں۔ کیونکہ عادت ذی اور اس میں کچھ خرچ بھی نہیں۔ مطلقاً ۱۳۷۱ھ کو  
 دہلی بادشاہی ماحصل تھی۔ روحانی سلطنت پارہ اماموں کو تھی۔“

جناب نسیم صاحب مرحوم کے مذکورہ بالا بیانی کی تائید اقبال کے اس خط سے بھی ہوتی ہے  
 جو انہوں نے سر مہاراج کشن پرشاد شاد حیدر آبادی کو ۱۳۱۶ داکٹر ۱۹۱۶ء کو لکھا تھا۔ لکھتے ہیں کہ  
 ”ہاں یہ عرض کرنا بھول گیا کہ لاہور میں کچھ عرصے سے ایک بہت بڑے  
 ایرانی عام تھیم ہیں۔ جی سرکار علامہ شیخ عبدالحی طبرانی۔ معطوم ہیں کبھی  
 حیدر آباد میں بھی اس کا گورہ ہو یا نہیں۔ عام سحر ہیں۔ مدہا شیعہ  
 ہیں۔ مگر مطالب قرآن بیان فرماتے ہیں تو کھینچے سو پنے والے لوگ حیرت  
 رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ علم دہلی میں کہاں رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کی  
 خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اگر اس موسم میں سرکار لاہور کا سفر کریں تو  
 حیرت ہو۔ یہ آدمی، کھینچنے کے قابل ہے۔“

اقبال ایک اور خط میں ۲۰ ستمبر ۱۹۱۶ء کو شاد حیدر آبادی کے نام لکھتے ہیں کہ  
 ”سرکار علامہ عبدالحی طبرانی سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ لہایت  
 مخلصانہ سلام آپ کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ اس سے خوشتر امر آدمی  
 میں سے کسی سے سرکار کے اوصاف کا تذکرہ نہیں کرتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ  
 حیدر آباد کا سفر کروں گا تو مہاراجہ ہمارے ضرور ملاقات کروں گا۔“

عبد المجید سالک نے بھی اقبال اور علامہ ہردی کے تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب  
 میں لکھتے ہیں کہ:

”سید علی جعفری نے ایران کے ایک فاضل علامہ شیخ عبدالحی ہردی

المسلمانی جو اس وقت لاہور میں مقیم تھے علامہ اقبال کی ملاقات کر لی۔ علامہ بروہی بے حد چین اور غلام اور انسان آدمی واقع ہوئے تھے۔ محتاج میں کچھ ذہینیت اور کیورم کی طرف مائل تھے۔ یعنی جلد موبوں میں سے۔ تھے۔ لیکن ان سے متعدد ملاقاتوں کے بعد بھی علامہ کا اطمینان نہ ہوا۔<sup>۱۹۱۱</sup>

ممالک صاحب کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ سرکار علامہ بروہی ابلی اور کیورسٹ تھے۔ دراصل وہ ان دونوں تحریکوں کے خلاف تھے۔ ان پر بائیں کے کل عام کا اثر تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ دوسرے یہ کہ مظفر الدین شاہ دہلی، یہاں سے روس سے ساتھ لاکھ پاؤں قرضے کا معاہدہ کیا۔ علامہ نے اس قرضے کو ایران کی "سے دہلی تاجی اور بروہی سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اور نتیجہ میں ایران چھوڑ کر دوسرے ممالک کا سر ہٹیا رکھا۔<sup>۱۹۱۲</sup>

اصل بات یہ ہے کہ علامہ بروہی کی تعلیم کا فیصل سب سے زیادہ اقبال نے حاصل کیا۔ وہ گفتگوں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر "قرنی نکات کے اسرار و اسرار سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ اس صحبت نے اقبال کے افکار و خیالات میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کی۔ فلس صاحب کے یہاں مدکور کی تائید یک اور چشم دید گواہ شیخ عبد الشکور سے بھی ہوتی ہے۔ شیخ صاحب کی بروہی کا حارہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پانچواں کے مشہور و معروف محقق و ناقد پروفیسر محمد سار (گورنمنٹ کالج لاہور) انہیں "بہر طریقت" کہتے تھے۔ شیخ صاحب کو اب محمد علی خان قزلباش لاہور کے صاحبزادے کے ہم جماعت تھے اور ان کے گھر جانا بھی کرتے تھے۔ انہوں نے ڈکٹر اقبال اور علامہ بروہی کو اب صاحب کی کوشی میں اکٹرا سو جوڑا۔ شیخ صاحب "آج سے کوئی چالیس سال پہلے اپنے مضمون "تکھرواداری کی باتیں" میں لکھتے ہیں کہ

"راجہ رادر (موجودہ شوکت مارکیٹ) کی دوکان کے اوپر دالے سے میں علامہ اقبال رہا کرتے تھے۔ ان دنوں ایران کے ایک مجتہد سرکار شیخ عبدالملی بروہی علامہ کے گھر سے دوستوں میں تھے۔ یہ صاحب بھی ایرانی پارلیمنٹ کے ممبر ہو کر تے تھے۔ مگر وہی حکومت کے حرف کے مارے ایران سے نکل آئے اور لاہور میں نواب محمد علی خان قزلباش کے پاس مقیم تھے۔ ان کے ملی تحریک کا کیا کہنا۔ آج سے چالیس سال پیشتر وہ "خراش منور" کوچہ شیخان میں اپنے دھکوں سے ممالک عز حجب گمایا کرتے



تھے۔ اور وہیں دوسرا قرآن مجید کی آیات کی تفسیر ایسے دلچسپ سرائے میں جان فرماتے کہ بڑے بڑے عالم دگدہ جاتے تھے۔ علامہ اقبال اکثر ان کی ملاقات کے لئے نواب صاحب موصوف کی ایپریس روڈ والی کوٹھی پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں علامہ اپنی مشہور مثنوی "اسرار خودی" رقم کردہ ہے تھے اور "امر کا شیخ صاحب سے تعلق نکات پر ان سے بحث و تمحیص کیا کرتے۔ قبل نواب صاحب مرحوم کے صاحبزادے میرے ہم جماعت تھے اور کئی میرا پیپر اور عبارت قلماس طرح ہمیں بھیجی تھی ان دو بڑے عالموں کی گفتگو سننے کا خالق ہو جاتا تھا۔ پھر سرکار شیخ بھی علامہ کی ملاقات کے لئے بھی "ارگل" آیا کرتے تو بہروں وہاں میں گفتگو کرتی تھی۔ نواب دو القادری خان (الیر کوئلہ) بھی گاہے گاہے ان کے پاس آیا کرتے تھے تو سردار جو گیدڑ تکہ سابق در پر بنیاد و خطاب ان کی معیت میں ہوتے۔ میرزا جمال الدین حیدر صاحب برسر (محمود غلامی مرحوم کے بھائی) بھی ضرور عمر آتے۔ خیال تو فرمائیں کہ اس چار پارہی صحبت میں کیا کیا پر کلف بائیں ہوتی ہوگی اور ان کی رہائشوں سے کیسے کیسے پھول پھرتے ہوں گے۔ علی چا قیاس راجہ سردار تاحہ کشن لاهور، چنڈت شیورائن شیم سابق چیف جج کورٹ پنجاب بھی علامہ کے عزیز ترین دوستوں میں سے تھے اور یہ دونوں برہم گوار علامہ سے اور ایسے اعلیٰ دوستوں سے ہمیشہ قاری میں گفتگو کر رہے تھے۔"

عبدالمکرم صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"سرکار شیخ صاحب سب کے ساتھ ستر حوان پر کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ علامہ سے جو کسی بات پر بحث چھڑی تو نہیں کھائے کا بھی دھیان نہ رہا اور اصرار ہم کھائے کے لئے ہے لیکن تھے۔ آقا سادات نے مجھ سے کہا کہ شیخ صاحب ذرا دیکھئے تو وہاں کیا ہو رہا ہے اور قبضہ بردی صاحب سے کہئے کہ ہم لوگ کھانا کھانے پر ان کے منتظر ہیں۔ اب میں نے ڈرتے ڈرتے گھر کو بلا تو دیکھا کہ وہاں گڑگڑم بحث ہو رہی ہے اور سرکار شیخ صاحب بہ شدت علامہ (اقبال) کو کوئی بحث سمجھا رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں تو ہانگ آیا اور سب سے کیفیت بیان کی۔ مگر میرا پھر چند مثنوی کے بعد سرکار شیخ صاحب تشریف لے گئے۔ علامہ تشریف لے جاتے تھے۔

سرکار شیخ صاحب کو انہوں نے خوبوں کے مالک تھے۔ بڑے شفیق اور اچھے مزاج کے  
 بزرگ تھے۔ ہم سب سے علیہما سانداز سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ طبیعت میں مزاج بھی تھا۔ چونکہ  
 میری طبیعت میں قدرے بے تکلفی ہے اس لئے میں نے خرافات کر کے پوچھ لی۔  
 سرکار ہے ادبی معاف۔ آج ڈاکٹر صاحب سے کیا بات ہو رہی تھی؟ اس پر سرکار شیخ نے  
 ایک منٹ سکوت کیا اور پھر فرمایا:

”ذکر حال شیراز پرورد اقبال عجب مردے ہے پاک است اسے ہر چہ فی گوید راستی  
 گوید (اقبال کے ہم نشین صفحہ ۴۳، مرتبہ پروفیسر صابر کلروی، مکتبہ طویل لاہور ۱۹۸۵ء)



# ماخذ اور حواشی

۱۔ اقبال نامہ شاد ص ۱۸، ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ محمد رفیع مسعود، مانتھل ماہور ۱۹۸۶ء۔ قریشی صاحب  
 دہرین انقلابات کی صف اول میں انبیاء کی شان رکھتے ہیں۔ ۱۳۴۲ھ کو پیدا  
 ہوئے۔ دسویں کا امتحان ۱۳۶۲ء میں دہر میں پاس کیا۔ تعلیمات کی ابتداء ۱۳۶۵ء میں شروع کی  
 اور تب سے ۱۹۹۰ء تک دہر ٹھہرے۔ شمس المل سے عربی و فارسی میں بی اے۔ ۱۳۷۱ھ میں محکمہ عالم کے  
 ساتھ نظامتہ تعلیم ری۔ اقبال پر متعدد کتابیں لکھیں۔ جن میں ماقیات اقبال، مراح مکتبہ اقبال،  
 معاصرین اقبال کی فکر میں حیات اقبال کی گشتہ گزریں، اقبال نامہ شاد، حیات ممدوں، مروتہ کار  
 اقبال، قابل ذکر ہیں۔ اس کتابوں کے علاوہ ہندوستان اور پاکستان کے رسائل میں بکثرت صحائف  
 لکھے ہیں۔ کئی رسائل کے مدیر بھی رہ چکے ہیں۔ تصنیفات کے لئے بہار مضمون، علامہ محمد عبداللہ  
 قریشی اور ڈاکٹر اقبال "مطلوہ" جلدی، ماہ "دفعہ ۵" جولائی ۱۹۸۸ء تک ہر نامہ عرب کے نام  
 قریشی صاحب کے کوئی ستر خطوط لکھوئے ہیں جو کتب خانہ شائع کیے جائیں گے۔

محمد عبداللہ قریشی صاحب کا کر مضمون میں اس وقت کیا گیا تھا جب وہ دہر ٹھہرے۔ اب ۱۳۶۶ھ  
 چکے ہیں اور ان کا انتقال ۱۹۹۳ء میں ہوا تھا (انگریز جلدی)

۲۔ سوئی کر سٹیم۔ عالم جدید، قاضی، دہر ہے۔ عربی علوم میں یکمائے زمانہ اور قرآنی تفسیر مہارت میں  
 بڑے ماہر ہے۔ جب علامہ شاد ہونی قلم لے لے لے میں قیام کرنا شروع کیا تھا تو آخر مرتبہ ان کے  
 فرج ہاں رہے۔ وہ ہمہ کوناس میں لایا کرتے تھے۔ موصوف میں کامور، عربی لہجہ پر کرتے  
 تھے۔ موصوفہ میں جو تقریریں علامہ کی موجود ہیں وہ سوائے سٹیم صاحب سے ہی عرب کی  
 ہیں۔ سوائے علامہ سکاٹ کے ہر ممبر تھے ہر سیکر، ممبروں نے "برہان" کے نام سے ایک عالمی  
 رسالہ شائع کیا تھا۔ جب تک سرکار علامہ لاہور میں رہے موصوفہ میں سے ہر فیض حاصل کرتے  
 رہے۔ موصوفہ سری قلمی مروتہ کے تھے۔ حق کا سلسلہ حضرت امام جعفر صادقؑ تک پہنچتا ہے۔ ۱۹۰۸  
 میں ہر فیض کا گاہدار سے اپنی سند حاصل کی۔ مٹا کے لباس خصوصی سے آپ اقبال کرتے  
 تھے۔ لاہور پہنچے ہار دے کے شہر سوات اور لاہور میں قیام میں صاحب عالم سے ملاقات ہوئی۔ ان  
 کے فیوض سے سوائے ان کے جوہر میں ہوتے چلے گئے۔ مروتہ نامہ مضمون، مروتہ کے بعد سوائے سٹیم



درت تک چاری رہا۔ اس کے بعد دھرمے کتب خانہ ملی میں مل گھنٹوں میں میری نظر سے گذرے  
تیرا۔

اکتوبر ۱۹۰۳ء میں آپ کو دلی میں صاحب مالیر کوٹ نے طلب کیا۔ نومبر ۱۹۰۵ء تک  
پبلک سچ کے لکچر ایلچام دیتے رہے۔ ۱۹۰۳ء میں کونسل کے ممبر بنے۔ ملی گندھ کے راء۔ تمام  
میں آپ نے "اصلاح تمدن" کی تحریک چلائی اور خود ہی اس کے نگرانی تھے۔ مسلمانوں کو  
اصلاح تمدن کی طرف توجہ دلائے، تعلیم یافتہ مسلمانوں میں وہ سب کی عظمت کا خیال پیدا کیا،  
مسکے سوار پر پناہ دے کر کے خیر و خیرم کے درمیان ہے کہ اگر ان شرعاً سوار کے اسیادہ کو سواروں  
۱۰ بت کرنا سواروں کے درمیان اہل ایران کی اصلاح کی کوشش اور "مصر جہ" کا ابراہیم  
آپ کے اہم کاموں میں شامل تھے۔ آپ کے گروں قدر مطالعین اخبار، چودھویں صدی  
راہ پندنی (۱۸۹۵ء) حسن حیدر آباد (۱۸۹۳ء) اور دیگر پڑے دس سال میں چھپتے تھے۔ ۲۰ ستمبر  
۱۹۱۵ء کو انتقال کیا۔ خواجہ غلام الحسن نے ۱۵ شمس میں تاریخ وفات لکھی۔ آخن دوشنبہ میں

میسوی سال سن ۱۳۳۵ء میں

حالی دہلی غلام الحسن

۱۲۲۳ھ

۱۹۱۵ء

ظاہر ہر دلی میں رہائے میں آغا سید حسین تحصیلدار کے یہاں ریجر مشیر میں قیام فرماتے۔  
جونی میں کوٹا اور سے وہاب محمد علی خان سے خواجہ صاحب کے مرنے کی اطلاع ملی تو فوراً قاف  
خان کی مرض سے ۱۰ نومبر ۱۹۱۵ء کو پالی ہفت پہنچے۔ راستے میں دلی میں حکیم اجمل خان کے  
یہاں دو تین دن قیام کیا اور کئی مجلسیں پڑھیں۔ خواجہ غلام السید میں کے حق میں دوا کی  
کیں۔ خواجہ غلام الحسنین شہرہ کتابوں کے مصنف تھے جن میں دور نامہ ساجد (۵۰ صوں  
میں) سر فرسٹ ہے یہ کتاب میرٹھ میں ۱۳۶۸ء مطابق ۱۹۱۳ء میں تھرتی پرسی میں بھی  
تھی۔ کتاب بارہ ایاب ہے لیکن ایک سواراجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں موجود  
ہے۔ خواجہ صاحب دینے زمانہ میں داسر لایب اعلیٰ درجے کے دیکل اور بلند پایہ دانشور  
تھے۔ اگر ان کے مطالعین مصر جہ دلائے رہائے دس سالوں سے کچھ کر کے عرب کے ہاں تھے آئیے  
خیم کتاب کی جلدوں میں دوا میں آئی ہے۔ انیسویں کتاب اس خانہ میں کوئی بیسٹری  
میرے علم میں موجود نہیں ہے جس سے اس کام کی توقع کی جاسکے تو م کی حالت کافی اتر ہے کہ  
اس میں اب کوئی دل لہذا حق بات نہیں رہا ہے۔ ان کے لواحقین میں کی اور لہذا حق غائب آگیا  
ہے۔



کی عمر کی۔ ۱۸۸۸ء میں سے قبل پورے اسکول اپنی پخت کی کھڑا سڑی پر تہہ بی کر لی۔ جولاء ۱۹۵۰ء پہلی۔ دو سال کرال میں رہا۔ اس کے بعد تین سال تک گبرگر میں عوامی لائبریری کی جگہ صدر تعلیمات اسپیکر مدرسی رہا۔ اس کے بعد وطن آباد اور برہم پور میں اس کی کتاب ایجوکیشن کے ترجمے کو جو گبرگر میں شروع کیا تھا مکمل کر لیا۔ ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۲ء تک پنجاب لٹریچر ایسوسی ایشن کے علم سے دور رہا۔ ان میں مضمون کا سیکرٹری رہا۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۴ء تک اسی دور سے میں ۵۰ راجہ پنچواہ پر بحیثیت مدرس مامور کیا گیا۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۸ء تک بمبئی یونیورسٹی اور ٹرینگ کالج اصطلاحات کا پرنسپل رہا۔

خود صاحب نے ایجوکیشن کا جو ترجمہ کیا تھا وہ بہت ہی پسندیدہ لگا ہوں سے دیکھا گیا۔ ۱۹۵۰ء شیلی کی رائے ہے کہ

”یہ کتاب مشہور فلاسفر برہم پور میں اس کی تصنیف ہے جس کا موضوع تعلیم ہے۔ کتاب اس مرحلے کی ہے کہ اگر انجمن ترقی اردو کی طرف سے صرف یہی ایک کتاب ترجمہ کرنا شروع ہوتی تو انجمن مبارکباد کی منتہی تھی۔ چونکہ یہ کتاب مرکز کار کتاب تھی اس لئے اس کے ترجمے میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا اور ہندوستان کے ثقافت حوں سے اپنا ترجمہ آئے۔ یہ تمام ترجمے شخص اعلیٰ ڈاکٹر مولوی خیر احمد صاحب، مہار، بہادر، شخص اعلیٰ مولوی ڈاکٹر صاحب، شیخ (حال ڈاکٹر سر) احمہ قابل صاحب، ایم اے مسٹر آرمڈ صاحب، پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اور دیگر ممبروں کے پاس بھیجے گئے۔ یا خالق آراء احباب نظام انجمن پانی جی کا ترجمہ پسند کیا گیا (انجمن ترقی اردو کی رپورٹ، اگست ۱۹۰۴ء) قابل کی رائے کے چند منظر ہیں۔

”آپ کے رائے کی بے لطف روانی بالکل حیرت انگیز ہے۔ اگر برہم پور ہندوستانی ہوتا تو وہ بھی اردو میں اس سے بہتر طرز فکر اختیار کر سکتا۔“

اردو کے مشہور صحافی اور صاحب طرز استاد اور ادیب مفتی ذیاب خان گہڑے خود صاحب کی کتاب فلسفہ تعلیم پر سیر حاصل تحریر کیا جو ”زمانہ“ کا پندرہ اگست ۱۹۰۵ء کی ۳۰۵۰ میں شائع ہوا تھا۔ یہ شمارہ میرے پیش نظر ہے۔ صرف چند سطروں پر اس کا ذکر ہوا۔ ”ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ مترجم نے فلسفی برہم پور کو حق فلاسفان ہاتھ سے نہیں جاکے دیا اور ساتھ ہی اس بات کی کوشش کی ہے کہ برہم پور اردو دور مرہ کے خلاف نہ ہو۔ ہم کو اس بات کے کہنے میں ذرا بھی جال نہیں کہ غلام صاحب کو اپنی کوشش میں بہت اچھی طرح کامیابی ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ علماء، اہل اردو، علم و ادب میں ایک خاص قابل قدر اضافہ ہے۔“

غلام صاحب نے سولہ اگست، یکم مئی ۱۹۰۵ء کو اپنی فیض حاصل کیا۔ قرآن مجید کا دینی اپنے والد گرامی اور علامہ شیخ عبدالحلیم برہم پور سے حاصل کیا تھا سمجھتے ہیں کہ

"۱۹۰۵ء سے ۱۹۲۲ء تک علامہ بروہی کے ٹیکسٹ بک سوانحہ قرآنی سے دیکھا تو فیض یاب ہوا اور ان کے بہت سے سوانحہ کی زبانی کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ اس وجہ سے میرے قرآنی دوق بھی ترقی پزیر ہوئے۔ علامہ سوانحہ قرآن مجید اور فلسفہ اسلام کے بے مثل عالم تھے۔ سوانحہ حالی سے ان کے سوانحہ کے متعلق فرمایا تھا کہ "میں نے مدت اخیر میں کئی ایسے سوانحہ لکھے ہیں جن سے زیادہ حضرت علامہ سے، نظریاتی و دینی اور اعلیٰ علم سے ملے اور روحانی فیض حاصل کیا۔ سب سے زیادہ فیض خواجہ امام بخشیں مرحوم اور مولانا سید محمد حسین فاضل سرسوی سے حاصل کیا۔ جن کے سوانحہ میں مولانا حضرت شیخ کا رنگ ہے (جنس و عقیدہ سادات اور سونیس سطور جلی ص ۹۷) مرحہ سید محمد حسین چارچپی، مطبوعہ ۱۹۳۶ء)

خدا مقرر کرے مرحوم سید محمد صادق صاحب مبین کو انہوں نے چند سال پہلے مجھے اطلاع دی تھی کہ مرحوم صاحب کا انتقال ۲۱ دسمبر ۱۹۳۷ء میں رمضان المبارک ۱۳۵۷ء کو ہوا تھا۔

۱۱۔ مکی میراظم ۱۳۵ مرتبہ محمد مرزا خان دہلوی ۱۹۳۶ء

۱۲۔ سوانحہ حصہ ۱ و ۲ ۲۶۲۵

۱۳۔ اظہار رضا کارنامہ اور سوانحہ ۳۰ مطبوعہ ۱۹۹۶ء

۱۴۔ علی گڑھ یگزیں اکبر الہ آبادی مسررحہ سید شہید الحسن (ضمیمہ خطوط اکبر الہ آبادی) صدر القادری

۱۵۔ خطوط اکبر نامہ مرحوم عثمانی ص ۹۰ مطبوعہ ۱۹۶۲ء دہلی

۱۶۔ ایضاً ص ۶۰

۱۷۔ ایضاً ص ۵۷

۱۸۔ اقبال نامہ شادہ احمد عبداللہ قریشی ۱۸ شاد اقبال ص ۷۷ مرحہ اکبر علی الدین قادری زور

۱۹۔ ذکر اقبال ص ۱۳۱ ہندوستانی ایڈیشن

۲۰۔ سوانحہ حصہ ص ۲۹

۲۱۔ قراب محمد علی خان قزلباش۔ نواب احمد علی خان قزلباش (متوفی ۱۸۹۶ء) کے مساجد اے تھے۔ ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ سر فتح علی خان قزلباش ان کے چچا تھے۔ ان ہی کے یہاں علامہ بروہی قیام پر رہے اور ان کے قبال ان کی خدمت میں دستاورد کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ نواب صاحب قبال کے نکاح کیونگی تھے اور دونوں میں ابتدا سے ہی گہرے مراسم تھے۔ موصوف ادب علی عمر میں ۲۷ برس ہوئے اور لاہور میں پہلی کتب کے دیکھ کر ہر وقت بھی تھے (تذکرہ)۔ دسمبر ۱۹۳۵ء میں لاہور میں پہلی ایچ گرن مطبوعہ ڈولکھورگیس





میرداد صاحب بڑا کٹر اقبال اور مرزا اقبال الدین جیسے مزاجیٹ، فلاسوف ذہانت پر عملی تھان کی سوز  
میں چڑھ کر شاندار پارٹ (لاہور) کی سیر کو گئے۔ راستے میں میرداد صاحب نے کہا یہیت خیریت سے  
کہا کہ فلاسوف صاحب کی سوز کسی قدر خاموش واقع ہوئی ذرا شور نہیں کرتی۔ اس پر اقبال نے  
ایک نظم کہی جو آگے درج ہے۔ مطلع ہے۔

کیوں ہے کی بات چکر رنے کل گئی۔ سوز ہے ذہانت پر عملی تھان کا کیا شوق

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری نے اقبال کی مشقوں میں اس قدر خودی اور دھڑ بھڑادی ہے کہ پڑھ کر اسے  
میرداد صاحب نے اپنے رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ میں شائع کیا۔ غرض کہ کہا یہیت صاحب ادنیٰ  
ھے۔ آمد اور لا رہی ہے اچھا خاصا شفق تھا (اقبال نامہ شاعر ۱۲۲۲ء مہاراجہ قریش)

صح نقوش لاہور نمبر صفحہ ۱۱۵۹ء مطبوعہ ۱۹۶۲ء





علامہ میرزا عبدالکریم زنجانی



## علامہ میرزا عبدالکریم زنجانی

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر اقبال، علامہ شیخ عبدالحی برودی کے بعد آیۃ اللہ میرزا عبدالحکیم زنجانی سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ علامہ زنجانی مالِ جہد اور فقیر بے مثال تھے۔ موصوف کے حالات کی تلاش میں مجھے رستم کی طرح گویا سخت خوش طے کرنے پڑے۔ کئی کتاب خانوں کی خاک چھانچھانچی۔ بہت سے علماء دین کے شریعت کدوں پر دستک دینا پڑی اور کھنٹوں باہر انتظار کرنا پڑا، لیکن بے سود۔ جناب محمد امیر سجاد عالمی فرزند مبارک انکار محمد میر حیدر جان محمود آباد اس کھنٹو نے علامہ زنجانی سے آخری عمر میں نصف اشرف (مراق) میں کئی حقائق کی تحسین۔ انہوں نے مجھے قیام عراق کے زمانے کی ایک مجلس کاتب عربی زبان میں سنایا۔ حسبِ انہیں معلوم ہوا کہ میں عربی سے ناواقف ہوں تو موصوف نے انوارِ علم کواری پہلے ٹیپ کا مخطوطہ حصہ عربی میں لکھا اور اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ بھی کر کے دیا۔ جناب حمید اختر نقوی (کراچی) نے میری گزارش پر علامہ زنجانی کے حالات مشہور شاعر جناب عزت لکھنوی مرحوم کے صاحبزادہ جناب آقا اسد کے ہاتھ روانہ کئے۔ میں جناب سید اقبال حسین کاظمی سکر بکری جرنل مرثیہ فاؤنڈیشن کراچی کا انتہائی مسنون ہوں کہ انہوں نے کئی ہفتوں کی محنت و زود کے بعد علامہ طالب جوہری سے رابطہ قائم کر کے زنجانی طالب گزشتہ بیش بہا حالات زندگی سے سرفراز کیا۔ جوہری صاحب اگرچہ علامہ کے شاگردوں میں نہیں تھے۔ لیکن ان سے طاقاتیں ضرور ہوئی تھیں۔

جناب آغا سید محمد باقر صاحب موسوی (بذکام) کشمیر اور جناب مولوی شیخ حسین زینا شی بھی نصف اشرف میں طالب علمی کے زمانے میں زنجانی مرحوم و مغفور کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ ان دونوں حضرات نے علامہ کے بارے میں نہایت اہم اور مفید معلومات تحریری طور پر فراہم

کئے ہیں۔

میں کتاب پر نظر دینی کر رہا تھا کہ مرحوم صاحب دایکار صاحب کے چھوٹے صاحبزادے محمد امیر مسکری صاحب المعروف "جی" سے بھی زبانی صاحب کے بارے میں نہایت ہی غرض بہا معلومات دستیاب ہوئے۔ انہوں نے علامہ کی ایک کتاب "مناہجہ حج" مع تصویر اور ایک خط کا کس بھی محتاجت فرمایا۔ علاوہ ازیں جی صاحب سفر نے مضمون کی تجارتی کے لئے کلی نادر و نایاب کتابوں سے بھی نوازا ہے۔

شیخ عبدالکریم زبانی کے سفر کے حالات ان کے ایک معتقد محمد ہادی لکھنؤ نے کتابی شکل میں جمع کر کے "رحلۃ الہام الذی مسجانی" کے نام سے طبع الفرائی، نجف اشرف سے ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۷ء) میں شائع کئے۔ یہ جامع محمد رشید دہلوی کی دلی امداد سے یہ کتاب شائع ہوئی تھی۔ دراصل زبانی کے یہ حالات بہان کے ایک جریحہ "العرفان" جز ثانی النکتہ ۱۳۸۸ھ (۱۹۷۱ء) سے ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۹ء) سے داخل ہیں۔ کتاب مذکورہ انتہائی کیاب ہے اور برصغیر میں غالباً دو نمونے ہی موجود ہوں گے۔ جس کو جی صاحب کی نظر سے گذر تھا۔ اس کی پہلی جلد کے حاتمہ میں سواف نے اطلاع کیا تھا کہ اس کتاب کی جلد ثانی جلد ہی شائع ہوگی جس میں شیخ زبانی کی وہ تقریریں ہوں گی جو انہوں نے فلسطین میں، مسجد اقصیٰ میں، بیت المقدس، دمشق، عمان، ہندوستان وغیرہ میں کی تھیں۔ جلد ثانی میری نظر سے بھی تک نہیں گری ہے۔

سفر کھٹو کے دوران شیخ زبانی نے ایک عربی خطبہ نذر اہل العلماء کھٹو میں دیا تھا۔ جس کا ذکر "سرفراز" جلد ۱۱، ستمبر ۱۹۳۵ء، ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں موجود ہے۔

اس طرح کلکتہ مسلم اصطلاحات میں شیخ زبانی نے بہت سی مفصل تقریریں کیں جس کا ذکر مختلف اخبار و رسائل میں چھپا تھا۔ جہاں اشتہار اس بارے میں شائع ہوا تھا اس کا حوالہ درج ذیل ہے۔

"مجتہد اعظم نجف اشرف کلکتہ میں"

"حضرت علامہ سرکار آقا میرزا عبدالکریم زبانی مجتہد اعظم عراق و ایران حسن اتفاق سے اس وقت کلکتہ میں تشریف فرما ہیں۔ ہم لوگوں کی استدعا پر جناب محرم راج ایک تقریر "فلسفہ دیانت اسلامی و اتحاد اسلامی" پر تاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۵ء بروز جمعہ شب ساڑھے آٹھ بجے یہ مقام مسلم اصطلاحات (درسہ عالیہ) فرمائیں گے۔ صحیح حقائق مسلمانوں سے استدعا ہے کہ وقت مقررہ پر شرکت فرما کر استفادہ حاصل فرمائیں۔"

قلعہ میں علاء الدہلوی کی ملاقات ہوئے بڑے بڑے مسلم علماء اور دانشوروں کے علاوہ راجندر ناتھ ٹیگور اور سہاش چندر بھوسہ وغیرہ سے بھی ہوئی تھی۔ اس سے قبل دہلی میں اور لوگوں کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد اور دوسرے زمام مصروف کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ مولانا آزاد نے عبداللہ صاحب زحمان اہقران کا ایک نسخہ بھی حاضر کیا تھا۔ مولانا صاحب نے شیخ زحمان کو کراٹھوں پر دکھا تھا۔ وہیں بڑے بڑوں کی تقریر کی تھی۔ فرنگی محل کے علاوہ نے بھی دعوت دی تھی۔ اس موقع پر وہیں عربی مدرسے میں علاء اور علماء سے خطاب بھی کیا تھا۔ شیخ صاحب جب بھی تخریف لے گئے تو ڈاکٹر اسہیز کر بھی ان سے ملنے آئے تھے اور ان سے رازدارانہ گفتگو ہوئی تھی۔ یہ سب واقعات سبوں نے سفر نامہ میں درج کئے ہیں۔

### حالات زندگی شیخ رحمانی کا تعلق عراق کے ایک مشہور معروف عربی گھرانے

سے قاجار جب اشرف میں خاندان "شرف شاہ" میں آباد تھا۔ شیخ کے جد امجد شیخ محمد اہلی، اہل بیت کے نمایاں علماء میں سے تھے۔ انہوں نے ۱۲۷۷ھ میں نجف سے بلاد ایران کی جانب ہجرت کی۔ یہ وہ دور تھا جب وہاں کے خلیفہ و کربلا پر حملہ کیا گیا اور قتل و غارتگری کی تھی۔ ایران میں وہ جب شہر زہبان (خود دین اور شہر کے درمیان واقع ایک خوبصورت شہر ہے) پہنچے تو وہاں کے مجتہد اعظم الشہید محمد معروف بہ الشہید الجعفی اور دیگر علماء و رؤساء نے ان کا استقبال کیا اور مہولہ کی بنی کا عقد شیخ محمد اہلی کے بیٹے شیخ محمد الحسن سے ہو گیا۔ اس رشتے سے شیخ محمد الحسن کے انکوتے بیٹے شیخ محمد امین پیدا ہوئے۔ شیخ محمد امین کے اسوں میرزا عبدالمواہج امام جعفری کا عقد شیخ محمد امین سے ہوا۔ اور شیخ عبدالحکیم دہلوی ان کے تھا۔ مراد ۱۳۰۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت "فَضْلُیْنَ اللّٰہِ وَ قَفَّحْ قُرُوب" کی آیت سے نکلتی ہے۔

آپ کی پرورش علماء کے گھر میں ہوئی۔ علاوہ گھریلو علمی ماحول کے مختلف مدارس طلبہ میں فلسفہ اور دینی تعلیم مختلف بلاد میں حاصل کی۔ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کے ہماری استفادہ اور تعلیمات پر عبور حاصل ہونے کے بعد دوس مالہ و فلسفہ میں شرکت کرنے لگے۔ دینی دوس جو بحث خارج کہلائے ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد آخر کار نجف اشرف پہنچے جہاں انہوں نے ۱۳۲۶ھ ہجری (۱۹۰۷ء) میں اجارۃ اجتہاد حاصل کیا۔ ان کو اجتہاد کا اعجاز اس زمانے کے مشہور و معروف مریخ عقیدہ "شہید محمد کاظم دہلوی" نے دیا تھا۔

شیخ رنجانی کے شاگردوں کو دیکھتے دیکھتے دلوں نے روایت کی ہے کہ ہم نے آپ کے والد اور  
 ماموں کی موجودگی میں آپ کے ذہیروں شاگرد دیکھے اور آپ کے ہاؤز، طبیب و سباحہ قلعہ کا شہرہ  
 سنا۔ اچانک اجتہاد کے بعد نجب اشرف کے علاوہ آپ کے علوم سے استفادہ کرتے تھے۔ لوگوں کی  
 مختلف رائے یہ تھی کہ آپ ایک عظیم اور عظیم القدر عالم تھے۔ حاضر جہاں، صاحب مہارت و کادست علم  
 سے نہ محرم کے پتے، فلس کو حجاب عقل سے قابو میں رکھنے والے تھے۔ رنجانی صاحب پیر و سیاست  
 کے شائق بھی تھے اور قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ پر عامل ہوئے

"قل صہدوا فی الارض فلعلکم تلعظون و لکھف ہذا الخلق" (سورہ غفوت۔ ۲۰)

(ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ زمین میں پیر کرو اور دیکھو کہ خدا نے خلقت کا آثار کس  
 طرح کیا ہے) اور غفوت، بلاد اسلامیہ کے سفر کا ارادہ کیا۔ خصوصاً مشرق کے تمام دیار مسلمان جن میں  
 بلاد عرب، ہندوستان، افریقہ اور چین شامل ہیں اور امت مسلمہ کی فلاح کی خاطر ان بلاد مسلمان  
 کے علماء و ملت سے ملاقات کی۔ علمی مسائل پر گفتگو کے علاوہ وحدت اسلامی اور جمعیت المسلمین کا  
 پیغام گوشہ گوشہ تک پہنچا اور بالی وحدت اسلامی کا خطاب حاصل کیا۔

شیخ رنجانی کے کچھ حالات مذکورہ مرفر میں درج ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں سید محمد اللہ  
 رضوی (معلم لاہور جو شیخ کے مرید لاہور آئے تھے) نے کچھ آنکھوں دیکھا حال تا ارادہ بھی شامل تحریر  
 ہے۔ ہندوستان میں آپ نے یہاں کے ہندوؤں سے ان کے معاشرتی اور مذہبی طبقات اور تفریق  
 پر گفتگو کی۔ مسلمانوں سے وحدت اسلامی پر اور انگریزوں کی غلامی سے اہل ہند کی رہائی پر زور  
 دیا۔ لبر مسلم طبقہ کے فکر میں اس پیغام کو عام کرنے کی کوشش کی کہ اسلام کو اپنی اہل خصوصیات کی بنا  
 پر تمام ادیان عالم پر انصاف حاصل ہے۔

طاہر رنجانی مساوات انسانی کے قائل تھے اور نئی نوع انسان میں کسی قسم کی تفریق اور  
 تفاوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے اجتماع، مسلمان میں قوم اور قبیلہ کی بنیاد پر یہاں کی نفی  
 کی۔ جب لکھنؤ آئے تو یہاں خدوۃ العلماء میں آپ کا علمی مباحثہ "علم اور اخلاص" کے موضوع پر  
 ہوا جس کا حال اخبار سر فرار میں درج ہو ہے۔ اس گفتگو کا اسلوب فلسفیانہ اور اہل تحقیق کے اس  
 قول سے کہ علم، عالم کے وجود سے ہے۔ یہ سوال پیدا ہوا کہ عالم کا مرکزہ طبیعت اس وقت کیا ہوگا  
 جب وہ سب دوسریاں کا شکار ہو جائے۔ طاہر اہل علم کی تحصیل میں اس بات کا لحاظ لازم ہے کہ کس علم  
 کو سمجھنے میں ترجیح دی جائے۔ اس لئے کہ علم روح کے واسطے بہ منزلہ خدا ہے اور جسم انہی کی غذا ہے  
 یہ امر قابل غور ہے کہ جو خدوۃ ایک پیرا سال کے لئے ہوئی، کمزور اور طاقتور کی غذا میں فرق کیا جائے



۴۔ جو غذا صحت مند کو دی جائے گی وہ بیمار کو۔ دی جائے گی۔ یہی حاملِ علم کا ہے۔ حسبِ استعداد  
حکم۔

اس مباحث میں علامہ موصوف سے اس بات پر درود ذکر تفصیل علم میں ابتدائی مراعاتی  
تعلیم ہے کہ یہ دینی اور تعلیمات اسلام اور ایمان کی رہنمائی کی جہاد ہے۔ آپ کے روایک علم  
اخلاقی کا سیکھنا امت کی وحدت اور سیاسی یکدہی کا سبب ہے۔ البتہ لاہور میں آپ کے مباحث  
کا محور فلسفہ اور باہمی کے وقتی سہکی تھے۔ جس میں "ابجد اعلائیہ" کا موضوع غور و گفتگو تھا۔ جسم کے  
اجزاء، روئے فلسفہ چار ہیں۔ تین مکانی اور ایک ربانی۔ مکانی یہ ہیں۔ طول و عرض و سبک (بلندی)  
اس طے میں علامہ نے فرما دیا کہ فلسفہ کی اصطلاح میں جسم کے اجزاء (جسم سے ملحد و حائقی) تین  
ہیں جو مکانی ہیں اور ظہر باہمی بھی ہر جسم کے لئے تصور کئے گئے۔ جس خطوط سے عبارت ہے۔ جنہیں  
قائمہ، یوں سے قطع کیا جاسکتا ہے۔ البتہ چوتھے حصہ کا اضافہ اس میں علامہ نے کیا ہے اور وہ  
بھی رہا ان کو اجزاء میں شامل کر کے اجزاء اور ہر فرد پر ہے (اس بحث کے لئے علامہ ربانی کتاب  
"اسفار" کے صفحات ۱۱۳۷ اور ۱۱۳۹ ملاحظہ ہوں)

علامہ رحمانی کلکتہ کے سر کے بعد لکھنؤ تشریف لائے تھے۔ یہ دسمبر ۱۹۳۵ء کا دور۔  
تھا۔ یہاں محمود آباد دس قیصر باغ میں جناب راجہ صاحب کے یہاں تھے۔ کچھ دنوں کے بعد محمود  
آباد گئے جہاں ۳ جنوری ۱۹۳۶ء کو راجہ صاحب کا جشنِ سندھنی منایا گیا۔ اس موقع پر ایک تصویر بھی  
اتاری مٹی جس میں علامہ بیچ میں اور دائیں بائیں راجہ صاحب اور مہاراجہ صاحب نظر آتے  
ہیں۔ تصویر میرے پاس موجود ہے جو حالی صاحب نے عاتق فرمائی ہے۔ علامہ نے محمود آباد قلعہ  
میں کئی دن تک قیام کیا تھا۔ یہ بات لطف سے خالی نہیں ہے کہ سندھنی کی تفریب پر اور لوگوں کے  
علاوہ شعراء وادباء و علماء اور روساء کا ایک جم غفیر تھا۔ ان میں متبول حسین طریف لکھنوی بھی علامہ  
موصوفی کے نزدیک ایک خیمے میں قیام پذیر تھے۔

اس کے پہلو میں ایک اور غیر خاص میں ایک بھرے میں مور کے بچے تھے۔ میرے  
پاس کلیاتِ طریف کا ایک قلمی سؤ مشہور خوش رو میں جناب شیخ متار حسین جو چوری کے ہاتھ کا لکھ ہوا  
مخلوط ہے۔ اس میں لالہ رشتائی سے مولانا مفتی لکھنوی کی وہ تمام یادداشتیں موجود ہیں جو حکامِ طریف  
سے متعلق ہیں۔ اس میں طریف کا وہ یادگار قطعہ بھی ہے جو انہوں نے منایا تھا۔ قطعہ لوگوں نے پسند  
کیا اور طریف کے "نورِ منی" میں ص ۳۸ میں بھی موجود ہے۔ ایک شعر میں علامہ رحمانی کا بھی ذکر  
آ رہا ہے۔ چند شعر یہ ہیں۔

جس پہلواڑی میں رہنے کو جو بسمن پایا      نہ الحمد انہیں شب تنہائی ہے  
اس طرف میں ہوں دھرمور کے چوں کا نفس      کشش ہموٹی ایک جگہ لٹائی ہے  
بعد مدت کے ہو ساتھ اہل ان کا      کیوں نہ ہو دونوں میں اہل دردی تہائی ہے  
فیض سے صحبت علامہ رحمانی کے      اس طرح جسٹ دیا بر سے ہاتھ آئی ہے  
قدمت عالم دین کا یہ نتیجہ ہے طریقہ  
ابن طاہرؒ کے پہلو میں جگہ پائی ہے

بھگت شام عربیاں کے شہرت یافتہ ہیں لا اقل دو ڈکڑا صاحب جوہری صاحب، آغا  
اللہ میرا رحمانی کے بارے میں اپنے جیسوٹ گرامی نامہ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۹۹ء میں لکھیے ہیں ۔

”مگر چہ میں حضرت امت اللہ عظمیٰ شیخ عبدالکریم رحمانی رضوان اللہ کے  
شاگردوں میں شامل رہا، لیکن مجھے ان کی خدمت میں حاضری کا شرف  
ہے۔ میں نے ان کا آخری زمانہ دیکھا ہے۔ جب وہ گوشہ نشین ہو چکے  
تھے۔ سہرہ ہندی کے عقب کے ایک کوچہ میں، تنہائی سادہ سے مکان میں  
آپ کا قیام تھا۔ گاہے گاہے حرم امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے  
سنے باہر نکلتے تھے۔ سبقت دہری کی طرف اہل ضم، چوڑی اور گھنی ڈاڑھی  
اس پر سفید رو، ہاتھ میں عصا اور پٹے میں (بڑا ہاپے کے سبب) تھوڑا سا  
فلکب۔ باتیں کرتے وقت سانس کے وقت تھوڑے سے سہاواں ہوتے  
تھے۔ چلتے وقت عقب میں آپ کا مدام خاص رسم نجف کے مطابق آواز  
چند دور دہا ہوا تھا۔

میں نے آپ کا دور زمانہ دیکھا ہے جب نہ آپ کی طرف لوگوں کا رجوع تھا  
اور نہ طلبہ آتے جاتے تھے۔ آپ کے متا شاگردوں کا بھی مجھے علم نہیں  
ہے۔ اس لئے کہ میں نے اپنے زمانہ قیام نجف میں شیخ کے درس و بحث کی  
کوئی اطلاع نہیں سنی۔ کہا یہ جانتا تھا کہ چونکہ شیخ رحمانی اپنے دور کے خلف  
سربراہان مملکت اور رجال سیاست سے روابط اور مراسلت رکھتے تھے لہذا  
لوگ انکی خدمت میں حاضری سے پرہیز کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## آغا سید باقر موسوی کا خط راقم کے نام

جناب آغا سید باقر (ذکام) ہادی کشمیر میں خاصوشی سے اپنے دینی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ میں ان کی سادگی اور علمی سطوات کا قائل ہوں۔ اور کبھی کبھی ان کی حدیث میں حاضر ہوتا ہوں۔ آغا صاحب گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ سال گذشتہ میں نے علامہ رحمانی کے بارے میں خط لکھا تھا کہ اگر آپ سے اپنے قیام نجف کے بارے میں علامہ مرحوم کو دیکھا تھا ان سے کبھی شرف ملاقات حاصل ہوا تھا تو مہربانی کر کے اپنے اثرات سے تحریری طور پر آگاہ کریں۔ آغا صاحب اپنے خط میں ۲۷ جنوری الاول ۱۳۳۸ھ کو لکھتے ہیں۔

”حضرت آجہ اللہ اعظمی آقائے شیخ عبدالمکریم رحمانی علیہ الرحمہ نجف اشرف عراق کے بلند مرتبہ مجتہد اور فیلسوف تھے اور علمی مقامات اور کثیر تصانیف کی بدولت اسلامی دنیا میں مشہور تھے۔

جب میرا قیام قطیف میں تھا تو اکثر و بیشتر ان کی زیارت کبھی حرم مقدس کے احاطے میں اور کبھی محلہ خولیس کے گلی کو سچے میں نصیب۔ ہوتی تھی۔ محلہ خولیس ہی میں دوسرے علمائے اہل حق تھا جہاں میرا قیام ہوا تھا۔ البتہ ایک دودھ بھس دھنڈا کے ساتھ ان کے گھر گیا جو سہرہ بندی کے قریب تھا جس کی ولایت گویا ایک خستہ جھونپڑی کی تھی۔ دراصل انتہائی مختصر۔ ان دنوں وہ پچانوے سال کے باعث بہت بڑے حال نظر آتے تھے اور چلنے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دن میں حرم مطہر کی زیارت کے بعد باہر آیا اور آجہ اللہ موسوی بھی نہر جماعت کی درواگلی کے بعد گھر کی طرف آرہے تھے تو میں نے اسے چلتے میں سلام عرض کر کے بعد سوال کیا کہ بندہ نے بہت پہلے فقہ کے کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ جناب والا کو ڈاکٹر اقبال کے ساتھ اقصیٰ مراسم تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقاتیں بھی ہوں ہیں اور مسئلہ امامت پر مکالمہ بھی ہوا ہے جس کے نتیجے میں علامہ نظریہ امامت کے قائل ہوئے اور مفسرین۔ فرمائیے۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟ یہ تھا میرے سوال کا خلاصہ میرے لفظوں میں۔ تو میں نے پہلے پہلے میں

جواب ارشاد فرمایا اس کا حاصل یوں ہے۔

”نبی امیری ان سے ملاقات ہوئی ہے اور ان سے مکالمات بھی ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل کتابی شکل میں بھی ہوئی ہے اور فرمایا کہ اقبال امامت کے بارے میں یہ عقائد رکھتے تھے کہ حضرت علیؑ من جانب اللہ علیہ وسلم تھے اور اسی ضمن میں اقبال کا یہ شعر بھی پڑھا۔

گرچہ ار طرر جمہوری غلام ملت کا رہے شو

کہ ار سطر دو صد طر نگر انسانی نمی آید

اور آخر میں فرمایا!

”جب میں لاہور آیا اور اقبال سے ملاقات و گفتگو ہوئی تو میرا اس کے بعد کلکتہ جانے کا پروگرام تھا۔ چنانچہ میں ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہوں۔ میرے بدردق کے لئے اور اصحاب کے علاوہ اقبال بھی آئے تھے۔ وہاں بعض صاحبوں نے اقبال سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! آقا کے ساتھ جو گفتگو ہوئی اس میں آپ کس نتیجے پہنچے؟ تو اقبال نے جواب دیا کہ ”آقاؑ نے میرے لئے ایک راستہ بنا دیا جس کے دور دراز اپنی دیوار کھڑی کر دی اور مجھے ساتھ سے چلے۔ پھر جو میرے سفر کی آخری منزل تھی۔ وہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا دروازہ تھا“

پہ آقاؑ نے رہائی کے جواب کا میرے اپنے الفاظ میں خلاصہ تھا۔ بہر حال انہوں نے اپنے مکان تک کی گام کا سلسلہ چلایا اور کچھ مدت سے نظر آئے۔ میں سلام کر کے در سے کی طرف روانہ ہوا۔ آج وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ لیکن مجھے اس ملاقات کا تصور اکثر و بیشتر آتا رہتا ہے اور واقعی میں مجھے بزرگ علماء و فقیہ کی جدائی ایک بڑا المیہ ہے۔ رہے امام اللہ کا“

اوپر جناب فاضل صاحب (محمود آبادی) کا ذکر آچکا ہے۔ انہوں نے علامہ زبہانی کے ایک خط مورخہ ۵ صفر ۱۳۶۶ ہجری کا عکس بھی دیا۔ خط میں علامہ زبہانی نے مہاراجہ صاحب مہاراجیکار صاحب اور بی بی مہاراجکری صاحبہ و طبرہ کے علاوہ مہاراجیکار صاحب کے بڑے صاحبزادہ محمد امیر کاظم مرثیت مجلس کا ذکر تحریر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ مجلسی صاحب جناب عامل اور فی صاحبان کے بڑے بھائی ہیں۔ علامہ کا خط مہاراجکری صاحب کے نام ہے۔ اس کے



الْأَرْبَ الْخَامِسَ يَقُولُ "نَبِيَّتُكَ الرَّسْمَانِي يَحْكُمُ فَطَنَتُكَ لَنْ أَنْتَ سَيِّئًا فَلَمْ تَزَعْ  
 مِنْ قَبْرِهِ خَبْرًا يَحْكُمُ فِي النَّاسِ" بِمَا مَا خَلَصَ حَقَّتْهُ جِلَّةٌ لَهُ كُضِبَ يُقْبَلُ  
 يَدِينُ وَقَالَ "هَذِهِ أَوَّلُ وَأَخْرَجَ أَقْبَلُهَا فِي الشَّرْقِ الْأَوْسَطِ جِلَّةُ الشَّيْخِ الرَّ  
 سْمَانِي إِلَى الشَّامِ وَالْقِيَّ حَطَابٌ فِي الْجَمَلِ الْأَتَوَى بِمُصَوِّرٍ مُخْتَلَفٍ الْفَلَمُ  
 مِنْ مُخْتَلَفٍ التَّدَاخُلِ فَكُنْتُ إِذْ هِيَ الضَّعِيفُ "مَنْ الشَّيْخُ ؟" قَالَتْ "لَنَا حَقٌّ  
 الْإِسْمُ زَيْدُ الشَّامِيهِ قُلِي بِمَنْ الْخَمْسِ (عَلَيْهِ السَّلَام) فِي مَجْلَسٍ يَرِيدُ بِمَنْ  
 مُعْلَمِهِ أَسْمِيرِيذُ النَّوْزِ أَنْ يَطْلُعَ عَلَيْهِ حَطَابٌ فَيَقِي حَطَابٌ زَيْدُ الْعَالِدِي  
 قَطُّوعًا مَبْنُورًا لَمْ أَنْ جِلَّةُ الْإِسْمِ الرَّسْمَانِي مُكَلَّلٌ حَطَابٌ زَيْدُ الْغَابِيهِ"  
 هَذَا الْعَلَامُ بِكُلِّ لَارِمِ النَّاسِ الْإِنْفُؤَالُ بِمَنْ خَوْفُ مَبْتَدِئُوا بِهِ  
 يَهْتَدُوا بِهِ وَلَكِنْ لَنْ الْأَعْدَاءُ شَعُوا غَيْرَتَهُ وَتَعَوُّفَهُ وَتَهْدِيَهُ رَقَّتْ سَهَامُ  
 الْبَهَائِيَّاتِ وَالْمُتَوَاتِرَاتِ فَكُنْ فِي بَيْتِهِ مَكَلَّنَ أَحَدٌ يَنْزُ عَلَيْهِ مَكَلَّنَ أَحَدٌ يَجِبُ  
 أَنْ يَنْزِلَ فِي بَيْتِهِ مِنَ الْبَهَائِيَّاتِ وَالْإِسْمَانِ يَقُولُ أَحَدُ الْفَلَمِ "زَوْجَةُ الشَّيْخِ  
 الرَّسْمَانِي جِلَّةٌ نَبِيٍّ وَقَالَتْ لِي "نَبِيُّ الشَّيْخِ عَلَى فَرَأَسِ الْقُبُورِ مَا أَحَدٌ فِي جَمْعِهِ  
 إِزْهَاجِي" بِمَا كَتُورَ بِطَبِيبٍ مَا أَحَدٌ حَوْلَهُ يَقُولُ "رَحْتُ فَقَلَّ بَيْتُهُ مَبْهُرًا  
 عَلَى فَرَأَسِهِ مَا مَسَدٌ وَلَمْ (لَيْسَ مَا مَسَدٌ لَوْلَا) وَمَاتَ فَيُورَا عَرِيضًا مُوَبَّى  
 بِمَا حَطَابٌ فِي بِلَاسٍ فِي مُوَالِدِيهِ الْفَلَمِ لَمْشُ ؟ لَنْ الْأَعْدَاءُ مَابَرِيذُ أَنْ  
 يَطْلُعَ فِيهَا طَاهِدٌ فِي خَيْرٍ لَا يَرِيدُ أَنْ يَمُتَ فِيهَا مَابَرِيذُ مَابَرِيذُ فِيهَا غَالِمٌ  
 مُضْبُوعٌ بِذَلِكَ يَزُجُّ جِلَّةُ الْبَهَائِيَّاتِ وَالْمُتَوَاتِرَاتِ أَنْ بِمَنْ كُلِّ جِلَّةٍ وَنَكَلٍ وَحَاسِنًا  
 إِنَّا هَذَا الْعَلَامُ جِلَّةُ الطَّلِيَّةِ جِلَّةُ الْعَمَلِ جِلَّةُ الْفَلَمِ الطَّلِيَّةِ نَفُوجُهُ جِلَّةُ  
 الْبَهَائِيَّاتِ وَالْإِسْمَانِ"

ترجمہ مرحوم، امیر محمد اکرم رحمانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ اشرف کے ستونوں میں  
 سرحد تھے۔ خطہ ادیب کے بلند ترین مقام پر قائم تھے۔ وہ مصر گئے اور جامعہ طارہ میں تفریر کی اور  
 اپنی تفریر سے سارے طارہ پر چما گئے۔ اکثر مدرسین (نوٹ ڈاکٹر مدرسین کی شخصیت) ہج  
 تعارف تھیں۔ کثیر تصانیف بلند پایے کے ادیب اور مورخ اور جادو تھے۔ مصر کے دورِ تعلیم بھی وہ  
 بچے ہیں۔ ادیب عربی کے شعبہ کے سرکاری) کہتے ہیں "میں سے رحمانی کو تفریر کرتے سنا اور مجھے  
 گماں ہوا کہ گویا میں بیت قبر سے زندہ ہو کر نکل" نے اور لوگوں کے درمیان شہر کر رہے ہیں "اور

جب تقریر ختم ہوئی تو طومین آئے اور آیت عذر بھائی کے ہاتھ چومے اور کہا

"یہ پہلا بار غری ہاتھ سے جو ہارے مشرق وسطیٰ میں میں نے چاہے"

شیخ ربیع بن جریہ شہر شام میں آئے اور مسجد اعمیٰ میں مختلف مذاہب کے مختلف علماء کے درمیان تقریر کی۔ وہاں کے ایک اخبار نے "کون ہے جو شیخ" کے عنوان کے تحت لکھا "جب امام ربیعین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام نے ہجرت مین معاویہ کے دربار میں مسجد میں خطبہ دیا تو یہ نے سونا کو حکم دیا کہ ان کے کام کو قطع کر دے۔ اس وقت سے ربیعین العابدین علیہ السلام کا خطبہ منقطع اور ناقص رہا یہاں تک کہ امام ربیعین نے اور ماہرین عابدین علیہ السلام کے خطبہ کی تکمیل کی"۔ پھر شیخ حسن موسیٰ سمار کہتے ہیں "یہ عالم تھے ایک ایسے عالم کہ لوگوں پر لازم تھا کہ کثرت سے اس کے گرد جمع رہیں، ان کا احترام کریں، ان پر نظر کریں، ان کے صفات کی فرجوں پر وہ کہیں، لیکن ہمارے دشمنوں سے جب ان کی عزت کو دکھا، دوسروں پر ان کی فوقیت کو دکھا، ان کی اتھاری حیثیت کو دکھا تو ان پر جھوٹے پروپاگنڈہ اور مزامنات کی تیر برساتے گئے۔ حال یہ ہوا کہ وہ اپنے مکان پر تہذیب میں مدھی بسر کرتے کوئی ان سے ملے نہیں جاتا تھا۔ بیٹیاں اور بیٹوں کے سب کوئی جرأت نہیں کرتا تھا کہ ان کے مکان پر جائے۔ بغف کے علماء میں سے ایک نے عطا داک "شیخ ربیعین کی روح میرے پاس آئیں اور مجھ سے کہا کہ "شیخ کو دراستہ مرگ پر دیکھو کہ ان کے پیلو میں کوئی نہیں ہے، کوئی نہیں کہ جو ان کو باہمیہ کولائے۔ کوئی ان کے پاس نہیں ہے" میں فوراً اٹھا اور دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مرد فقیر اپنے بستر مرگ پر چاہے۔ کوئی پاس نہیں۔ کوئی بیٹا پیلو میں نہیں (ان کے دلدادہ تھے) اور وفات کر گئے، ایک فقیر اور مرید کی طرح"۔

یہ سب کچھ دشمنوں کی ہستی میں نہیں ہوا۔ یہ ہماری اپنی ہستی میں ہوا۔ ہمارے یک بڑے مرکز میں ہوا۔ کیوں؟ کیونکہ جس شخص کا ہے کہ ہم میں کوئی ایک بھی ایسا اٹھ سکے جس میں خیر اور فضل ہو۔ وہ نہیں چاہے ہم میں کوئی عسکری اہم سکے۔ وہ نہیں چاہے ہم میں کوئی عالم مصلح نشو و نما پائے۔ اس لئے ایسوں کے خلاف بیہتان اور جھوٹ اور گڑھے ہونے پر اپنا گینڈا ہر طرف سے اور ہر جگہ ان کے مقابل میں لے آتے ہیں۔ خصوصاً اگر وہ عالم ایسا ہو کہ ظالموں کے خلاف ہو۔ میر قوموں کے ایجنٹوں کی طاقت کرنا ہو۔ سرکش حاکموں کی طاقت کرنا ہو۔ پس اس کے خلاف تہمت اور بیہتان اور جھوٹے پروپاگنڈہ اسے اس کا مقابلہ کرتے ہیں "خطبات کے میدان میں آج اللہ میرزا امجد اکرم ربیعین مرحوم کی فصاحت و بلاغت، علم کی وسعت، فطرت کی کمر لائی، علم کام میں خیر کا احترام اس بیان میں ملتا ہے جو اوپر آچکا ہے۔ علم و فکر کے سر نہ پہنچے کو وہ صرف اپنے لئے نہیں

جاتے تھے بلکہ کوتاہی تھے کہ اس کی برکتیں سب مسلمانوں تک پہنچیں اور برابر ہو جا رہے کہ مگر اسلامی  
 کو مسلمانوں میں رائج رکھا جائے۔ اس غرض سے متعدد دھوکوں کا سفر اختیار کیا، اور یہ اس زمانہ میں کہ  
 جب سرائے آسان نہ تھا بلکہ کافی دشمنوں، دشوار یوں اور تھکیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ انہوں نے  
 نہ صرف مشرق وسطیٰ کے خلف مقامات کا دورہ کیا بلکہ اس وسیع میں بھی تشریف لائے اور لوگوں کو  
 مستعید کیا۔ لاہور میں قیام کیا، لکھنؤ نے اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا میرے چچا اور والد کے مہمان ہو  
 کر کافی دن محمود آباد میں قیام پذیر رہے۔ ان کا سفر نامہ عربی میں "رحلۃ علامہ ابن نجابی" کے نام  
 سے شائع ہوا تھا اور اس کا فاری ترجمہ بھی چھاپا ہے۔

وہ خود مجدد اور فقیہ تھے اور مقام مرہیت پر فائز تھے، اس کی تائید مؤذن مومن کی  
 کتاب **An Introduction to Shi'i Islam** کے صفحہ ۳۳۳ کے نوٹ  
 نمبر ۱ سے بھی ہوتی ہے اور خصوصاً آیت اللہ بروجردی کے انتقال کے بعد عراق اور بعض دیگر مقامات  
 میں کالی لوگ ان کے مقلد ہوئے حالانکہ اس وقت ہند اور پاکستان میں بیشتر لوگ سید حسن حکیم کے  
 مقلد ہوئے، تاہم بہت سے دیگر مقامات پر بہت سے دیگر ملاؤں کو مرہیت حاصل ہوئی اور تقلید کی گئی  
 خصوصاً ایران میں ملائم میں سید محمد کاظم شریعہ ری، سید محمد رضا گلپایانی، سید شہاب الدین مرعشی  
 نجفی، ملا، مطہر میں سید محمد ہادی سیلانی، در سید احمد کٹائی خراسانی، قزاق میں سید احمد خوانساری، علماء  
 نجف میں سید محمود شہروردی، سید ابو القاسم حلی، میرزا محمد اکرم رحمانی، سید محمد جواد صلی  
 خیریری، جس سمبوردی، شیخ آل کاشف علماء، وغیرہ اور علماء میں سید محمد علی شہرستانی۔ ان کے علاوہ  
 لبنان میں شیخ مرتضیٰ آل تقیہ اور دیگر مراجع بھی تھے۔ ۱۹۶۳ء کے بعد سے سید روح اللہ نجفی کی تقلید  
 بھی بڑھنا شروع ہوئی۔

یہ ذکر اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ وحدت مرہیت کا لفظ اور یہاں لوگوں کے ذہن میں  
 جاگزیں ہے۔ آیت اللہ بروجردی کے انتقال کے فوراً سے دن بعد دسمبر ۱۹۶۲ء میں ایک کتاب "شیخ  
 دوبارہ مرہیت و روحانیت" شائع ہوئی جس میں بہت سے علماء اور مفکرین نے اپنے آراء کا اظہار  
 کیا تھا۔ ان میں متعدد لوگوں نے وحدت مرہیت کو صحیح نہیں سمجھا۔ بلکہ مرحوم عبدالحکیم مایتری پروردی  
 جرم ۱۳۷۱ھ میں شہزاد اک سے تم لائے گئے اور حسدوں نے حوراء علیہ تم کا پیر سے احیاء کیا وہ بھی  
 وحدت مرہیت سے متفق نہ تھے بلکہ فقیہ کے خلف موضوعات میں ناگاہک فقہاء کو تخصیص حاصل  
 کرنے کو بہتر سمجھتے تھے (ملاحظہ ہو مرتضیٰ مطہری، روح المکارم ص ۱۰۲) کے حوالہ سے کتاب الکلام بحر الکلام  
 حایف سید احمد زعمانی)



بہر حال، آیت اللہ میرزا محمد اکبر الہی رحمہ اللہ بھی مراجع تقلید میں سے تھے۔ اردو میں ان کے ساتھ کچھ کاغذ پر قریب ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۷ء میں جاری ہوئی ہوگی۔ وہی یہاں انجکری صاحب محمود آباد نے اپنے شوہر مرحوم سید رضا امام الہی سرسید علی امام الہی علامہ سید امداد امام کے ایصال ثواب کے لئے لکھنؤ میں چھپوایا تھا۔

مجھے خود ان کی ملاقات کے شرف پر فخر ہے۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۱ء تک میں ہر سال عراق جاتا رہا اور کئی کئی سال میں دوبارہ جانا ہوا اور ہر بار دو تین ماہ وہاں رہتا تھا اور زیادہ تر لیب اثر شرف ہی میں رہتا تھا۔ مراجع تقلید اور علماء سے ملنے کا شرف بھی حاصل کیا۔ لیکن یہ پہلو بھی کہہ سکتا ہوں کہ تانورانی پیرہ میں نے کسی کانٹیس دیکھا جیسا کہ آیت اللہ رہبان کا تھا۔ امیر المؤمنین کے روضہ میں خراج اللہ کے پشت پر مطرین کی مار باجماعت پڑھاتے تھے۔ ایک روز ۱۹۶۷ء میں نماز کے بعد روانہ سے ہو کر وہ گزر رہے تھے جب میں روضہ میں داخل ہوا۔ ان کو دیکھتے ہی بالکل بے اختیار ان کے ہاتھ چومنے کے لئے جھک گیا جو کسی اور کے لئے نہیں کیا اور اسی وقت میں چانسی بھی نہیں تھا کہ وہ کون ہیں۔ مجھ سے دریافت کیا کہ میں کون ہوں میرے اپنے مکان پر مجھے حاضر ہوئے کہ فرمایا۔ نہایت تکلیف اور رنج اس بات کا ہوا کہ ہندوستان طلبہ میں جس کسی سے بھی کہ کوئی بھی ان کے مکان پر میرے ساتھ جانے کو تیار نہ تھا۔ اس کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ بہر حال مجھے قرآن کی ملاقات کا شرف پر فخر ہے۔ لیکن انہوں نے یہ ہے کہ ان ہندوستانی طلبہ کو اپنی کوتاہی کا احساس یک نہیں ہوا۔

دائے ناکامی خراج کاروں جانا رہا

کاروں کے دل سے احساسِ ریاں جاتا رہا

(اقبال)

(امیر محمد صالحی)

**وفات:** آیت اللہ میرزا محمد اکبر الہی رحمہ اللہ کی آخری ایام انتہائی کمزوری، عطشی اور سہل کسی کے عالم میں بسر ہوئے۔ وہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ کو آخری لمحات میں سر ہانے پر کوئی تردد و ہچکچاہٹ نہ ہوئی تھی۔ وہ خود چار اور ضعیف ہو گئی تھیں۔ باقاعدہ طور پر ۸۳ سال کی عمر میں ۱۰ ستمبر ۱۹۶۸ء کو اس دارقانی سے کوچ کر گئے۔

مولوی شیخ حسین لدائی آیت اللہ رہبان مرحوم سے نجوبی واقف تھے۔ وہ نجف اشرف میں طالب علم کی حیثیت سے ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۱ء تک قیام پذیر تھے اور ان کے پاس چودہ مراجع تقلید کے کاغذات و کلمات موجود ہیں۔ مہسوف نجف میں لدائی اور کرگل وغیرہ کے علماء کے مستم تھے۔ یعنی

امی کے ذریعہ سے طلبہ کو مشاہیرہ تقسیم کیا جاتا تھا جس سے ان کی دیانتداری کا ثبوت ملتا ہے۔  
شیخ لدائی شیخ زہبائی کی تجویز و تحقیق کے وقت، نصف میں موجود تھے۔ وہ کہتے ہیں:

"مرحوم زہبائی نے مرجع تقلید جناب سید محمود شاہرودی کو اپنی تجویز و تحقیق کے لئے وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ جب زہبائی صاحب کا انتقال ہوا تو موصوف شاہرودی صاحب ان کے مکان پر پہنچے۔ وہ مرحوم کی ختائی سادہ رنگی کا مشاہدہ کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور فریاد کیا کہ یسویہ اسلام آج اٹھ گیا۔ جس کا کہ مرحوم زہبائی اور اس کے باہر لکھتے تھے اسی پر رات کو آرام فرماتے تھے۔ نہ بسز۔ اور یا۔ یہی ان کا ڈھ تھا۔ بہر حال سید محمود شاہرودی، ان کے دلوں فرزند (سید محمد شاہرودی اور سید علی شاہرودی) نیز میں (سوی شیخ حسین لدائی) کا اور دو چار اطراف ان کے چارے میں شریک ہوئے۔ یہ آیت اللہ زہبائی کی کتاب اور بے بسی کا عالم تھا۔

سید محمد شاہرودی تم میں اور ان کے بھائی سید علی شاہرودی شاہرود میں مقیم ہیں۔ ان سے بھی پوچھا جاسکتا ہے۔ وہ بھی جیسا گواہ ہیں اور تفصیل سے بیان کر چکے۔"

شیخ حسین لدائی سال گردشہ کسی ضروری کام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ان کی ملاقات جناب شیخ حسن و سمری (چلی ناراض سہرمنی) سے ہوئی تھی۔ ملاقات کے وقت ہمارے دوست جناب امیر محمد مسکری (عمر آباد اؤس لیبر دا گھنٹو) بھی موجود تھے۔ موصوف نے مجھ سے یہ واقعہ آخری فروری ۱۴۰۶ء میں بیان کیا تھا۔

**تصانیف** شیخ زہبائی کی تصانیف تھے۔ اکثر خیر و خیر متوی لکھتے ہیں کہ ملا سکی تصانیف کی صحیح تعداد کا علم نہیں۔ لیکن جو ۱۱۰ سے نزدیک ۲۰۰ ہے۔ وہ اس کتاب میں جن میں رسائل بھی شامل ہیں۔ اکثر صاحب نے ان کتابوں کی فہرست شامل کر کے سے نقل کتابوں کو اس طرح تقسیم کیا ہے:

کتاب ۱۵۰ کتب۔ علم الکلام ۵۰، علم فقہ ۱۵، علم اصول فقہ ۵، علم تفسیر ۲، علم رجال ۵، ۵، ۵، علم منطق ۲۔

ملا سکی کتاب ۱۱۰ نے ۲۵ کتابوں کی فہرست شامل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں نے شیخ مرحوم کی چند کتابیں دیکھی ہیں۔ اس کے بعد موصوف نے ذیل کی چند کتابوں کی تفصیلی اس طرح

دی ہے

(۱) دروس الفلحہ جلد اول طبع دوم ۱۳۸۲ھ۔ ان کی اس کتاب کا تذکرہ ”الذکر الخیر“ نے بھی کیا اور سن ولادت (رنجانی) تقریباً ۱۳۰۰ء لکھا ہے جبکہ سن کتابت ۱۳۶۰ء ہے۔ صاحب ذریعہ نے ان کی کتاب ”تطور الفلحہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ دروس الفلحہ کی پشت پر آپ کے تفسیلات کی فہرست ہے۔ جسے میں آخر میں نقل کروں گا۔

۲۔ الفلحہ اور فی فی شرح امروہہ بلوچی۔ ابتدائی جلد میں ہے جس میں صاحب بھی تفسیری اور ابتدائی ہیں۔ گو یہ کتاب اصل کتاب کا مقدمہ ہے۔

۳۔ رطلہ جہانم انجمنی جلد دوم۔ ممالک اسلامیہ کے مختلف شہروں میں آپ نے جو خطبات دئے ہیں ان کے حوالہ بھی ہیں اور ان سے متعلق اخبار و مقالات میں جو رپورٹنگ ہوئی ہے وہ بھی شامل ہے۔ ان خطبات سے آپ کی وجہ علم اور ذہانت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مشہور شیعہ دانشور محمد جواد مغنیہ مرحوم کی ایک تحریر سے یہ پتا ہے کہ شیخ رنجانی کی ایک تقریر سن کر ڈاکٹر طوسی نے اس کا ترجمہ چم لیا تھا (صفحہ ۹ دروس الفلحہ)

دروس الفلحہ اور رطلہ امامہ رنجانی کے مقدمے پر حکم آپ کے تحریر ملی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف اسلامی شہروں کے شیوخ علماء نے کس دہلیانہ تصدیق کے ساتھ ان کی شخصیت پر گفتگو کی۔

۴۔ وحی والہام۔ اس کا موضوع ہے کہ وحی والہام میں کیا فرق ہے اور وحی کی صحت پر کیا دلیل ہے۔ برہان امامت کے نام سے ایک رسالہ بھی ساتھ میں ہے کہ فقہ و مہدی کے سلسلے میں وقت صحن ہے کہ نہیں۔ ۱۱ صفحات میں برصغیر پر رد کامل ہیں۔ ایک مضمون ہے اور مقالے کے کالم میں اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ غالباً سچ من حضور لا ہوری نے کیا ہے۔ مطبوعہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء علی پرٹنگ پریس لاہور۔

جناب صاحب جبریری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”پہلے میں میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ لیکن عدم انضباط کے سبب انہیں تلاش کر کے لا لیا اگر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ دروس الفلحہ کی بحث پر تفسیلات کی جہ فہرست ہے اس کا عنوان ”تہذیب و تہذیب المولف“ بھی ہے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مشہور کتابیں اور بھی ہیں جن کا تذکرہ فہرست میں نہیں ہے۔ نجف اشرف کے اجازت لائے کے بعد اب یہ کتابیں



## علامہ شیخ زنجانی اور ڈاکٹر محمد اقبال

ہمارے ہر محقق ہے کہ شیخ زنجانی نے ہندوستان کا سڑکب اختیار کیا اور وہ کسی زمانے میں دارو خطاب ہوئے تھے۔ خطاب میں جو مجلس انہوں نے چھبیس اور جو تقریریں کیں ان کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو سکا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ شیخ زنجانی کی پہلی ملاقات علامہ اقبال سے کہاں ہوئی تھی۔ یہ بات خوش سے کہی جا سکتی ہے کہ اقبال طار کے وطنی تھیں اور وسعت نظر سے مانوس ہو چکے تھے۔ ہمارے خیال میں علامہ زنجانی کا تعلق ۱۹۲۷ء کے آخر یا اوائل ۱۹۲۸ء میں لاہور تشریف لانے اور قریشی خاندان لاہور کی روایت کے مطابق خطاب کے رئیس اعظم اور ممتاز سماجی کارکن نواب فتح علی خان قزلباش کے ذریعے حاضر اور نواب غازی خان کے مہمان ہونے اور انہی کی کوٹھی "نار حلی" لاہور میں مقیم تھے۔ نواب صاحب اقبال کے قدردان تھے۔ دونوں میں بے تکلفانہ ملاقاتیں ہوتی تھیں۔

اس زمانے میں قبال نے ہر جمعہ کو خط لکھا کہ وہ سال کے آخر میں دراس جائیجے۔ وہیں کچھ ٹیگروں سے والے تھے۔ اسی اثنا میں اقبال کچھ دوستوں کے ساتھ نار حلی میں علامہ زنجانی کے پاس گئے اور ان سے غرضی ظاہری کی قدرت ان کی روشنی میں وحی اور الہام کے موضوع پر بات کیا۔ خیال فرمادیں۔ ساتھ ہی چار غرضات بھی کہ وہی نور الہام میں جو فرق ہے اس کی وضاحت کریں۔ دوسرا سوال یہ کہ اس وقت کے بارے میں تھا کہ ظہیر امام مہدی آخر الزماں کا کوئی وقت مقرر ہے کہ نہیں؟ شیخ زنجانی نے ایسا اطمینان جواب دیا کہ سب الاحباب ہو گئے اور ہر کسی نے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ بعد میں اس واقع کا ذکر لاہور کے بعض مصلوں میں کافی دیر تک ہوتا رہا۔ علامہ زنجانی کا حافظہ بہت جڑ تھا۔ انہوں نے ذکر اقبال کے سوال کا جواب مسلسل نہیں سمجھنے تک دیا۔ ان کی تقریر سے محفل میں سنا چھا گیا اور ان کا جان بعد میں کتابی صورت میں "وحی والہام" اور "برہان امامت" کے نام سے لاہور کے ایک قابل دانشور اور ایڈوکیٹ سید حسن حسرتی نے مرتب کیا۔ لاہور طار زنجانی تقریر فرما رہے تھے اور اصرار حسرتی صاحب اس کو قاری میں قلمبند کرتے تھے۔ بعد میں یہ کتاب نواب غازی خان کے زیر اہتمام ۱۹۳۵ء میں چھپ گئی۔ کتاب نایاب ہو گئی ہے۔ اس کا ایک نسخہ مجھے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کتب خانہ شبلی نعمانی لکھنؤ میں دستیاب

ہوا۔ میرے پاس اسی کا عکس ہے۔ ایک اور نسخہ جناب عالی صاحب۔ (محمود آباد میں نکلتا) کے پاس موجود ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ سب خود شیخ زبانی نے اپنے دست خاں سے ہمارا ہیکر مکتب کو عنایت کیا تھا اس کے سرورق پر علامہ زبانی کے دستخط اور ۲۹ رجب ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۵ء) کی تاریخ ثبت ہے۔ اسی نسخے میں درج دلی مہارت درج ہے جس میں سوال کتبہ ذاکتر اقبال کا نام نمایاں ہے۔

”موضوعات سیر فلسفی، اجتماعی، دینی و مذہبی کے از حضور مجھ اکبر علیہم وعلیہم السلام، عظیم اسلام سرکار میرزا امجدالکریم زبانی نجی سوال نمودہ شد۔ مسائل ذاکتر سر محمد اقبال خود۔“  
 مں کہ در آن مجلس حاضر ہوں۔ جو بہ نے سرکار مجھ عظیم مہموف را کہ سلامت وقت را مستغرق شد، بقدر مقدور ضبط نمود۔ و تا ازل جز ابدا کہ یکے متعلق ہوتی والہام و دیگر سے متعلق بہ رہاں ماست ست۔ چونکہ دینی و مذہبی است علا خیر فی غایم برائے قلم طبع باقی مانڈ ہر گاہ تو فی مسابہ شود بشر خواہم نمود“

سید حسن جعفری

### نواب پبلش۔ ایچ بیس روڈ۔ لاہور

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ علامہ آیت اللہ زبانی ۱۹۳۸ء میں خطاب (لاہور) آچکے تھے اور ذاکتر صاحب نے مہموف سے استفادہ کرنا شروع کیا تھا۔ ہمارے مکتب کی تائید اقبال کے ایک خط میر سیرگ کے نام سے بھی ہوتی ہے کہ وہ (اقبال) کو ستمبر ۱۹۳۸ء میں مدارس میں چھ لکچر دینے کا ارادہ فرما رہے تھے اور یہ بھی لکچر زبانی صاحب کے قلم سے تھے جس میں لکچروں کے بارے میں غلطی دیا نرائن گلم اپنے مشہور سالہ ”رات“ کا پندرہواں نمبر ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء (صفحہ ۱۲) میں لکھتے ہیں کہ ”ذاکتر سر اقبال نے“ انبیاء اسلام کا فلسفہ جدید“ پر دراس میں چھ خطبے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر ملاقات کی وجہ سے دسمبر ۱۹۳۸ء کے آخر پہلے میں آپ نے متعدد جدید حرف تین موضوعات علیہم خطبہ دیے۔“

(۱) علم اور وحی والہام (۲) وحی الہام کی تصدیقات کا فلسفہ معیار (۳) ذات خدا کا اسلامی تصور اور دعا کا مفہوم۔

باقی تین موضوعات (۱) مسئلہ جبر و قدر و حیات بعد الموت، (۲) علم انیس کی روش اسلام کی تشکیل آئندہ سال کے لئے بخوبی کروئے گئے ہیں۔“

یہ بات قابل ذکر ہے کہ علامہ زبانی کے رسائل میں ذاکتر اقبال کے بھی خطبات موجود ہیں۔

## حواشی

۱۔ صدرِ اہل حق شہداء کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا ۱۲ ہجری میں انتقال ہوا۔ انہوں نے غزوہ کی ایک قسم میں شرکت کی (م۔ ۱۰۳۱ ہجری) سے بھی حاصل کی تھی۔ انہیں ایران کے آخری دور کا سب سے مشہور قتل سمجھا جائے۔ ان کے قتل کا انکار متفقہ طور پر نہیں کیا جاتا اور وہ خود ایک مقام پر شہرہ جاس کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنی لکھائی کے ساتھ اشراقی دین کو بھی شامل کر لیا تھا۔ حکمت میں ان کی تصانیف اہل علم کیلئے مرجع اور ماخذ ہیں۔ ان میں مشہور کتابیں "اسرار ربیہ" "شواہد ربیہ" "مشاہد ربیہ" "المبدأ والمعاد" میں ان کے یہ مختلف علمی مسائل پر انہوں نے بہت سے رسالے یادگار چھوڑے ہیں۔ علاوہ برائے "شرح اصول کافی" "تائید الہیات فی الہیات" "شرح بیان شرح بر صمد الاشراق" (سیرت دہلی) کتاب و مہذبات الفکر و چند خاصہ در بارہ بعضی سوالات قرآن است۔ صدرِ اہل حق ان اشعار کو اپنے مکتوب چہ شمار آورد۔ انہوں نے شیخ بہاء الدین حالی (۱۰۳۱ھ) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ صدر کا انتقال سفر مکہ سے واپس ہوتے ہوئے ۱۰۵۰ھ میں ہوا تھا۔

۲۔ "مستطی" ہر صاحب کی تقریبات پر بقول صلی علیہ وسلم کے لیے پھول بازی میں حصہ کے درلےب ہونے کے لیے غریب مرحوم نے اپنی جائے قیام کر کے (قطر) بنایا تھا اور سب کو بے حد پسند آیا تھا (مستطی)۔

۳۔ ابنِ طاہر۔ جمال اللہ علیہ رضی اللہ عنہ، ابنِ علی بن سہیل بن معمر طاہر سوار علم تھے۔ ان کا انتقال ۶۶۲ھ میں ہوا۔ تصنیف میں دعاؤں کی کتاب "کتاب اللغات" اقبال اور جمال ۵ سورج ہیں اور واقعہ کرنا سے متعلق کتاب "مکتوب فی فضل الطحوف" ہے (حالی کو یاد آورد اس مکتوب)۔

۴۔ "میرے پاس" "الذریعہ"؟ "بزرگ جہان" کی ۲۶ جلد میں ہیں اور "امان اللہ" بھی ہے۔ ان میں میں شیخ عبدالمکریم کا کوئی تذکرہ نہیں ہے (انجیر پوری)۔

۵۔ نواب سرخ طلی خان قزلباش۔ نواب نادر طلی خان (حتی ۱۷۷۸ء) کے فرزند ہیں

تھے۔ اپنے چچا نواب ناصر طلی خان (حتی ۱۷۹۶ء) کے بعد چالیس سال ۱۷۹۷ء میں بطاب

لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں شیشہ کی انجینئرنگ میں بطاب کے نام سے

کی انجینئرنگ سے تعلق رکھنے والے ۱۹۰۳ء میں گورنمنٹ کے لیجسلیٹو کے ممبر مقرر ہوئے۔ نواب

صاحب نے بڑے بڑے قومی امور میں دریاوی سے مدد کرتے تھے۔ ملی گندہ مسلم یونیورسٹی اور فیروز

کھان کھنڈ کے نئے دل بکرا کر ملے۔ تھے۔ ان کی قومی خدمات کی تعریف کی

میں اس کی تعریف و تحسین کی گئی۔ ان کے بڑے حق و عزت و دراصل ہائی

نواب اس کی مدد و ہمدردی کے لیے تعلیم کی جڑی سرخ طلی خان قزلباش

ہیں۔ نواب صاحب کے بیٹے میں مولانا گرامی چار سال تک ان کے بچوں کے استاد رہے۔ اقبال

نواب صاحب کے دوستوں میں تھے۔ نواب صاحب فیروز کھنڈ کے ہائی ممبر تھے۔ انہوں نے

سی کا کالج کالج پیادہ کیا تھا۔ ان کا انتقال ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ ان سے ہے کہ فیروز کالج کے نواب اقبال

نے نواب صاحب کی کارگزاریوں کو بیکر فراموش کیا ہے۔

۶۔ نواب نادر طلی خان۔ نواب سرخ طلی خان کے بڑے بیٹے اور مشہور سیاسی و سماجی کارکن سر مظفر

خان قزلباش صاحب اور نادر طلی خان کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ علامہ اقبال

کے دوستوں میں تھے۔ ایک مرتبہ اقبال نے ۱۹۳۰ء کے انجینئر میں نواب صاحب کے حق میں

سیاسی دلچسپیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ گرامی، اپنے والد کی طرح قومی جذبہ سے سرشار تھے۔ ان سے

ذکر کی گئی۔ ان کی مدد و ہمدردی میں ۱۹۳۳ء میں ان کا انتقال کیا۔ ملی کھنڈ کی

تاریخ لکھی۔

دور و دم زمانہ رفق و ہم مطلق

از بطنِ رحم ہی خیر چاہی کہ سود

ہر مہینہ سرخ طلی خان کین ظفر

سہ سال پر پہل چو گشت از سینہ مر

تحت چشمِ انہماں بچش بہار

دشمن چہ لاف خانہ دم بج گاہ رفت

دشمن کو ہرے و درخشندہ اخترے

اے جانور بدیر زمین بچو نہ رفت

ہست ایہ نکاح بلکہ زہر گشتہ نکاح

نواب ان کی مدد و ہمدردی ۱۹۳۳ء

(نوش کاغذ، شہرہ ۱۳۳۳ء ص ۳۳)



سید حسن جعفری۔ لاہور کے ایجوکیت اور ممتاز تعلیمی کارکن تھے۔ وہ اسلام آباد کالج کے اولین پرنسپل سید علی جعفری کے بڑے بیٹے اور برصغیر کے نامور مزاحیہ شاعر سید گوہر جعفری کے بڑے بھائی تھے۔ سید علی جعفری کے ڈاکٹر اقبال سے دوستانہ اور بے تکلفہ تعلقات تھے۔ انھیں صاحب اسلام آباد لاہور میں دو اور اقبال فیکلٹی گروپ سے تعلق رکھتے تھے۔ سید حسن جعفری کا اقبال کے یہاں آجائو تھا۔ جعفری صاحب علم و ادب سے خاص شغف رکھتے تھے اور اگر بڑی تاریخی و ادبی امر یا میں خاصی دسترس حاصل تھی۔ سہلوی فاضل اور ملٹی فاضل کے احکامات اختیار سے پاس کئے تھے۔ بعد ازاں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کر کے ایل ایل بی پوربھی کالج سے کیا تھا۔ سبب ۱۹۳۰ء میں بڑے کونسل آف اسٹیٹ رکنیت کے انجمن کا سربراہ جس میں شاعر علی خان قزوینی امیدوار تھے قزاق اقبال سے نواب صاحب کے اوٹ کے لئے جو خط پروفسر سران الدین آرور (۱۸۹۲ء، ۱۹۲۷ء) کو لکھا تھا وہ سید حسن جعفری کے ہاتھ ہی روانہ کیا تھا۔ یہ خط اور شدھیر کے مضمون کے ساتھ خوشحال لاہور میں ۱۳۷۵ (مجلد ۶۳۵) میں شائع ہوا ہے۔

جن دونوں آقاخان نے یہاں نواب ڈگری تعلیمی خان کے یہاں مہمان تھے جعفری صاحب ان کی خدمت میں اکثر و بیشتر حاضر کی دہچے تھے۔ دینی و الہام کی کتاب کے بارے میں آج سے تقریباً تیس سال قبل مجھے ایک رہائی منگلو میں مہرا بیکار صاحب نے فرمایا تھا کہ کزاق اقبال علامہ نقوی کی علمی استعداد سے بہت متاثر ہوئے تھے اور دونوں بزرگان آئیں میں قرآنی نکات پر مباحثہ کرتے تھے۔ یہ بات ضرور بھائی صاحب نے ان سے بیان کی تھی۔

سید حسن جعفری کا انتقال ۱۲ جون ۱۹۸۹ء کو لاہور میں ہوا تھا۔



## ذات اودر وازہ شہر علوم زیر فرمانش حجاز چین و روم

حدیث رسولؐ ہے اَنَا نَبِيَّةٌ لِّلْعَمَلِ میں حکمت کا شہر ہوں، اہل اس کا درو رو جو حکمت چاہتا ہے وہ دروازے سے آئے اور اہل سے حاصل کرے۔ اہل کا دعویٰ ہے کہ میرے پہلوؤں میں دو یا تین علم خاص ہیں مارا ہے۔ میرے دین کے راستوں کی نسبت آسمان کے راستوں کا زیادہ عالم ہوں۔ رسولؐ خدا نے مجھے وہ ہزار باب علم تعلیم دئے ہیں کہ ہر باب سے ہزار ہزار باب علم اور منکشف ہوتے ہیں۔ سو لاکھ روٹی حضرت علیؑ کے علم کے بارے میں حرجہ کہتے ہیں کہ "معراج کی رات" غصہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار اسرار کا علم عطا فرمایا تھا اس میں سے دس ہزار اسرار اسرار نے حضرت علیؑ کو عطا کئے "حضرت ہندو ہوا گیسو درار (حرفی ۸۲۵) حضرت علیؑ کو بعد رسولؐ سب سے بڑا عالم مانتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ چار یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے ہاتھ دنیا سے نقل کر لیں۔ ہم آپ سے چند سوال پوچھیں گے۔ اگر آپ نے صحیح جواب دئے تو آپ کا دین حق، ہمیں تو باطل۔ حضرت عمرؓ نے کہا پوچھ لو۔ انہوں نے پوچھا پوچھے دو رخ کے دروازہ کا نقل کیا ہے اور اس کی کھلی کیا ہے؟ جنت کے دروازہ کا نقل کیا ہے اور اس کی کیا کھلی ہے؟ کون دروازہ تھوڑا تھا جسے اس کی قبر میں میں لئے لئے پھرتی رہی؟ آدم کے علاوہ کون ملوہ ہے جو ماں باپ کے بغیر پیدا ہوا؟ گھڑا مسیحا میں، بھیڑ اور

لوٹ و گامیں، کواہن میں اور گدھا حق میں کیا کیا کہتے ہیں۔ اسی طرح اور دوسرے سوالات پوچھے۔ حضرت عمرؓ سے سوچتے ہوئے کہا کہ اگر عمر کو چند نامی معلوم نہیں ہیں تو اس میں توبہ کی کیا بات ہے۔ یہودی نصے اور قسطنطین نے لکھے۔ حضرت علیؓ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ان کا تسخر اور مذاق اڑا دیا کہ تو بڑے اسلام ہائے سلام کہتے ہوئے حضرت علیؓ کے پاس دوڑ کر آئے اور انہیں سارے جراثیم اور حضرت علیؓ سے رسول اللہ کا جہ رعب تن کیا اور رسول اللہ کا عمامہ سر پر رکھا دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ بندھ گئے۔ حضرت علیؓ نے کہا:

”پوچھ لا، کیا پوچھتا ہے؟ رسول اللہؐ نے مجھ پر ظلم کے برابر دروازے اور ہر دروازے سے دوسرے برابر دروازے کھولے ہیں“

حضرت علیؓ نے یہودیوں کے سوالوں کے جواب دئے۔ اس میں سے صرف ایک سوال کا جواب لکھا جاتا ہے یہودی کون متبور تھا جسے اس کی قبر لئے لئے بھرتی تھی؟

حضرت علیؓ وہ حضرت یحییٰؑ تھے جو یحییٰ کے پیٹ میں تھے اور یحییٰ دریا میں چلتی بھرتی تھی۔ علیؓ اس کے ایک ایک سوال کا جواب دیتے گئے۔ تیس یہودی جواب سن کر سسٹاں ہو گئے۔ مگر جہ تھے نے کہا کہ اگر آپ میرے آباؤ اجداد کے نام میرے وطن کے بادشاہ اور میرے شہر کے حالات بتائیں گے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ علیؓ نے یہ تمام چیزیں بتادیں، چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گیا (تفصیلات کے لئے دیکھئے ’جوامع النعم‘) (مخطوطات دارشادہ گرامی بندہ نوار گیسو دراز مرتبہ علامہ محمد بنی ص ۲۵۲-۲۵۵ مطبع طائی کا پھر ۱۳۵۶ ہجری)

خواجہ بندہ نوار گیسو دراصل صوفی کامل، عظیم القدر عالم نور متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ وہ بھی دیگر علمائے تصوف کی طرح بارہ اماموں کے کامل تھے۔ ان کی ’جوامع النعم‘ (۲۵۴) میں درج ہے کہ

”سطح العارفین اربعہ بنسطای (مثنوی ۲۶۱ء) نے ایک سو تیس ہجروں کی خدمت کی۔ لیکن مقصود تک رسائی نہ ہوئی۔ جس کے پاس گئے اس سے جواب دیا کہ تھری بات ہماری ہم سے بالاتر ہے۔ آخر میں حضرت امام عظیم صادقؑ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ دوست صرف ہمارے خانوادہ سے ملتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے عرشی کاظم دیا۔ حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا کہ میں نے ایک سو تیس ہجروں کی خدمت کی ہے۔ لیکن مقصود کا نشان کسی نے نہیں بتایا۔ حضرت امام عظیم صادقؑ نے جواب دیا کہ جس مقصود کا ذکر تم کرتے ہو وہ ہمارے خانوادہ کے علاوہ کہیں اور نہیں

ماتا ہے۔ ہایز نے لٹا ہی نے بارہ سالہ ان کی خدمت کی۔ ایک روز جعفر صادقؑ نے کہا: ”مطہور طاق پر سے کاغذ اٹھالا۔“ حضرت ہایز نے جواب دیا: ”یہاں کوئی طاق بھی ہے؟“ حضرت امام نے کہا: ”صہبہ بن ابیہ ابارہ سالہ فراشی کی ہے اور نہیں جانتے کہ طاق کہاں ہے؟“ ہایز نے جواب دیا: ”اے فرزند رسولؐ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو آپؐ کی خدمت کرے اور اسے دائیں بائیں کی خبر ہو۔“ حضرت امام نے ان کے کام پر نگاہ کی اور فرمایا: ”بسطام جاؤ۔ میں نے آپؐ کا کام مکمل کر دیا۔“ ہایز واپس آئے۔ اسی ایک نگاہ کی بدولت انہیں بزرگی نصیب ہوئی۔

”خواجه بندہ نور گیسو راز کے جہول حضرت معروفؒ کرکٹی اہل بیت کے دربان اور حضرت ہایزؒ بساطی فراش تھے۔ امام اعظمؒ سلطان بخوری بھی حضرت امام جعفر صادقؑ کے شاگرد تھے۔ عمیر حضرت امام اعظمؒ کی والدہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کو دھوکہ کرائی تھیں اور جہاں ان کے دھوسے سجے جاتے خود ہلی جاتی تھیں۔ اسی پانی کی برکت کا نتیجہ تھا کہ ایسا بیٹا ان سے پیدا ہوا۔“

فریڈک مونیانے ”خلق“ بتایا: ”کی تخریج اس طرح کی ہے کہ علیؑ اور اولاد علیؑ یعنی ہارہ اماموں میں اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص علم عطا کیا تھا جس سے دوسرے لوگ بے بہرہ تھے۔ اس مخصوص علم کی بنا پر حضرت علیؑ کو صحابہ میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ یہاں تک کہ جب صحابہ کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو وہ حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کرتے تھے اور حضرت علیؑ ان کی مشکل حل کرتے تھے۔“

حضرت علیؑ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ مسائل کو مجھ سے کتاب اللہ کے معلق۔ جس قسم خدا کی کہ نہیں کوئی آیت مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ سات کو چزل ہوئی یادوں کو میدان میں نازل ہوئی یا کوستان میں۔ جس سے دعویٰ کیا تھا اور بحج اس کے کسی نے نہیں کہا کہ میں قرآن باطن ہوں اور یہ دعویٰ تھا اس لئے کہ علیؑ کی مقدس زندگی آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کا کامل عکس تھا اور اس کے اعمال کی روشنی میں سزا خیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی۔ اُسے یہ حق تھا کہ وہ اپنے تئیں قرآن باطن کہے۔ ”انا قرآن باطن“ یہ اس کی آواز نہیں بلکہ خود عزرائیلؑ کی آواز ہے۔ جسے قلب لہیہ اور لبسان باطن عطا ہوئی اور جو لبسان اللہ فرمودہ پایا گیا تھا۔ جس کی زبان نے ہر علم کے دریا بہائے جو تھیں محمدیؐ کا سب سے بڑا اور سب سے بہترین صفات تھا۔ جو فرمایا کرتا تھا کہ اگر میرے لئے مسند تھا بچا ہادی جائے تو اہل توریت کو توریت سے اہل زبور کو زبور سے اہل انجیل کو انجیل سے اور اہل قرآن کو قرآن سے فیصلہ سناؤں۔ جس کا کلام طہارت کی جان فصاحت و بلاغت کی کان، سوسطہ و حکمت

سے لہجہ، اسرار و اس سے بلا لیل۔ جس کی مشیت کا پابند۔ جس کی قسطنطین تک رہی کامل داور، جس کی حقائق موجودات کے حلق جوت و نظردہ آفرین۔ جس کے انتہائی مباحث انتہائی مبسوت و معارف آگہی۔ جو حکماء و فلاسفران عالم کی صلب میں بلند ترین۔ جس کے اخلاقی طبع و عقل و خطبات) آج تک بھی رہے ہے موجود ہیں کہ الہی دلیل و عقل ان کو کچھ کر انکشت بدندان ہیں۔ لہجہ البلاغہ کے مقابلے میں بعد انکسر کسی بیخود کا لہجہ بڑی نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا ارشاد ہے کہ: "مگر خوشی و فقیر باسم اللہ بتا اشتہار کردی" یہی اگر میں چاہوں تو ستر اونس سورۃ فاتحہ کی فقیر سے وار کر سکتا ہوں"

جس کے علم کی نسبت اس میں کہتے ہیں کہ نہیں ہے میرا علم اور تمام اصحاب کا علم مل کے علم کے مقابلے میں مگر اس فقرہ کی شکل میں کو ساتوں دریاؤں کے سامنے رکھا جائے۔ جس کا ارشاد ہے کہ آسمان کی تمام کتابوں کے کل اسرار قرآن سنیں میں وہ بیت ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب سورہ حم میں موجود ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے وہ اسم اللہ میں ملو کر ہے اور جو کچھ اسم اللہ میں ہے وہ اسم اللہ میں ملو کر ہے اور جو کچھ اسم اللہ میں ہے وہ اسم اللہ میں ملو کر ہے اور جو کچھ اسم اللہ میں ہے وہ اسم اللہ میں ملو کر ہے اپنے سچے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا انا بلسطۃ فحنت الہما۔ یعنی ہائے اسم اللہ کا بچا حفظ میں ہوں (نور الداعی) سید علی ابراہیم (اقبال) کہتے ہیں ۔

اللہ اللہ ہائے اسم اللہ چہ  
مسی از عظیم آمد ویر

عقل سے حفاظت قرآن اور ہائے لسان عربی کے لئے علم غوامہ دیکھو۔ جس نے سب سے پہلے سوانح عزیز قرآن مجید جمع کیا۔ جس نے یہی علوم کا حفظ کیا اور کتابت کے ذریعہ شاعت علم کی جہاد ڈالی۔ جس سے یہ ذکر کوئی غاری اور جس سے بہتر کوئی حافظ قرآن نہیں دیکھا گیا۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں سے قرآن جس کی تلاوت قرآن کی بخیرائی کا یہ عالم تھا کہ "میں ہائے مبارک برکات کی بہار افکار تلاوت قرآن مجیدی کرد۔" میں ہائے دیگرش برکات کی وسرہ روایت ہائے مرکب راستی استاد علم نامی فرمود (روایۃ شہادۃ و شہادۃ)

علماء کا اتفاق ہے کہ کل علوم اسلامی اصولاً و فروعاً عقلی کی طرف منسوب ہیں۔ جو کچھ علم کلام، علم التوحید، علم التصاوت، علم اللہ، علم العلوم، اور علم احوال انقیاس میں ہے وہ عقل سے ہے۔ اور اس قدر تشبیہات حقائق علوم مذکورہ ہیں کہ کتابیں پڑھیں۔ ایک ایک فقرہ کی تفسیر میں علماء فخر ہیں۔ ایک ایک خطبے میں حضرت نے ایڑہ ایڑہ سو مناسبات باری تعالیٰ بیان کی ہیں۔ جو کل





غریب اور علوم اسرار مثل حروف وغیرہ یہ خاص حق ہی سے مخصوص ہیں اور کل علم الحروف والے علی اور ان کی اولاد سے لیے والے ہیں۔

علی کا نفس ہوا مسلمات سے ہے اور انہ میں واجب الوجودات کو کہتے ہیں جو علم و قدرت سے عبارت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو نفس اتنے ہوگا اُسے طرقات تمام علوم سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔ علی کے لئے یہ مانی ہوئی چیز کہ آپ دنیا کے تمام علوم سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ ان میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور علم لدنی سے اولیٰ تھے۔ شیخ ابو نصر سراج طوسی (م۔ ۳۷۰) لکھتے ہیں کہ علی وہ ہیں جنہیں علم لدنی ملایا گیا تھا اور یہ علم ہے جو خاص طور سے حضرت فخر کو ملا تھا۔ صوفیہ کا بیان ہے کہ علی اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ”یہاں علوم کا کعبہ ہے۔ کاش اس ہار علم کا اٹھانے والی جاتا“ (المع ص ۸)۔ شیخ ابو نصر سراج (المع ص ۳۵۶) پر بھی لکھتے ہیں کہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت نے مجھے حجازیہ علوم سکھائے ہیں جو میرے علاوہ کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہیں۔ ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے۔ علی نے جواب دیا۔ ایمان چار ستون پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل، جہاد (المع ص ۱۸۰)۔ شیخ صید (م۔ ۵۲۹) کو یہ شکایت تھی کہ اگر علی جہاد میں مصروف نہ ہوتے تو ہمارے علم میں گراں قدر اضافہ کرتے (المع ص ۱۷۹) ایک دلو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھے اس طرح علم سے بھرا ہے جس طرح کھنڈر اپنے بچے کو دوا بھرتا ہے۔ علی کا قول تھا کہ سولی سولی۔ میری رعد کی میں جو چاہے۔ پوچھو۔ ورنہ پھر نہیں ملی معلومات سے کوئی بہرہ ور کرے اور اٹھانے لے۔

قرآن مجید میں سورۃ فتح میں علیؑ کو ”امام سین“ کے خطاب سے نوازا گیا۔ یعنی کل علوم و کل اشیاء کا اس کے اندر احصاء ہے۔ وہ کل پر حاوی ہے۔ یہ اسی کی صلت ہو سکتی جو کل علوم کتاب سین کا عالم ہو اور کل کتاب قرآنی و علی امام سین میں ہے اور برنام سین کل علوم و کل اشیاء کا، صفا و کھتا ہے۔ آیت مقلاتی ہے کہ کل اعمال کا علم امام سین کو ہوتا ہے۔ ۷۷ میں وارد ہوا ہے کہ ممکن نہیں کہ خدا کسی کو اپنے بندوں پر حجت قرار دے اور وہ ضرور دے زمین و آسمان کے علوم پوشیدہ رکھے۔ سورۃ نمل کی آیت ۱۵ میں سر قوم ہے کہ ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا۔ سلیمان کو پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی۔ ایک دن سلیمان چرتیوں کے حیدان میں آئے تو ایک چوٹی بولی سا ہے چوٹیوں ابلوں میں گھس جاؤ۔ یہاں تک کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر جہیں روند ڈالے اور انہیں اس کی خبر ہو۔ سلیمانؑ بہت دور سے آیا و اڑنی اور سکرانے ایک روز حضرت علیؑ ایک اولیٰ سے گزرا ہے تھے۔ سلیمانؑ ابوذرؓ مرہا تھے۔ واپسی میں چوٹیاں بے شمار گھسی۔ ان کی کثرت سے متجب ہو کر کہنے لگے کہ کیا کوئی



فصل بھی ہوگا جس کی شمار جاتا ہو۔ آپ نے فرمایا: "اس ایسا شخص سرحد ہے جس کی شمار جاتا ہے کہ کتنے رہیں اور کتنے ماہ ہیں اور کتنے بچے ہیں۔ کتنے جوان ہیں اور کتنی بڑیاں۔ بچہ بچا کون ہے؟ لڑکا کیا نام سے قرآن نہیں پڑھا ہے؟" وَكُلُّ شَيْءٍ احْصَاهُ لِيْ اَعْلَمُ مِنْهُنَّ "یعنی امام حسین کی یہ مثال ہے اور میں امام حسین ہوں۔ لہذا یہ علم رکھتا ہوں۔"

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جن کو تمام علوم و اسرار پر دستگاہ حاصل تھی۔ اب بعد علم محمدی کے یہی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا یہی کام ہے کہ علوم پہنچائے۔ کوئی لڑکا بشری عالم میں حدیث میں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ چہ جائیکہ متاخر کر سکے۔ علوم غریبہ اور علوم اسرار و علم الحروف وغیرہ یہ خاص صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کل علم حروف والے اسی جناب اور اس کی اولاد سے لینے والے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمن بن محمد بن علی بن محمد بھٹائی اپنی کتاب "مراۃ المعارف" میں لکھتے ہیں کہ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے خلق لرایا اور اپنا روح قدس اس میں پھونکی۔ اس پر اس بھیجے مارل کے اور وہی پسے شخص میں جسوں سے علم الحروف کو بیان کیا۔ "مصر لکھایا" اس علم میں "پ" کی کتاب ہے اور دیا میں "ع" علم الحروف میں پہلی کتاب ہے جس میں محبوب و مرید اسرار بیان کئے ہیں۔ خلافت الہیہ جلد سوم میں اس بھی کتابوں کے نام درج ہیں۔ ابن عربی سے معذور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حروف کو خلق کیا اور ان میں اسرار و ہیئت کئے اور آدم کو خلق کر کے ان میں اسرار حروف قرار دئے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" کا اطلاق ہوا اور حالانکہ یہ اسرار نہیں رکھتے تھے۔ لیکن آدم کی زبان پر یہ اسرار ہوا و اقسام کی اصوات و لغات میں جاری ہے۔ اور اللہ نے آدم کو سلطان بعد نسل تمام علوم کو دیا جس میں پہلایا اور پھر شہادت پر یہ علم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام حسین لڑاتے ہیں کہ جناب محمد مصطفیٰ "کو علم الحروف ہی کی طرف دعوت دی گئی اور یہی اسرار ان کو تعلیم دئے گئے۔ اب اس علم کی طرف توجہ کیجئے ہیں کہ علم ایک نظم ہے اور جاہلین نے اس کو بھینسا دیا ہے۔ سب علم نظم میں اور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک شخصیت سے صلی اللہ علیہ وسلم اسرار الہیہ ہونے اور اسی کی طرف رسول اللہ نے ارشاد کیا "میں شہد علم ہوں اور صلی اللہ علیہ وسلم کا وردانہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص ہیں جسوں نے علم الحروف وضع کیا۔ پھر یہ اثر مصلوح میں آگیا اور امام صہبائی پر تمام ہو۔"

آج کل متقدم دنیا علم میں اس پر مارا ہے کہ اس نے جاسوسی کے لئے کتوں کو تعلیم دی ہے۔ اس تعلیم کو آج سے چودہ سو سال پہلے صلی اللہ علیہ وسلم نے رائج کیا تھا۔ یہ انہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ جب

سلمان قاری علی کی طرف سے مدائن کے حاکم مقرر کئے گئے تو انہوں نے چوروں کا مٹایا کرنے کے لئے اپنے کہاں علم و معرفت کی وجہ سے کون سے لحاظ پر ایس کا کام لیا تھا۔

تقریباً علی علیہ السلام کی بنیاد پر فرماتے تھے کہ

”میں اول المخلوقین و المصدقین، اول الاساقمین، اول القسبیین، اول المومنین، اول المہاجرین و صالح المومنین ہوں۔ میں ولی اللہ، المصروف فی العالم ہوں۔ میں صاحب معجزات و کرامات و کشف و ظاہرات ہوں۔ میں نور خدا اور رسول خدا ہوں۔ میں خالصین سے نہیں ہوں۔ میں ظاہر مطہر ہوں۔ میں خواہشات نفسِ ثانیہ سے پاک ہوں۔ میں عالم ظہر و باطن ہوں۔ میں صاحب وحی ہوں۔ میں قائل الشریکین ہوں۔ میں مالک دامت اسلام ہوں۔ میں قائل عمر و فقر و مر جب ہوں۔ میں قاطع باب غیر سید العرب ہوں میں وجہ اللہ ہوں۔ میں قاری الجہار، شہسوار عرب ہوں۔ میں محبوب خدا ہوں۔ میں محبت رسول خدا ہوں، میں لسان اللہ ہوں، میں ید اللہ ہوں، میں کلام اللہ الناطق ہوں، میں صدق صادق ہوں، میں عالم جمیع علوم قرآنی ہوں۔ میں ادنیٰ تفکین ہوں، میں ہادی جن و انس ہوں۔“

ہندوستان کے ایک برہمن صوفی غلام محمد ہادی خان چشتی لکھنؤی نے اپنی کتاب ”مناقب (ملاحظہ ۱۶۳ مطبع احمدی کانپور ۱۳۵۰ء) میں باب اعظم کی بنیاد پر علیؑ کو امت مسلمہ کا رہبر اور ہادی قرآن کی روشنی میں قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”حضرت علیؑ جملہ اولیاء امت کے ہیں و سرشد اور رہبر ہیں۔ ان کی بیعت اور قبول کے بغیر امت میں سے کوئی شخص تمام عرفان پر فائز نہیں ہوا ہے۔ وہ ”اعظم الامم“ صاحب ”سر مخطوطی نور“ بھی جناب نبوت ہیں۔ اہل سنت و الجماعت میں سے کسی کو اس سے اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ اور بالسان بہت سے حضرت علیؑ کا صفت ہدایت سے متعب ہوا تو امین حریر اور امین مرد یہ نے اپنی تفسیروں، امین العربی اور امین نعیم نے اپنی کتاب ”السر فو“ و بیہی نے مسند الفردوس نیز امین عساکر اور امین نہار نے اپنی تاریخوں میں حضرت امین عہد کی بیعت و وصیت نقل کی ہے کہ جب قرآن کی آیت ”اِصْنَعُوا لِحَدِیْثِکُمْ وَ یُکَلِّمُ قَوْمَکُمْ (سورۃ احزاب آیت ۷۰) آپ صرف ارادے والے بنی ہیں اور ہر قوم کے لئے ہی جوتے چلے آئے ہیں (کامل ہوئی تو آپ نے اپنا

ہاتھ سید پر رکھ کر لڑایا۔ میں سبزر (ڈور) نے دیکھا ہوں مجھ پر ہاتھ سے حضرت  
 علیؑ کی طرف اشارہ کرتے فرمایا: "اے علیؑ تم ہادی ہو۔ میرے بعد ہادی  
 واسلے تم سے ہادیہ پائیکے" اس آیت کا تفصیلی ذکر درمستور میں ملاحظہ  
 الہینا سید علیؑ نے بھی جلد چہارم ۳۵۵-۳۵۶ ص ۲۱۲-۲۱۳ ص ۲۱۲ میں کیا ہے۔  
 اس کا ذکر سید علیؑ اہرائی نے بھی اپنی کتاب سورۃ الفرقان میں کیا ہے۔ ملاحظہ  
 ہو "عروۃ الثقی اردو ترجمہ۔ السید محمد اہرائی کشمیری



# حواشی

- ۱۔ ابن کاظم مطہر بن یحییٰ قزوینی (آٹھ پرست تھا۔ ہر مئی سلطان ہو گئے تھے) نے ۲۷۵ھ (۸۷۳ء) میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق کے تلامذہ تھے۔ جہاں شیخ جہاں انہیں صوفیوں میں وہی رتبہ حاصل تھا جو فرشتوں میں حضرت جبریل کا تھا۔ ۲۳۳ھ تا ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ طبرستان کو بار بار بھڑائی سے قہقہہ تھی۔ انہوں نے امر اور خودی میں ایک شعور ہی کیا ہے۔
- کامل نظام در تقلید فرد۔ اجتناب از خوردن خربوزہ کرد
- شعر کے حاشیہ میں لکھے ہیں کہ "حضرت بھڑائی نے فریاد کھانے سے گھس اس باپ پر اجتناب کیا تھا کہ انہیں مسلم بن قحاک کی کرتب لے پہل کس طرح کھایا ہے"
- ۲۔ معروف کرتی۔ والد کا نام نیرود تھا۔ پہلے آٹھ پرست تھے۔ امام علی رضا بن موسیٰ کے ہاتھ مشرف پر اسلام ہوئے ان کے گھر کے در بان تھے۔ ۲۴۴ھ کو بغداد میں انتقال کیا (سیرۃ ۳۵۵-۳۶۰)
- ۳۔ امام اعظم ابو حنیفہ۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔
- ۴۔ سلطان ثوری۔ ان کا انتقال بغداد میں ۳ شعبان ۱۶۱ھ کو ہوا "امیر باغوشین فی اللہ بیٹا" کے لقب سے مشہور تھے
- ۵۔ جوامع النعم ص ۱۵۴
- ۶۔ جوامع النعم ص ۱۷۳
- ۷۔ کتاب الخصال فی تصوف۔ مطبوعہ لایپز ۱۹۳۲ء۔ کتاب کے مصنف مہدوی بن علی حوی۔ ان کا وطن طوس تھا۔ لقب طاووس البقرا۔ کثیر التحدوکن ہیں کے مصنف تھے۔ ان میں الخصال تصوف میں مشہور ہے۔ مصنف ابو محمد رقی (م۔ ۳۳۸ھ) کے مرید تھے۔ مہدوی کا انتقال ۳۷۰ھ میں ہوا۔ مشہور طوس میں ہے۔ آپ نے طوس کوئی کی تھی کہ
- "جنازہ کا از پیش خاک کن لی گذرمانہ منظور بود۔ نظم میں بیچرہ
- اہل طوس جنازہ پاد از پیش مرقد ایشان لی گذر عہد (سیرۃ ۱۵۶) دلیا
- ص ۱۵۶
- (ترجمہ) جو جنازہ میرے مقبرے کے سامنے رکھا جائے اس کی عظمت ہوگی۔ چنانچہ اس بشارت کے بموجب ہر جنازہ قہقہہ کی خبر کے سامنے رکھا جاتا تھا۔

## اے میرِ خطِ وجوب و امکان تفسیر تو سورہائے قرآن

علامہ اقبال نے غنی کی شان اور ان کے فضائل میں قرآن مجید کی متعدد آیتیں اپنے کلام میں درج کی ہیں جن کے باعث بعض نگاہ نگار اشخاص نے ان کے عقیدے اور مسلک کے بارے میں شکوک و شبہات کا نگہار کیا تھا۔ علامہ ادراکِ زندگی سے ہی ایک بکے مسلمان اور محبتِ آلِ رسول تھے۔ عنوانِ شباب میں ان کا دستور تھا کہ وہ نماز فجر کے بعد صلی پر سنا جات میرا نہیں غنی ابنِ لی غالب (سپاس جناب میر) کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ انہوں نے قرآن مجید، احادیثِ رسول اور تاریخ کا بغور نظر مطالعہ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف علی مرتضیٰ کو تمام مخلوق میں بعدِ رسول افضل قرار دیتے اور غنی کی مدح و ثناء میں مطلب اللسان رہتے تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر بعض لوگ ان کو تفصیل سمجھتے تھے۔ خود لکھتے ہیں:

ہے اس کی طبیعت میں تشبیح بھی ذرا سا  
تفصیل ملی، ہم نے سنی اس کی لہری

اقبال نے خاکِ دراصلیت کے اردوں سے اپنے خیالات، دلائل و جملات پیش کیے۔ ان کا قول تھا۔  
خیر۔ کر سکا مجھے جودِ دانشِ فرمیں سر سے آنکھ کا سری خاکِ مدینہ و نجف  
مجھے کیا ہو کہ وہ اقبال یہ گنہگار ہو ترالیا ہے  
لیکن اقبال ہے اسی در کا بندہ شاہِ لائی ہوں میں  
قرآن میں وارد ہوا ہے ”ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ“ جس نے رسول کی

اطاعت کی تو اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور اس اطاعت رسول کی یہ شان ہے کہ اگر بندہ عبادت میں بھی مشغول و مصروف ہو تو اس کو توڑ دے اور اس رسول پر عمل کرے اور اس کی بات سنے۔ خدا فرماتا ہے کہ "اسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ وَلِرَّسُوْلِہٖ" قبول کرو اور اس بوحدا کی بات اور رسول اللہ کی بات۔ اس کو جو جواب دو۔ حدیث کتاب صحاح میں موجود ہے کہ ایک شخص نماز چار رکعت تھا اور رسول خدا نے اس کو پکارا۔ اس نے جواب نہ دیا اور بعد ختم نماز حاضر خدمت ہوا۔ آپ نماز میں ہوئے اور فرمایا کہ جو یہ کیوں نہیں دیا تھا۔ عرض کیا کہ نماز چار رکعت تھی۔ فرمایا کیا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا "اسْتَجِیْبُوا" (آپ) جس حال میں بھی ہو، حکم رسول کی اطاعت کرو۔ بے شک۔ کیوں نہ ہو۔ اس کی اطاعت ایسی ہوتی چاہئے جیسے کہ دوستانہ کی جان کا بھی ان سے زیادہ لگ ہے اور اس پر تصرف رکھتا ہے (الاحزاب۔ آیت ۶) مگر قرآن مجید میں بتلاتا ہے کہ رسول اللہ کی طرف اولی الامر کی اطاعت بھی خدا نے واجب کی ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ اس آیت میں تین اطاعتیں ہیں "خدا کی رسول خدا کی اور رسول خدا اپنے اولی الامر کی" اور چونکہ صید "اطیعوا" تکثر نہیں لایا گیا جو تکرار معنی پر دال ہو سکے۔ اس لئے رسول اور اولی الامر کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ محمد صل رسول اللہ رسول اولی الامر کی اطاعت ہر مسلمان پر عظیم یہ مجید و فرض ہے۔ اور یہ اولی الامر رسول اللہ کے بعد دینیت میں حضرت رسول بھی دو درجہ معصوم ہیں۔ اگر اولی الامر سے مراد عام شاہان اسلام لئے جائیں جو کل کے کل غیر معصوم، جائز الخطا اور اکثر جائز و جاہل ہوتے ہیں تو ضرور شرک فی الاطاعت لازم آئے گا۔ ایک اطاعت کو دوسرے کی اطاعت باطل کر دے گی۔

اللہ نے محمدؐ کو در صاحبان امر بھی امر معصومین کی اطاعت مسلمانوں پر واجب قرار دی ہے اور سورہ شوریٰ آیت "امیں" حج رسالت سے تعبیر کیا ہے۔ قُلْ لَا اَسْأَلُکُمْ فِی الْقُدُوْہِ (دے رسول) کہہ دو کہ میں تم سے تلخ رسالت کا کوئی صلہ نہیں مانگتا ہوں اس کے جو کہ تو میرے اہل بیت سے محبت کر۔ یہ حقیقت ثابت ہو گیا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے لازم و ملزوم ہے کہ وہ آل رسول سے محبت کرے۔ رسولؐ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ "طی لکم لحدی، لحدی لکم، لحدی لکم، لحدی لکم" یعنی الحسن یعنی و انما میں الحصین۔ امام شافعی کا قول ہے کہ

"اے اہل بیت رسولؐ! آپ کی محبت اللہ تعالیٰ نے فرض کیا اور اس کا حکم قرآن میں مارل کیا۔ آپ کے فخر کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جو آپ پر درود نہ بھیجے اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی"

مشہور عالم دین مولوی شیخ محمد صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ”نور الہدیٰ“ میں  
 ہیں آیات قرآنی مع تفسیر انکی بیان کی ہیں جن سے علی کی اہمیت کا کافی ثبوت ہے۔ انہوں نے  
 ایک دوسری تصنیف ”مسند کشف الکتاب“ میں حریرہ رسولہؐ تئیں علیؑ کی شان میں درج کی ہیں۔ شیخ  
 صاحب نے اپنی دونوں کتابوں میں اہل حدیث و اجماعت کی کتابوں سے اسناد پیش کی ہیں۔ وہ ”نور  
 الہدیٰ“ کے ص ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ

”کتاب فتح ہوئے تک کتب شیعہ کا مطالعہ بھی نہیں کیا اور میں نے ایک  
 حرف بھی اس کتابوں سے یہاں افہ نہیں کیا“

شیخ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ

”یہاں چند آیات بطور نمونہ دکھاتا ہوں۔ ورنہ ایک نہائی قرآن فضائل و  
 مناقب اہل بیت میں داخل ہوا ہے“

وحید الدین خان ہمدانی زادے اپنی کتاب ”حہ تحقیق بہ شرب نخی“ میں جناب امیر کی  
 شان میں ۱۵ آیتیں مفسرین اہلسنت بیان کی ہیں۔ سوانح عمری جناب امیرؑ میں مولوی عبدالقدیر  
 مرحوم نے ۳۱ صفحے میں ایک طویل باب قائم کیا جس میں ۷۸ آیتیں علیؑ کی شان میں قلمبند  
 کیں۔ یہ تمام آیتیں کتب اہلسنت سے اخذ ہیں۔ اس حساب سے ۱۳۸ آیات ہیں۔ اردو کے  
 مشہور شاعر آغا شاعر قریشی (متوفی ۱۹۴۰ء) کے والد ثری آغا عبدعلی بیگ قریشی کر بلائی رئیس  
 دہلی نے اپنی مسرکہ ”انصیف“ آیات علیؑ کی شان میں ۱۳۳۰ء میں ”مطبع برکات علی“ (۱۹۱۲ء)  
 میں ۷۰۰ آیتیں فضائل اہلبیت میں درج کی ہیں۔

قرآن مجید میں ۱۱۳ سورتیں ہیں۔ ہر سورہ کی پہلی ہی پر جو تعداد آیات مندرج ہے اس کا  
 کل مجموعہ ۶۱۲۸ تک پہنچتا ہے۔ تفسیر عمدة البیان میں کلام پاک کی کل آیات مفسرین اہلسنت کے  
 حوالے سے ۶۶۶۶ تسلیم کی گئی ہیں۔ بہر حال ۶۰۰۰ آیات کا ہونا تو ہر طرح ثابت ہے۔ مولوی نعل  
 مرحوم نے اپنی کتاب (جناب امیرؑ) صفحہ ۵۹ پر خود حضرت علیؑ کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن  
 چار حصوں میں منقسم ہے۔ ایک رخی قوامی شان میں ایک رخی ہر سورتوں کی تعداد میں ایک  
 رخی قصص و احوال اور واقعات میں اور ایک رخی فرائض و حکام میں۔ بہر حال آغا عبدعلی بیگ نے  
 آل رسول کی شان میں ۷۰۰ آیتیں نمونہ اور خردارے درج کی ہیں۔ یہ نظر کتاب بڑی تطبیع  
 میں صفحہ ۵۵۸ پر آیت نمبر ۴۰۰ سورہ ہود رکوع ۳ پر ختم ہوتی ہے۔ کتاب کے آخری صفحہ ۵۶۰ کے الفاظ  
 یہ ہیں۔

”ان شاء اللہ باقی آیات کی تفسیر جلد دوم میں نظر سے گزرنے کی“ افسوس کہ دوسری جلد کبھی دستیاب نہ ہو سکی۔

ذیل میں ہم چند آئیں درج کرتے ہیں جن سے ظاہر اقبال نے آل رسول کی مدحت سرانجام میں استفادہ کیا ہے۔ ظاہر کہتے ہیں۔  
 بانوئے آل تاجدار غل غل رقص ، شکل کشا ، شیر خدا  
 قرآن مجید (پارہ ۲۹) میں سورہ دہرہ ۳۹ آیتوں پر مشتمل ہے۔ پورا سورہ آل رسول کی شان میں نازل ہوا ہے۔ ”هل انتی علی الامسان“ ”ارج۔ سورت کی ابتدا ہی ”هل انتی“ سے ہوتی ہے اور اقبال نے ”هل انتی“ ”کاشنشاہ قراداد“ شعر کے دوسرے مصرعہ میں ”مرقصی“ شکل کشا شیر خدا اساتے مل ہیں۔ اقبال واضح کر چکے ہیں۔

ہر کہ دانائے رموز و نہ کیست سر اساتے غل دائر کہ چوست  
 (۱) رقصی۔ رقصی نام کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کے معنی بھی لاکھ دو ہیں۔ مشہور عالم دین سید ابوالحسن ندوی (غل میاں) نے غل پر جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہی ”الرقصی“ ہے سووی حادہ شاہ محمد علی حیدر فکندہ طوی کا کوری اپنی کتاب ”مناقب الرقصی فی مواہب المصطفیٰ“ کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں:

”موفق بن احمد اخطب خوارزمی: ”مناقب“ میں اور ابن یوسف غلی کفایت  
 الخطاب میں حضرت غل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت  
 کے ساتھ مدینہ کے بعض راستوں میں جا رہا تھا۔ ایک لکھتان سے ہو کر  
 گذرا۔ ایک درخت دوسرے سے پکار کر کہنے لگا: ”نئی مصطفیٰ“ ہیں اور یہ  
 غل رقصی ہیں“

مرتب کتاب نے یہ روایت اپنی کتاب میں عربی عبارت میں بھی درج کی ہے جس کو ہم نے یہاں حذف کیا ہے

(۲) مشکل کشا۔ غل کا ایک محبوب اور ہر دوسرے قلب ہے۔ وہ تمام جن دانس کے مل  
 مشکلات ہیں۔ انہوں نے آدم سے لے کر خاتم الامجاد تک ہر نبی کی مشکلیں آسان کر دیں۔ آدم کی  
 عالم ظلمات میں غور کی طرف ان میں، یوحنا کی ظلم ہادی، میں، موسیٰ کی طور پر، امیر ایچم کی جنگ میں،  
 عیسیٰ کی مشکل میں، خاتم المرسلین کی جد میں، ماحر میں، خیر میں، خدق میں۔ امام بیہقی (متوفی ۷۵۸  
 ہجری) خدا کی صحابہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول نے فرمایا:



”جو چاہے کہ آدم کو اس کے علم میں روح کو اس کے تقویٰ میں، اور ایم کو اس کے جسم میں، موسیٰ کو اس کی جہت میں، عیسیٰ کو اس کے رب و مہدوت میں دیکھے۔“ وہ جلی کو دیکھے۔ مطلب یہ کہ ملی جمیع اوصاف و کمالات انبیاء ہیں۔

اہل تصوفین پر جب حال طاری ہوتا ہے تو ان کے لب پر ہر وقت ”مشکل کشا“ کا لفظ ہوتا ہے۔ ان کا لہجہ ہے ”پائل مدنی“۔ ایسا ہیذا، غیر کہتے ہیں۔

اے شیر خدا، امیر حیدر تھے اے قلندر کشادہ باب خیر تھے  
 در اسے اسید برٹم بہت شد اے صاحب دوا و اختار قصر تھے  
 سورۃ **ہل اتس** کی شان مرد ہے کہ اس میں انسان کی خلقت، کفار و مشرکین کی حالت، بہشت کی مدح، اہلبیت کی عبادت کا قابل شکر ہے ہونا، حضرت رسولؐ کے خطاب و غیرہ کا ذکر ہے۔

”ابن ہشام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ من و مبین عظیم السلام جا رہے تھے اور حضرت رسولؐ خدا کچھ لوگوں کے ساتھ عبادت کو تشریف لائے اور جناب امیرؑ سے طرہ یا کر بہتر ہونا اگر تم اپنے لڑکوں کی محنت کے واسطے غور کرتے۔ یہ سنتے ہی جناب امیرؑ، فاطمہ الزہراءؑ اور عرصہ نے تین تین روزوں کی نذر کی۔ فرض جب دونوں صاحبہاں آئے اچھے ہوئے اور نذر کے چارہ کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہیں تھا۔ جناب امیرؑ نے مضمون یہودی سے تین صدقہ قرض لئے۔ جناب امیرؑ نے ایک صانع جو پیرا اور پانچ راہوں پکا کیں۔ شام کو کھانا ہی چاہتے تھے کہ ایک سائل نے آواز دی۔ اسلام عظیمؑ اہل بیتؑ میں ایک مسلمان مسکین ہوں۔ مجھے کھانا دو، خدا تمہیں جنت کے خزانہ صلا کرے گا۔ یہ آواز سننے ہی سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں دے دیں۔ اور فقط پالی پالی پی کر سو رہے۔ اور دوسرے دن پھر روزہ رکھا۔ حسب دستور جناب سیدؑ نے پھر پانچ روٹیاں پکا کیں اور کھانے بیٹھے کہ ایک جیم نے آواز دی۔ اور سب نے اپنی روٹی اس کو دے دی۔ اور صرف پانی سے افطار کیا۔ تیسرے روز پھر افطار کرنے بیٹھے تھے۔ تو ایک قہدی نے آواز دی اور تیسرے دن پھر سب پھر گیاروں نے اپنی اپنی روٹی دی۔ چوتھے دن صبح کو جناب امیرؑ نے صاحبزادوں

کے ہاتھ پکڑے اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب رسولؐ اللہ کی نظر پڑی کہ بھوک کی شدت سے کانپ رہے ہیں۔ میں تم لوگوں کو کس قدر تکلیف کی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر خود اٹھے اور ان کے ساتھ جناب سیدہ کے مکان میں آئے تو خاطر و ہراس کو کراہ جہالت میں دیکھا کہ اس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی ہے اور آنکھیں دھنس گئی ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت کو بہت رنج ہوا کہ یہ ایک حضرت جبریلؑ ہمارے ہوئے اور کہا لیکن یہ رسولؐ اللہ آپ کو مبارک ہو۔ خدا نے یہ سورہ آپ کے الی بیت کی شان میں نازل کیا ہے اور سورہ ہر کی تلاوت فرمائی۔

”يُؤْتُونَ بِالْهَدْيِ وَبِطُحْلٍ وَبِوَسْمَلٍ شَرِبَهُ وَسُنْطِيرًا وَبِطُحْلٍ  
الطَّامِ عَلَى حَبِّهِ مَسْكِينًا وَيَسْمَلًا اسْبِرًا“

ترجمہ

”یہ (عاش) سیدے دیکھو پورا کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی تختی ہر طرف بھیجی ہوئی ہے۔ یہ اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور امیر کو کھانا کھاتے ہیں۔ ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر نہیں کھاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ ہم اپنے پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں جس دن چمڑے بکڑ جائیں اور ان پر ہوا بھاس ڈالے گئی گی۔“

۲. لِنِعْمَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

ترجمہ سوائے اس کے نہیں کہ اولیٰ تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ ایسے لوگ جو لہذا کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں مذکور دیتے ہیں۔

اس آیت کے بارے میں ابن عباسؓ نے ایک طویل روایت ابو ذرؓ سے کی ہے جس کا

خلاصہ یہ ہے

”ایک روز میں جناب رسالتؐ آپ کے ساتھ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل آکر سوال کیا اور کسی نے اسے کچھ نہیں دیا۔ سائل آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا۔ اے خدا گوارہ ہو، میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں سوال کیا تھا۔ مجھے کسی نے کچھ نہ دیا۔ جناب امیرؓ رکوع میں تھے سائل کی طرف اپنے دہنے ہاتھ کی چٹکی سے اشارہ کیا اس میں انگوٹھی تھی سائل نے بڑھ کر

۱۲۱۔ چونتہنی کی عبادت نبی کے صہ سے پر ممکن ہونے کے لئے ہمارا ہوئی ہے۔ حسباً  
سے سے کشف الحجاب ص ۲۵۷ تا ۲۸۶ ملاحظہ ہو۔

نبی کی ہر ت اور عمل صالح سے متاثر ہو کر اقبال کہتے ہیں ۔  
سے سر غلہ و چوب و امکان      ظہیر تو سو سے ترس  
سے دہسب عشق را لہارے      اے چہر تو میں رازے  
اے سر نبوت محمدؐ  
اے وہب تو دہب محمدؐ

۳۔ اقینو الصلوۃ و اتو الزکوۃ و اذکمو مع الزاکمین

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یہ آیت کریمہ جناب رسالت مآبؐ اور جناب امیر مومنین کی شان میں نازل ہوئی  
ہے۔ کلام میں کوئی یہ کمال رکوع کرنے والا نہیں ملے گا جو درجہ رسول مقبول سے عمار  
نزدیک کرے والا اور کعبہ و رکوع عمار سے والا ہو۔ جو علی فرماتے ہیں کہ میں سے سات برس سب  
سے پہلے رسول اللہ کے ساتھ عمار چڑھی ہے اور حدیث رسولؐ بھی اس کی مؤید ہے کہ سات برس  
تک ملائکہ سے مجھ پر اور علیؑ پر درود بھیجا ہے جبکہ میں پر کوئی وَحْیٌ لَّا یُضِلُّکَ کا قائل نہ تھا۔ عید  
امام صاحب آئین مرآت الہی کتاب سوانح عمری جناب امیر مومنان میں ضعیف لکھتے ہیں کہ

”اچھی سلام ظاہر نہیں ہوا تھا کہ میں کہہ میں گیا۔ مہاش سے ملا۔ دو پہر کے

بعد میں نے دیکھا کہ ایک جوان آیا اور تہان کی طرف سر اٹھا کر جانب کعبہ

میںہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کچھ پڑھنے لگا۔ اس کے بعد ایک لڑکا آیا وہ بھی اسی

طرح کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت آئی وہ بھی اسی طرح پیچھے کھڑی ہو

گئی۔ پھر سب نے رکوع کیا پھر سر اٹھا اور پھر کعبہ کیا۔ میں پر بیٹہ دیکھ

دیکھ کر حیران تھا اس لئے مہاش سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے

کہا کہ یہ جوان محمدؐ سمجھتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ خدا سب کا ایک ہے اور

دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ خدا کا کلام اور شریعت نے کر آیا

ہوا۔ دوسرا لڑکا میرا سمجھتا ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی

زوجہ ہے۔ ان دونوں نے اس کے کلام کی تصدیق کی ہے۔ ”خبر روئے

زمین پر ان تینوں مضمون کے سوا جو قاضی اس عقیدہ کا کہیں“

عزہ محدث ضلی کا بھی یہی مذہب ہے کہ یہ آیت حضرت رسالت کتب نور حضرت علی مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہے ایمن مردویہ نے ایمن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب رسول اللہ اور علی ابن طالب سے تعلق ہے کیونکہ سب سے پہلے کلمہ المسلمین میں ان ہی دو بزرگواروں کے نام پڑے ہیں اور کوغ کیا ہے۔ اس لفظ کی شان نزول خود اللہ تعالیٰ نے حد ذکرہ بالا آیت میں فرمائی ہے۔

۴ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ — وَلَمْ يَكُنْ لَكَ الْكَلْب (سورہ رعد آیت ۴۲)

اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور شہید واقعی اللہ کافی ہے۔ جس نے مجھے ان کلمات کا پتا کر بھیجا ہے اور وہ اس کے پاس علم الکتاب ہے۔ آیت ۴ آیت ۵ کے مابین اول المؤمنین اور اول المسلمین ہیں۔ اول المؤمنین اس لئے تو ہیں کہ ظہور رسول اللہ ہیں اور عام نورانی و روحانی میں کل قیامات سے پہلے اسلام لانے والے اور خدا کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ یہاں اول المسلمین اس لئے بھی ہیں کہ انہیں بھی شرک و کفر کی ہوا ہی نہیں گئی۔ جس کے سینے میں کتاب اللہ کا علم حقیقی واقعی ہو گا اس کی یہی شان ہوگی۔ پس حقیقی صدق ہوتے اول المؤمنین و افضل المؤمنین بلکہ در اول سے امیر المؤمنین کہے واسلئے علی ہیں۔ سید علی ہدائی (شاہد ان) اپنی کتاب سورہ اعرابی میں بحوالہ حدیث رسول مکتبے ہیں کہ

”اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ علی کا نام امیر المؤمنین کب رکھا ہے تو بھی اس کی فضیلت کا اظہار نہ کریں۔ علی کا نام اس وقت رکھا گیا جب آدم بھی پیدا ہوئے تھے۔ یعنی جب رسول اللہ نبی ہیں اسی وقت سے علی ولی اللہ امیر المؤمنین ہیں“ (بیان القرآن ص ۱۳۸) ایمن عباس سے مردویہ ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرت کے حضور میں داخل ہو گئے۔ آپ کے پاس حضرت عائشہؓ حضرت ریحانہؓ تھیں۔ حضرت علیؑ آنحضرت اور حضرت عائشہؓ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ حضرت عائشہؓ فرماتے تھیں کہ کیا اس جگہ کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں؟ آنحضرت عائشہؓ سے فرماتے گئے۔ ظہور! میرے بھائی کو تکلیف نہ دو۔ پیامبر المؤمنین و قائد القہر امجد ہیں۔ قیامت کے روز پہلے میرا پر بیٹھیں گے اور اپنے دوستوں کو حنفہ میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرینگے (مناقب مرتضوی ص ۸۱) خوارزمی۔ بحوالہ مناقب المرتضیٰ ص ۹۲۔ ۹۳۔ مولفہ مولوی حافظ شاہ محمد علی چند قندری طوی کا کوردی۔ یہ کتاب کتب خانہ شریعتیہ میں زیر نمبر ۳۳۵۳ موجود ہے پیامبر المؤمنین کی یہ فضیلت ”سیر سید علی ہدائی“ مرتبہ اکثر محمد ریاض صفی ص ۵۱۶ مطبوعہ مرکز تحقیقات قاری و ایمان ص ۸۸۵ میں بھی درج ہے)

۵۔ حضرت علی کے سرانے یہاں کی شان میں قرآن مجید میں متعدد آیتیں موجود ہیں۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۹ "اجعلکم مسلمات الحاج و جملۃ المسجد الحرام" یہودی القوم الظالمین۔

ترجمہ کیا جاہیون کو چل پلائے اور مسجد الحرام کی تعمیر کو تم نے اس مجلس کی باقاعدہ قرار دے دیا جو خدا اور عام آخرت پر ایمان لایا ہو، خدا کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ خدا کے نزدیک تو ان میں کوئی مساوات نہیں اور خداوند عام ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔

یہ آیت مسلمانوں کے سبھی فرقوں میں باخلاق رائے حضرت علی کے ایمان کے قوت کی تصدیق میں نازل ہوئی ہے۔ ایک دس مہاس بن عبدالطلب اور طلحہ بن شیبہ بیٹھے تھے کہ دھر علی کا گھر ہو۔ مہاس نے کہا کہ میں جاہیوں کو چل پلاتا ہوں۔ شیبہ نے کہا کہ ہم حالت کعبہ کے کلید بردار ہیں۔ دونوں برہنگوار اپنی حویلیوں پر ناز کرتے تھے۔ دونوں نے علی سے کہا کہ تم میں کوئی خوبی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو سب سے پہلے ہمارا داد کی اور ایمان کا غلام کیا اور راعہ میں جہاد کی در شہرہ کی گردنوں پر سے کمر نہیں اٹھائی جب تک کہ تم ایمان نہیں لاتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں لفظ باطن قول جناب امیر کی تصدیق کی گئی ہے تیوں برہنگوار دوسوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اپنی دیکھیں پیش کیں۔ اسی وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

ابو حاتم، ابو یوسف، محمد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور شعبی نے اپنی اپنی تفسیروں میں ماور و احدی (اسہاب رول) قرطبی، ابن حجر (جامع الاصول) نسائی (سنن) سیوطی (در منثور) اور ابویوسف (م۔ ۳۰۳ھ) نے تفصیل صحابہ میں یہ آیت شان علی میں نازل ہوئی قرار دی ہے۔

ظاہر اقبال کے فلسفہ کی بنیاد مشق پر ہے اور انہوں نے علی کے ایمان کو سرمایہ مشق قرار دیا ہے۔ چنانچہ آیت مذکورہ سے استفادہ کر کے فلسفہ مشق کو یوں بیان کیا ہے۔

مسلم الال شہ مردوں علی مشق را سرمایہ ایمان علی  
ار پلائے دور دانش زعمہ ہم در جہاں شغل گھر تابندہ ام  
۶۔ اَلَّذِينَ يَشْعُرُونَ بِالْآثَرِ هِيَ (شعوراً ۱۱)

آیت میں علی کا اولین کارنامہ دعوت اسلام کے سلسلہ میں مصر ہے۔ رسول کو حکم ہوا تھا کہ اپنے قرملی ارشدہ دہروں کو کھڑا اب الہی سے مشہد کرو۔ آپ نے علی کو حکم دیا کہ دشت راندوں کی دعوت کا

انتظام کرو۔ بقول علامہ سبکی (سیرۃ نبوی جلد اول ص ۲۸ طبع مئیں) علیؑ نے اس کم سن کے باوجود بہت سی اچھا انتظام کیا۔ تمام خاندان عبدالمطلب کو دعوت دی گئی تھی۔ ان میں حضرت ابو طالبؑ، حضرت حمزہؑ، حضرت عباسؑ اور ابولہبؑ بھی تھے۔ لوگ کھانا کھا چکے۔ تو آنحضرتؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

”میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا کو کفیل ہے۔ اس ہار گراں کے اٹھانے میں میرا ساتھ کون دے گا۔ وہی میرا اور یہ، جانشین اور بھائی ہوگا“ تمام مجلس میں سنا، چھانکنا، فحاشا علیؑ نے کھڑے ہو کر کہا۔

”گو مجھے آشوب چشم ہے۔ مگر میری آنکھیں جتنی ہیں گو میں سب سے فخر مند ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا“

قریش کے لئے یہ حیرت انگیز منظر تھا کہ وہ شخص (آنحضرتؐ اور علیؑ) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ لیکن آگے چل کر ماندے بتا دیے کہ یہ سراپا بیچارہ تھا“

تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کے اس جواب کے بعد پھر وہی کلمہ لہرانے کہ ”میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا دونوں کو کفیل ہے۔ اس ہار گراں کے اٹھانے میں میرا کون ساتھ دے گا؟“ علیؑ نے منہ کر پھر وہی کہا جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ تیسری مرتبہ رسولؐ نے پھر وہی دہرایا۔ اور علیؑ نے وہی عرض کیا جو اس سے پہلے کر چکے تھے یعنی یہ کہ

”یا رسول اللہ! میں ہوں مددگار آپ کا اور فرمانبردار آپ کا اور نصرت کرنے والا آپ کے ہر کام میں۔ میں آپ کے دشمنوں کو نیز ماروں گا اور آنکھیں ان کی پھوڑوں گا۔ اور پیٹ چروں گا اور آنکھیں کالوں گا اور آپ کا وزیر ہوں گا“

حضرت نے اس وقت علیؑ رضی اللہ عنہ کی گردن پر دست مبارک رکھ کر ارشاد کیا۔

”یہ میرا بھائی ہے اور میرا دھما ہے اور میرا طبع ہے تمہارا ہے درمیان، اس کی منہ پر لافاعت قبول کرو“

یہ سن کر سب قوم کے لوگ اتر دوئے حضورؐ کے نبی کرکھڑے ہو گئے اور ابولہبؑ حضرت ابو طالبؑ سے کہنے لگا کہ اپنے بیٹے کی بات سن لو لافاعت کر۔ یہ تجھے حکم ہوا“ (تاریخ ابواللہ ۱ ترجمہ از مولوی کریم اللہ بن صفحہ ۳۳۲ طبع لاہور ۱۳۸۴ء)

(نوٹ) دعوتِ نبویؐ کا واقعہ ۳ ہجرت کا ہے۔ اس کا ذکر کتب تاریخ اسلام میں موجود

جہاں میں سے چند کتابوں کے نام ہیں۔

- (۱) تاریخ طبری جلد دوم ص ۷۷ (خونی ۳۱۰ء) (۲) خصائص نعلی (۳۰۳ء)  
 ص ۳۳ (۳) تاریخ کامل دین الخیر جلد ۲ ص ۳۳ (۴) مسند ابو یوسف جلد ۳ ص ۶۰ (۵)  
 کزبائل جلد ۶ ص ۳۷ (۶) مکن جلد ۳ ص ۴۹۔

۷ ذہن القصاص الخشوی (سورہ بطورہ آیت ۲۰۷)

ترجمہ "لوگوں میں دو آدمی ہیں جو اپنے گناہوں کو دیکھ کر کے لئے چلاواتے ہیں"

آیت حضرت علی کی شان میں ہے۔ اور یہ شب بھر حضرت علی کی عدم التعلیل ہادی کے  
 کے ساتھ پہلے پہل ۳۰ (مطابق ۱۰۶۲ء) رسول اللہ کو غم ہوا کہ وہ کہہ چکے ہیں۔ اللہ کی  
 ہدایت کے مطابق حضرت جبرئیل کے ذریعے آپ کی آنحضرت سے علی کو اپنے بستر پر لایا اور ایک  
 ایک ٹیٹھی میں لے کر گھر سے دیر لگے اور غم کی آنکھوں میں جھونکے ہوئے اس طرح نکل گئے جیسے  
 گھر سے ایسا نکل جائے۔ طاری ٹیٹھی لگتے ہیں کہ چہ عظمیٰ کا ساتھ تھا۔ جناب میرزا غلام حسین  
 قاضی فریق آپ کے نقل کا امداد کر چکے ہیں۔ اور آج رسول اللہ کا بستر خواب علی کی رہیں  
 ہے۔ لیکن قاضی خیر کے لئے نقل کا فرش گل تھا "سیرت امی وحسن اعظم (۱۶۵) ص ۱۰۷  
 دشمن دروازہ توڑ کر داخل ہوا۔ جو علی کو تاراج کیا۔ پوچھا کہ کہاں ہیں۔ جواب دیا جہاں ہیں  
 خدا کی اس میں ہیں۔ طبری میں ہے کہ علی کو دروغ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور سب گھر سے نکل  
 بھاگے۔ امیر ماضی ہما مہر لائی میں ہے کہ علی کی حفاظت کے لئے خدا نے جبرئیل اور میکائیل کو بھیجا  
 تھا۔ یہ دونوں ساری رات علی کی خواب گاہ کا بہرہ دہ رہے۔ علی کا فرمانا ہے کہ مجھے شب بھر  
 مجھ کی عداوتی ساری عمر نہائی تھی۔ ظاہر میں ہے کہ اس سورہ کے لئے آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

۸ چاہیہا الرسول بلغ ما أنزلہ فیہ من اللہ من اللہ (مائدہ آیت ۶۶)

ترجمہ "اے رسول! میں نے آپ کو جو اللہ نے آپ کو پہنچا دیا ہے اور جو اللہ نے آپ کو پہنچا دیا ہے اس کے  
 نصیب میں علی کی امانت کا اعلان اور انکار کیا گیا ہے۔ آیت کا ترجمہ علی میں کیا گیا ہے۔

"اے رسول! اس غم کو پہنچا دے جو میرے پروردگار کی جانب سے تھا"

نزل ہوا ہے۔ اگر تو یہ ایسا نہ کیا تو گویا خدا کی رسالت ہی نہیں پہنچائی

ہے۔ اور اللہ نے لوگوں کی شر سے بچانے کا

طریقہ نبی نے اللہ کے اس سرخ غم کو یوں محسوس کیا کہ گویا کہ پہلی تاریخ اسلام کو گزرا ہے

بند کر دیا ہے۔

## جلوہ در جہانگی لام کن

انچہ بر تو کھل آہ عام کن

جب آخری حج سے فراغت کے بعد آنحضرت مدیہ کے ارادہ سے ۱۴ ہجری المبارکہ کو روانہ ہوئے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب آپ کے ہمراہ تھے۔ خدیجہ بنی نضیر پر پہنچے ہی آپہ طبع کار ول ہوئے۔ آپ نے پانچ شتر کا خیر عطا کیا اور پانچ کو قلم دیا کہ "فی علی میرا ہسل" کہہ کر آؤ۔ دو جمع صحت کر لفظ احمد ال پر آگیا۔ آپ نے ایک ضعیف و بلیغ خط لکھا جس میں خود دنا کے بعد اپنی نصیحت کا قرار لیا اور فرمایا کہ میں تم میں دو تر افتخار چیزیں چھوڑتا جاؤں۔ ایک قرآن دوسرے یہ نصیحت اس کے بعد اپنی کو اپنے نزدیک بلا کر دو سو ہاتھوں سے اٹھا لیا اور اتنا بند کیا کہ حدیثی پر یہ بھل عام ہو گئی۔ پھر فرمایا "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاكَ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَا" جس کا میں مولا ہوں اس کا چلی بھی مولا ہے۔ خدا اپنی چھ چیزیں حق کو اسی طرف سوا دیتا۔ چھ چیزیں کے سر پر سیاہ عمامہ باندھتا۔ سب کو آپ کی نیابت الہی اور تہذیب الہی سے سرور ہوئے۔ حضرت خزے بھی شاہدار الفاظ میں مبارک باد دی۔ جبریل نے بھی "الہود اکملت لکم دینکم" کا لڑوا دیا۔ چھ لہرائی۔

دین سب ظہیر با اجتہاد نام خود دان علی مولا ہوا  
گفت ہر کس را ختم مولا دوست این علم من علی مولاے دوست  
کیست مولا آنکہ آراست کہ بند رقیبہ راپت کہند  
اتہال سے بھی اپنے لفظ کلام میں شہد را شہد میں علی کو مولا قرار دیا ہے۔

بھی تنہائی کو دین عشق بھی سوز و سرور و انجمن عشق  
بھی سرانچہ محراب و خیر بھی مولا علی خیر خلق عشق

حدیث مدیہ کے بارے میں سید علی ہمدانی نے جس کی تریف علامہ ابن کثیر نے بھی کی ہے اور طوم غازی اور باطنی شیخ صاحب کمال نے۔ حضرت خزے روایت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے علی کو قلم نصیب کیا جس سے تروا دی ہدایت پائی۔ یہی وہی ہے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ بل بھی مولا ہے۔ اسے مد علی کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کا دشمن رکھو۔ اس کے مددگار مدد کر اور جو اس کی نصرت ترک کرے اسے تو بھی مدد دل فرماؤ۔ خدا خدا اتنا ان پر میرا گواہ ہے۔ اب جناب صحابی کہتے ہیں کہ میرے پیلو میں ایک جوان حشر و اور خوشبو بیٹھا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ خدا نے اس مقدس شخص کو کیا ہے اسے سوائے منافق کے اور کوئی نہیں کھول





بکھا۔ معلوم ہوا کہ سب میں کی تعلیم کے علاج ہوتے ہیں اور یہ خدا کی تعلیم کے۔ اس لئے ضروری ہے کہ امام (خلفاء مادہ) بھی کسی سے کوئی علم نہ سیکھیں اور کسی سے کوئی تعلیم نہ پائیں۔ نبی جن کا خدا معلم ہے وہ کسی دوسرے معلم کے پاس کے مگر جانتے ہیں۔ اور چونکہ الہام وحی کا تعلق روح سے ہے نہ جسم سے۔ لہذا وحی کے لئے عالم جسمانی درود حالی یکساں ہے۔ علیہ اللہ نبی اول خلقت میں علم کے ساتھ لے کر آئے اور حکم مارے عالم پیدا ہو۔ تاکہ جو نئے درجوں سے اس کو تیز حاصل ہو جائے۔ دراصل ایسا ہی ہے۔ یہ خاصانِ خدا ماں کے پیچ سے عالم پیدا ہوتے ہیں اور کسی سے تعلیم نہیں دیتے۔ محقر یہ کہ جملہ خلفاء مادہ کے لئے علم لدنی وصحت و طہارت لازمی ہے اور کوئی اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یہ خلافت بھی بصورتِ موت ظاہر ہوتی ہے اور بھی بصورتِ رسالت اور بھی بصورتِ امامت۔ میں جس طرح یہ خاص شخص ہی اللہ و رسول اللہ کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح امام مطلق کے لئے بھی لازمی ہیں اور بھی اوصافِ امامت ہیں۔ جس طرح ہی اللہ کے لئے بحیثیت نبوت ہے۔ اسی طرح امام کے لئے بحیثیت امامت ہے۔ اور اسی طرح وہ صاحبِ وحی و الہام ہے۔ جو اس کا منکر ہو وہ حقیقتِ خلافتِ الہیہ سے بالکل بے خبر اور امتِ امامت سے فقہا جاہل ہے۔ چونکہ آنحضرت ان جملہ مراتب میں درجہ ختمِ مراتب پر ہیں جملہ اوصاف میں سب سے افضل و اکمل ہیں۔ اور سب سے اقرب الی اللہ ہیں۔ اس لئے ان کی صحت فوق جمع امیاء اللہ ہے اور آخرتِ مصممہ شریکِ صحتِ رسول اللہ۔

ارشادِ نبویؐ ہے کہ اول خدا نے میرا نور خلق کیا۔ پھر اس نور سے خدا نے نور علی کو خلق کیا۔ میں ہم ہی اول ہیں ہم ہی آخر ہیں۔ ہم ہی خاصانِ خدا ہیں۔ ہم ہی دوستانِ رب علی ہیں۔ اور بے گمراہوں میں جبرئیل مازل ہوئے۔ ہم ہی گلِ قدسِ عالمی ہیں۔

ارشادِ بانیؑ ہے "فمنی جہا جعل فی الارض خلیفۃ" (میں زمین میں اپنا جانشین بنانے والا ہوں) اور اس طیلید کو محدۃ نبوت سے منسوب کیا ہے۔ اور اس خلافت کو صورتِ موتی میں ظاہر کیا ہے۔ بعد از ان اسی سلسلہ کو رسالت و اولوالعزمی و ختم نبوت و امامت میں یعنی خلیفہ اللہ رسول و رسول و اولوالعزم خاتم النبیین اور امام مطلق ہوتے ہیں۔ "بے شک ہم نے اپنے رسول بھیجے اور ہر ایک کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان صدق و عدل بنا دی۔ حضرت داؤد و ہاروت خلیفہ اللہ کے قضا سے یاد رکھئے (یہاں انا جہا جعل فی الارض خلیفۃ فی الارض) کا ہر ایم کو ارشاد ہوا۔ میں تجھے تمام لوگوں کا پیشوا (امام) بنائے والا ہوں اور ان کی نواہد اور روایت کے کل و امیاء کو امام کے لقب سے ملقب کیا۔ سلسلہ خلافت الہیہ ہی سے نبی و رسول و اولوالعزم رسول، خاتم امام خلق

گزار ہے۔ نبوت و رسالت و امامت کا اس خلافت الہیہ سے قطعہ کوئی دوسرا سلسلہ قائم نہیں کیا گیا۔ ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے آدم باوجود مال ابراہیم و آل عمران کو تمام گونا گوت سے پاک اور برگزیدہ و ممتاز بنادیا۔ اور ان مراقب و مقامات الہیہ کے لئے انتخاب کیا۔ یہ سب ایک ہی سلسلہ اور ایک دوسرے کی اولاد و ذریعہ ہیں اور انہ سب کی منتہا ہے اور سب یکجہ جاتا ہے۔

سب کچھ اسی سلسلہ خلافت الہیہ میں ہے۔ لیکن سلطان "انسی جہاں فی الارض خلافتہ کے تحت سے (۱) انس جہاں فی الارض مدینہ (۲) انس جہاں فی الارض وصولا (۳) انس جہاں فی الارض اما عا کے الفاظ اور محلوں سے نکلتا ہے جس سے پھر آیتا رہے کہ اصل خلافت الہیہ ہی ہے اور وہی مقدم ہے اور نبوت و رسالت و اولوالعزری، امامت و ولایت اور خلیفہ سب اس کے درجہات ہیں۔ کبھی یہ خلافت الہیہ کی صورت نبوتی میں ظاہر ہوتی ہے اور ظہیر نبی کہلاتا ہے۔ اور کبھی نبوت کے ساتھ رسالت کی پاسداری ہوتی ہے اور ظہیر خدا کے ساتھ رسول بھی کہلاتا ہے اور مستقیم ہے کہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے اور دونوں میں آدم و اہل بیت مطلق کی نسبت ہے۔ کبھی یہ خلافت صورت نبوت و رسالت کے ساتھ مدینہ و اولوالعزری کو شامل ہوتی ہے۔ "فصلہد کما جہد فو لو القوم من الفضل" (مہر کرد جیسا کہ اولوالعزرم رسولوں سے بھی مہر کیا) اور اولوالعزرم پانچ کہلاتے ہیں۔ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ حضرت محمد مصطفیٰ اور بھی صاحبان شریعت ہیں۔ ان کی نیمائے سرطین الہی شرائع کی تبلیغ کرے والے تھے اور کبھی یہ خلافت الہیہ صورت نبوت و رسالت و اولوالعزری کیساتھ امامت میں شامل ہوتی ہے۔

ہر نبی کوئی۔ کوئی آیت لاتا ہے اور دیکھتا ہے۔ حضرت ابراہیم مقام امامت پر فائز ہوئے تو ان کو پراہن میں و آسمان آیات ارضی دکھائی گئیں۔ اور انہوں نے بہت سے عجوبے اسف کو دکھائے اور اس سے ان کی اسف کا مرتبہ و مقام معلوم ہوا اور مقام حق میں فرمایا "المسوی"۔ من آپتسا الیہ (اظہار اپنے بارے میں کہ کلمات کے وقت سہرا افرام سے مہر الافضل تک لے گیا تاکہ ہم اپنی آیات اے دکھا دیں۔) یہ کتب وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے) میں ثابت ہوا کہ خاتم النبیین آیات کبریٰ کے حامل ہیں۔ ارشاد ہوا ہے کہ ہم ہدایت کی تمہارا بطریقہ بتاتا ہے نہ جکا ہے اور تہذیب اپنی طرف سے کوئی بات کہتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے ہادی کہتا ہے۔ اس کو سب سے قوی ہدایت لے چکا ہے (الرحمن علم الغرآن) اور ہادی قوت والا ہے اور سب پر حادلی ہے۔ اس نے اپنے بندے کو وحی کی۔ دو سب صوبہ اوصاف بحال و جلال الہی ہیں۔ شیخ افرام الہی کی دلیل ہے۔ مصانع موسیٰ کا مجرہ ہے۔ یہ مرتبہ و مقام "خلافت الہیہ"



کی۔ جس شہادی درجہ میں گنہگار بھی ہوں گے اور نیکو کار بھی۔ خاتم۔ میں نے اور عادی بھی۔ طلب بھی ہوں گے اور صالح بھی۔ اس لئے ساری دہیت امام نہیں۔ میں عہد امامت است خدا ہے۔ میں میں نبیوت نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ امامت رسالت پر مبنی ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے کہ زمین و آسمان کا علم باطنی حضرت ابراہیم کو عطا کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے خلفاء ائمہ و اصحاب کو یہ علم تھا۔ جس امام کو عطا وہ ان علم ضرور ہے کے جو اس زمانے میں ضروری ہوں علم باطن بھی ضرور ہونا چاہئے۔ خصوصاً امام مطلقہ آیت مطلقہ میں۔ کیونکہ بغیر علم حکمت و ارض و سمائے باطن میں و آسمان کا تصرف دشوار بلکہ محال ہو گا۔ اور تصرف ہی شریعت ظاہر و باطن ہے اور امامت چونکہ لائق نبوت ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصرف باطن حق ہی ہو۔ تصرف امام کی سند و قرآن میں موجود ہے۔ یعنی اسے ابراہیم و نوح کو حج کے لئے پکارا۔ آوار ابراہیم ہر ایک کے کان میں پہنچی۔ مسموم ہوا کہ امام ہر ایک کی سنا ہے اور اس کی صدا سب کو پہنچتی ہے۔ امام جیونی کی آواز سن سکتا ہے (نہل) اگر امام میں یہ تصرف نہیں تو امام مطلق نہیں ہو سکتا۔ امام کو چاہئے کہ وہ مشکل کشائے مطلق ہو اور مشکل کشائے کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب کے کام آئے۔ جہاں اس کو پکار میں پہنچی سکتا ہے اور میں تصرف اور ریاست عامہ سے وہ مشکل کشائے مطلق میں سکتا ہے۔ اس وقت سے جبکہ وہ عام جسمانی میں یا بھی نہیں ہے اور جہاں اس کو یا قاریں الجار ہو سکتی کہ کر پکارا وہ تصرف دیاری کے لئے موجود ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ اسی عالم روحانی میں برائی کی صیرت کر سکتا ہے۔ خصوصاً وہ امام جو اس ہی کی جدائے حق کی شان پہ ہو کہ بطور فکر کہہ سکتے کہ 'میں اس وقت میں تھا جبکہ آدم کا پتلا بھی تھا۔' اور حق کی نبوت بعد مرنے کے بھی تا قیوم قیامت قائم ہو۔ اس کے کا انتقام کی شان بھی ہو گی۔ اور تینوں راہوں کو شامل ہوگی اور کہہ سکتے گا 'میں نے کل انبیاء کی پوشیدہ طور پر عام ارواح میں تصرف کی ہے اور آخر عمر ہی کی حکم کلامہ ان میں تصرف کی ہے۔ ایسے ہی درجہ کوئی ائمہ المطلق کہتے ہیں اور اسی تصرف کا نام شاد و لایمت ہے اور امام کی ریاست عامہ اسی ولایت کا اثر ہے۔ ورنہ ریاست عامہ کوئی معنی نہیں رکھتی۔

غرض یہی امامت پر فہید ہے۔ اور چائیں نی بھی اس طرح است پر فہید ہے۔ اور امامت میں نی میں کیا ایاں بھی شامل ہیں۔ جس ضروری ہے کہ علیہ رسول میں پر فہید ہو۔ اور اس کی قوت اس سے بڑھی ہوئی ہو۔ اور ایسا وجود جو جنوں بلکہ دیگر روحانیت سے نفی تر ہو اور اپنی روحانیت سے تمام عالم کی سر کر سکے۔ اور اس نورانیت کی روش شعاعوں میں عام کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ سوائے فلسفہ رسول و نور محمدی و حضرت و درایت و خبری اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں جی بعد رسول گل جس و اس پر اور

کل عوالم پر رحمت خدا ہیں۔

مشہور ہے کہ امام جعفر دانی علیہ السلام نے ایک بار حضرت علی مرتضیٰ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں حضرت رسول پر حطب پڑھ رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو آئے دو۔ اور راستہ دے دو۔ لوگ ہٹ گئے۔ وہ قریب منبر آیا اور تین مرتبہ سانس لیا۔ حضرت سے کچھ عرض کیا اور حضرت سر ہاتھ فی العالمین نے جو سب دیا اور وہ واپس چلا گیا۔ لوگوں نے اس بار کی حقیقت پوچھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جن ہے۔ انصار میں سے ایک شخص نے جس کا نام "جابر بن سمیع" ہے ملا کسی لادیت کے اس کے بچے کو مار ڈالا ہے۔ یہ فریاد لے کر آیا تھا۔ میں نے قاتل کے حق میں اس کے بچے کا خون اس سے بخشوا لیا۔ یہ سن کر ایک لمبے قد کا آدمی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ ہاں فلاں مقام پر میں نے ایک ماہی مار ڈالا اور جب سے اس کو مار ڈالا ہے ہر جگہ جہاں میں جاتا ہوں چیل پھار کی آواز سے ڈھیر نہیں سکتا ہوں اور اس کو ایک بھٹا ہو گیا۔ اب میں جاسع مسجد میں آ کر ٹھہرا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسی مقام پر ہا کر اپنا اونٹ رنج کر دے۔ پھر تھک کر کوئی خوف نہیں ہے۔

یہاں ملا سے کا ایک شعر یاد آتا ہے جس میں انہوں نے جناب علی کی روحانی اور جسمانی طاقت کا مظاہرہ پیش کیا۔

ہزار خیر و حمد کو۔ اژدر است ای جا

تہ ہر کہ جن جرمی خود و میدری مانج

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حواری کہ میں ایک بہایت زبردست اور طویل اژدر ہا گیا۔ اور اس نے تاجی چادی۔ ایک لشکر بے اسے مارنے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک دن وہ اژدر ہا ہند کی طرف چلا۔ جب قریب پہنچا تو شہر ہند میں پہل چل گئی۔ لوگ گھروں کو پھوڑ کر باہر بھاگ گئے۔ اتفاقاً وہ اژدر ہا جانہ حضرت ابو طاہر میں داخل ہو گیا۔ وہاں سولہ نئے کائنات گجوارے میں فروکش تھے۔ اور ان کی مادر گرامی کنگیاں ہر تشریف لے گئی تھیں۔ جب وہ اژدر ہا گجوارے کے قریب پہنچا تو "یہ اللہ" نے اس کے دونوں جیزوں کو پکڑ کر دو پارہ کر دیا۔ رسول خدا نے مسرت کا اظہار کیا۔ مہام نے دلوں شاعت دی۔ مہام نے دیکھی آ کر باہر اڑا دیا اور اپنے کو نظر کا کام دے کر رکھا۔ اس کا ذکر عرب کے مقامیے میں خود علی نے بھی فرمایا ہے

انما اللہی شتمنی ای حیدرہ

صو غلام آجام و لیث قصورہ

علاحدہ کی پیدائشی قائل ذکر ہے ۔

جہاں عشق و مستی نے نواری جہاں عشق و مستی سے نیازی  
کمال عشق و مستی عرف حیدر وہاں عشق و مستی حرف مارتی  
ذیل کا شعر بھی قائل ذکر ہے جس میں مسلمانوں کی قوت و بے کسی کا اظہار کیا ہے کہ انہوں  
نے ملن کی تعلیمات اور کردار و سیرت کو کفر اسٹی کیا ہے ۔

خدا کے خیر سے ہے یہ سرگز و دین و دامن

اس زمانے میں کوئی حیدر کرا بھی ہے ؟

شاہ مفتی علی بہرہ و دہلی اپنی کتاب (ارمغانِ علاج ۱۹۹۱ء) میں لکھتے ہیں کہ

”بعض انسانوں کے سلسلہ میں کسی مٹکری پر رائے اُنکل جج ہے کہ ان کے

نام میں پر نہیں بلکہ آسمان پر رکھے جاتے ہیں۔ آسمان پر رکھے جانے

والے نام بھی مشہد ابروی کو کون مٹا سکتا ہے۔ تاریخوں سے اس بات کی

سند ملتی ہے کہ ابو اصبہ امام طہارت و کرامت سولائے کائنات کا نام میں

سے حیدر رکھا تھا۔ مگر جب عمر ۷۰ یا ۸۰ کے چھ پچاس ملائے کہ بچے کا نام

آسمان پر علی رکھا گیا ہے اور آسمان پر رکھے جانے والے نام سے دقت

پیدا نہیں ہوتی۔ فقہائے قدرت کا طعان نردیا کہ یہ بچہ ہر میدان میں علی ہوگا۔“

ایسے متعدد قصات جناب امیر کے متعلق ہیں جو زمانہ رسولؐ میں

روایا ہوئے تھے جن میں ہر اسم کی جگہ بھی ہے۔ اسی طرح کربلا میں رور

ماشور اور مغربی کالمودار ہونا بھی مشہور ہے۔

**منامات صبر** جس طرح خلیفہ ہدایت کے لئے طہارتی ضروری ہے۔ اسی طرح

صبر کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کہ صبر اور نام تاق حکم الہی ہیں۔ جس وقت مقابلہ و قتال پر

ماصور ہوتا ہے اس وقت اگر سارا عالم اس کے مقابلے پر آجائے تو خوف نہ کرے گا۔ ہرگز نہ ہمارے

گناہ۔ اگر ہمارے توئی اور نام نہیں بلکہ گناہ ہوگا۔ جس وقت مقابلہ و قتال پر ماسور نہیں۔ اس وقت

اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی حفاظت کرے یا اپنے کو چھپائے یا کوئی ملحد و ظالم کے دشمن کو رو

کرے اور دشمن کو ضرر پہنچائے۔ جیسا کہ بعض اوقات حضرت عیسیٰؑ سے ظاہر ہوا کہ دشمن قتل کے

ارادے سے آجائے اور ہاتھ اٹھایا ہے تو ہاتھ ٹٹک ہو گیا۔ مگر خلیفہ و امام ہر وقت آیات و معجزات ظاہر

کرنے پر ماسور نہیں۔ اگر آئینہ امتیاز ظاہر کرے کہ سب کے سب فنا ہو جائیں تو تبلیغ کس کو کرے

کا اور حجت صدائے حق کا تمام ہوگی۔ شہادۃ الایمان میں پھر یا امام نے بھی خوب نہیں کہا یا اور  
 ہمارے نہیں بلکہ اس کے دفع کے لئے دعا بھی نہیں کی۔ بعض اہل ایمان سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ انہوں نے  
 دفع شہادۃ کے واسطے وہ کی۔ اس بارے میں حضرت ایوب کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ انہیں  
 جب ناموس کا خیال آیا تو کہا اب یہ صدمہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا ہے۔ ایمان اولوالعزم کا صبر  
 غیر اولوالعزم سے بڑا ہوا ہوتا ہے۔ اسی واسطے حضرت ختی مرتبت کے لئے حکم ہوا کہ نبیاء اولوالعزم کا  
 صبر کرو۔ سورۃ نبیاء میں ہے کہ حضرت اسماعیل اور نور علیہما السلام ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا  
 کہ اسماعیل صابر ہے کہ اپنے پروردگار کے استقامت کے جواب میں کہا کہ انشاء اللہ مجھے تم صابر پاؤ  
 گے۔ ابراہیم کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ اسی لئے امام بنائے گئے کہ انہوں نے صبر کا مظاہر کیا۔ سورۃ  
 والعصر میں ہے کہ تمام اسماں خسارے میں ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو وصیت پل صبر کرتے  
 ہیں۔ ان آیات سے ثابت ہے کہ یہ صبر غایت نبوت و امامت ہے اور امام کی شہادت صبر سے ہوتی  
 ہے۔

جن آیات میں صبر کا ذکر آیا ہے ان میں لفظ "من" موجود ہے۔ یعنی "من الصابرین"  
 ہے۔ اسی طرح جہاں کہیں "صالحین" کا ذکر ہے۔ وہاں بھی یہی حال ہے۔ یعنی "من الصالحین"  
 اسی طرح "المسلمین" کا حال ہے۔ وہاں بھی "من المسلمین" ہے۔ حضرت نوح کہتے ہیں و  
 اسما من المسلمین "یعنی میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صابر اول و صالح  
 اول کوئی اور موجود ہیں۔ کہ جن میں ہے ایمان و عظیم اسلام اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔ پس دیکھنا  
 چاہئے کہ صابر اول و صالح اول و مسلم اول کون ہے

بعض کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ مگر یہ لڑا ہے۔ کیونکہ حضرت نوح ان  
 سے پہلے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں "اسما من المسلمین" یہی حضرت نوح سے پہلے وہ مسلمان موجود  
 ہیں۔ لہٰذا اول مسلمان حضرت ابراہیم نہیں بلکہ اول مسلمان وہ ہے جو فرماتا ہے "اصولت لآل انکون  
 اول المسلمین۔ یعنی اول مسلمان سوائے ذات ہمارے کہ حضرت رسالت آپ اور کوئی نہیں  
 ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں اسما اول المسلمین۔ پس وہی اول صابرین و صالحین ہیں۔

میرزا قاسم صاحب فرماتا ہے جس قدر جس کا علم وسیع ہوگا اسی قدر اس کا صبر وسیع ہوگا۔ عرض  
 میرزا علی قاسم سے ہے اور صابر مطلق خدا ہے۔ نبوت یہ ہے کہ کرم حق اس کے مقابلے میں خدا کی کادوئی  
 کرتا ہے اور خدا اس کو چار سو سال تک مہلت دیتا ہے۔ اور انتقام نہیں لیتا۔ اور عقبر اس صبر مطلق کا  
 ذات مقدس محمد کی ہے۔ گونا گوں شہادۃ و صحابہ پر قوم کے حق میں دعا کرتے تھے نہ کہ یہ



دعا۔ جنگ احد میں آپ کے لب و دندان شہید ہوتے ہیں مگر شایعہ فیس کرتے۔ کیونکہ ان کا طبی احاطہ ہمت و استقامت ہے۔ فرس ہے مصری کچھ ہے ملی ہے اور اس میں حسبِ مرقبہ حلیہ کی ویشی ہوتی ہے۔

برائیم کا ذکر تو کیا ہی کیا ہے۔ اسوں نے حکم خدا اپنے بچے کو دیا کہ آپ کے لئے آمادگی کاہرگی۔ اور بنے (اسامیل) کی محبت میں تمکین پر پئی بانہوں۔ اسامیل بھی پیغمبر تھے اور دونوں آپ بچے اسام سے واقف تھے اور علمِ عالمی رکھتے تھے۔

ملی نے جس صبر کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ۲۳ سال تک خانہ نشینی اختیار کی۔ شدید مصائب میں گرفتار رہے۔ چونکہ آپ اعظم تھے ان تک نہیں کی اور لوگوں کی مشکل کشائی کرتے رہے۔ ملی احاطہ لکھ و در تھا۔ جب دشمن نے بحالتِ ہمدرد ہر آلودہ شے کا در کیا تو فرمایا: فرقتِ رب القبر، قسم ہے رب کہہ کی میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہوں۔ چونکہ سیدِ عالم لفظی سے ہریرہ تھا اس لئے قافل کی مشکیں بھگوا دیں اور شربت پلایا۔

جو صرلہ و در سوس، مام عالی مقام حسین اس دلی طالب نے کیا وہ تو کسی ہی سے ہو سکا اور نہ وہی نی سے۔ وہ صبرِ منیر لکھ رہے۔ گورنام پیغمبروں کے مرجع کر کے ہر حسنی سے سوار کیا جائے تو ہر حسنی بدرجہا رخ ہوگا۔ برائیم اور جناب اسامیل سے استفادہ کرتے ہیں کہ بھگوا کا علم اس طرح سے پہنچا ہے کہ جس جہیں رخ کریں۔ تھری اس میں کیا رائے ہے۔ حسین کے صبر کو دیکھئے کہ استفادہ نہیں لراتے اور کوئی مشورہ نہیں لیتے۔ بلکہ اولیٰ ہی لراتے ہیں۔ بسا اوقات غلام جواں بنے کہ چپے ہاتھوں سے اسطہ بادھا۔ غلام سر پر رکھا اور لڑا، اسیداں جنگ میں شہید ہوئے کے لئے جاؤ۔ صبر لکھ کی کا اہل کمال دکھاؤ کہ گھبراتا گیا۔ تمام اصدا و اکابر چند گھنٹوں کے اندر داغِ مصداقت دے گئے۔ نہ مصداق کی۔ نہ بھگوا ہوئے۔

۔ سوئے نہ ایسے نہ کھڑا نہ اسے نہ قاتل نہ ملی نہ کمرے نہ مہائے

بہر حق دو خاک و غلظت و غلطیہ است

۱۱۔ یَوْمَ نَدْعُ لَکُلِّ اُمَمٍ بِاَسْمَائِہِم (اسد انبیل)

(ترجمہ) یوم قیامت ہر ایک شخص کو اس کے نام کے ساتھ بلا جائے۔

آیت مذکور میں ضرورتِ نام پر دروایا گیا ہے۔ گر یہ شخص (امام) واجبِ خدا ہے تو اس کی پیروی اور اقتدا کرنے والا جنت سے بہرہ ور ہوگا اور اگر واجبِ خدا نہیں ہے بلکہ از طرف شیطان اور خود ساختہ نام ہے تو اس کو آتشِ جہنم میں ڈالے گا۔ آیت سے ثابت ہے کہ امامِ دہم کے

ہیں۔ امام حق اور امام باطل۔ امام باطل سے مراد وہ امام ہیں جو لوگوں کو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ہند گان خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔ دوسرے وہ امام ہیں جو اللہ کے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور ہر وقت تابعِ شیت الٰہی رہتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں اور وہی راہ مستقیم دکھانے والے اور اصل مقصد پر پہنچانے والے اور خدا سے ملانے والے ہیں۔ ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے ان میں سے امام بنادئے ہیں جو ہمارے سر سے ہدایت کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو فضلِ خیرات اور اکامتِ اخصیۃ وایثار کوۃ کی وحی کی ہے اور وہ ہماری عہادت کرتے ہیں۔ اس آیت کے تحت وہی شرط امامت ہے اور بفضلِ امام وحق امام تحت وحی الٰہی ہوتا ہے۔ ان دونوں قسم کے اماموں میں فرق و تباہ ضروری ہے کہ ہمشت میں پہنچانے والا کون ہے اور دور رخ میں لے جانے والا کون ہے۔ یہاں امام سے مراد امام جمعہ یا امام سنی نہیں ہے بلکہ وہ امام جس کی طاعت اللہ کے لار مقررادی ہے۔ قرآن پکارتا ہے کہ ہم مشر برضیٰ کو اپنے امام کے ساتھ مشور کیا جائے گا۔ حدیث رسولِ مسلمانوں میں باحق آرا موجود ہے کہ من فساد ولم یغزو امام زمانہ مقلد ثلاث خبیثۃ الجاہلیہ (جس نے امام زمانہ کو نہیں پہچانا اور سرگیا وہ جاہلیت کی سوت مشرک یا منافق مر)۔ بلا معرفت امام نہ جوید صحیح ہے۔ عقائدِ نبوت۔ اسی وجہ سے ہر ایک شخص اپنا کوئی امام (میشوا) رکھتا ہے اور اللہ اور رسول کے بعد وہی لار کی طاعت واجب قرار دی گئی ہے۔ اس کا اظہار متعدد احادیث میں بھی کیا گیا ہے۔ حدیث التعلیٰس اور حدیث سینۃ ملاحظہ ہوں۔

طاہر اقبال امام حق اور امام زمانہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

نائب حق در جہاں بودن خوش است      بر عاشر حکمران بودن خوش است  
نائب حق بجزو جان عالم است      ہستی ہو غل ہم اعظم است  
نہ دوزخ و نہ گل آلود بود  
در جہاں کائنات ہر شے بود

ذیل کے اشعار میں امام حق اور امام باطل (آخری شر) کا فرق دکھاتے ہیں۔

### اصابت

تو نے پہنچی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے      حق تجھے ہمیری طرح صاحبِ ہزار کرے  
ہے وہی تیرے زمانے کا امام بر حق      جو تجھے حاضر و موجود سے بے راد کرے  
سوت کے آئینے میں تھو کو دکھا کر رخ دوست      زندگی تیرے لئے نور بھی دشوار کرے

دے کے احساسِ دنیاں حیرانہ گرہاے      فخر کی سان چھا کر تجھے تھوڑ کرے  
تختِ ملت بیٹا ہے لاسف اس کی  
جو مسلمان کو سلاشیں کا پرستہ کرے  
پشیمانی کافی ذکر ہے ۔

نیرا امام ہے حضورِ حیرانیِ ثناء ہے سرور  
ایسی لہر سے گذر، اپنے امام سے گزر  
دینا کو امامِ برحق کی تلاش ہے ۔

دینا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت  
ہو جس کی نگہِ دولتِ عالم افکار

**خواجہ قطب الدین بختیار کاکی** کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ان  
کا شمار عالمِ اسلام کے برگزیدہ صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ برصغیر میں ان کے لاکھوں متقدمین  
موجود ہیں جو ہر سال ان کے تہستانِ عالیہ پر سر جھکاتے ہیں۔ موصوفِ آس و سوس کی مدحتِ سرمدی  
میں ہر وقت معروف رہتے تھے۔ دین میں مزید کچھ قرآنی آیتیں درج کی جاتی ہیں جو جنابِ علی  
مرتضیٰ کی شانِ اقدس میں نارس ہوئی ہیں۔ خواجہ صاحب نے فارسی میں اس کا منظوم ترجمہ کیا ہے  
لغتِ می گویم نامِ سید ہر دھرا      بعد از اس دارم ہوتے مدحتِ شام و لا  
آں شاہِ بوترسیبِ اسد اللہ ہوئیں      عالی علی ۔ دی خداوندِ کبریا  
جوتِ مگر کہ بندہ بجاں کی کند پہ نظم      غرضے از من صفاتِ رواں بخش و جانفزا

ہم ترجمہ کلامِ خدا وندِ ذوالجلال

ہم شریعہ و حدیثِ نبوی کی رسم اور

سورۃ الحمد ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَلْفَسْتَقِیْمُ ۔

آں اسفِ مقتدا کہ پہ نصیبِ شمعِ اسف

در انعامِ لہِ عزاءتِ جہاں یافتہ عطا

حِزْطِ الدِّیْنِ اَمَعْتُ عَلَیْہِمُ ۔

مطلوبِ شائیں کہ بود دھمنیِ حق

کایشانِ خلافِ رتہ بندہ از دمِ جفا

عَبْرَ الْمَغْصُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّالِحِينَ

در پشوی نگر کن دایلیب آن که هست

در حق شاه متکبران کاشف اصحا

البقره ۳. هدی المتقین الذین یؤمنون بأعقاب

آنها که راسخ در پی امام باشند

و تکب و شب همه شاه اند در حق

البقره ۵. أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّنَ الْمُنْتَخَوْنَ

درست و دعاتی خلیل خدا مجربان

از قیامال عهد جویان یکن ارا

تا گردوت یقین که لاسست نه لاکن است

آن را اگر خود بیشترین عمر در خطا

قَالَ وَمَنْ يُضِلِّي فَإِنَّهُ لَا يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا (البقره ۱۴۴)

مروضات حق که هست؟ که عکس سر خضم

آن مرد که است سر جلد انبیاء

البقره ۴-۳. ذِی الْعِلَاسِ مَن یُضِلُّی... مروضات الله

بائیل و انهار و اسرا طلب

مکده که کرد؟ بل خود اندر ده خدا

آن شام شیردل اسد الله که روز حرب

و خوف بود درن نمودن که دعا

البقره ۲۷۳. الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ—وَلَا هُمْ يُعْزَنُونَ

درین راجحان بخوبی که تا دینی عالم

تا آن که بود؟ از اسد الله مرتضا

وَمَا يَعْلَمُ تِلْكَ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ (ال عمران ۷)

مصابیح شیدی و الصادقین مکر

در حق لاسست این همه آیات دل کشا

آل عمران ۱۷۰. الصّٰلِحِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ..... بِالْاَسْعٰرِ

محران و آل او که خدا پرگزیده شان

دازیت علی است که شایسته و ایشان

آل عمران ۳۳. ۳۴. اَلَّذِیْنَ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ ..... مِنْ بَعْضِ

نگر چه "قل شایسته ایشان چه خزان

نگر که کیست" الله با ایمان

تعلیم است و دختر و داماد و دو پسر

کاینان بر سر بر سر طلق حقدان

آل عمران ۶. قُلْ تَعٰلَوْا اِهْبِطُوا اَهْبِطْکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا

در سوره ایمان چه اولی الامر در گد

تاطاعتی که عرض شد؟ از رب ذوالعلا

المائد ۵۹. اطِيعُوا اللَّهَ وَ اطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اَطِيعُوا اِمْرًا

اکملی و حکم چه که شد و می حق تمام

از نصرت امامت آن شاه کولیان

المائد ۳. الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ ..... عَلَیْكُمْ نِعْمَتُ

مگر حق و لکم الله خیر

فرصت بود و لای ذلی وانی ده

المائد ۵۵. اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللَّهُ وَ الَّذِیْنَ ..... وَ لَمْ یَاکْفُرُوا

بر خوان خطاب "بلغ یا ایها الرسول

تبلیغ را پس که چه چیز است در ارا؟

المائد ۶۷. هٰذَا رِسَالَتُ اللَّهِ وَ الَّذِیْ بِحَبِطِ الْمَآءِ

طوبی "لم و حسن آب" از برای کیست

آدمه برای عیوه عیوه بود و را

الرعد ۲۹. الَّذِیْنَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبٰی لَہُمْ وَ حَسَنُ نَّجٰبِ

خیر که بود طم کتاب؟ از برای کیست

فرستی که داشت امر تشریف "قل کفا"

الرعد ۳۳. قُلْ كَفَا بِاللّٰهِ شَهِيدٌ — وَمَنْ الْكِتَابُ

چوں در حشر ہر کس نامے طلب کند

بما بحر علی ولی نیست منتہا

بنی اسرائیل ۷۱. يَوْمَ نَدْعُو لِكُلِّ اَنْفٍ بِمَا كَسَبَتْ

گر جو جبر گردد و افکار با هم

بہت آسان ورق شود دین و انس را

۷۲. مَثَرُ مَسِي كَمَا تَخْتَلِفُ اَنْفُ

از صد یکے نوشتہ نہ گردد بہ قرن با

دانی کی محبت آن کلمات خدا بہ حق

دین علی است تہا سولہ ذاتی

الکہف ۱۰۹. قُلْ لَوْ كُنَّا الْبَحْرُ تَدَارُ الْكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ

در آیت "ایزغب" گر گری شود

سولہ پاک ولی اللہ و انرا

الاحزاب ۳۳. اَمَّا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَذَّبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي

الصادقین صدق اگر با خبر شوی

وزنود دینی شیخ دولت دادہ ضیاء

صادق محمد است و صدق علی بود

کاجیان بدہ گوہر دہیائے اہواء

الروم ۳۳. وَالَّذِي جَاءَ بِالصُّورِ بِهِ لَوْلَظْتَ كَمْ الْمُتَّقُونَ

"قل" "انما یؤمن الذ" "اسلم" "بہرہ منہ ش

چہرہ ۷۲. راجحی چہ عتہا

الشوری ۲۳. قُلْ لَسَالِكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا — فِی الْقُرْبَا

"وہم از سولہ" "ہیں تا کہ صدقہ دار

آن شاہ ہر شہادت و سلطان استیا

المجانله ۱۶ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا لَكُمْ

آں صائے کہ پاور سولائے مصطفیٰ ص

لمیر از طبع کہ بود؟ اگر ہست و ہا

التصريح ۳ لَكُمْ أَتُولَآءُ وَجِبْرِيلُ صَلَاحُ الْمُؤْمِنِينَ

”انصار بخیر محبت“ اگر بشنوی دین

صالح کوثر آہ و ہولاد فر صفا

الدھر ۷ (غل اثنی) إِنَّ الْإِبْرَاقَ يَنْشُرُ نُورَ مَنْ كُتِبَ الْخ

بر مگر دکانے لار کر ہوا؟ در میام

نور سے سرشب کہ دوا جیم و اسیر ما

الدھر ۷ یُوَفُّونَ بِالْعِدَّةِ وَيُخَافُونَ الْخ

تلا جرم دے توالی جزائے آں

تشریف کردشاں پر کرم طلب رضا

الدھر ۱۲ وَجَزَّاهُمْ بِمَا هَبَدُوا وَجَمَّةٌ خَرِيدًا الْخ

داری خیر از ان ”جاہ“ کاں ”عظیم“ بود

سز دلا سچ نمی اللہ شنود ما

الدبا ۱۰ اھم یقتصدون من النبل العظیم الْخ

خیر البریہ ”عظیم“ شاہد روز حشر

کایاں پدم خازن تجلیہ صفا

الہیہ ۷ اُولَئِكَ لَمْ يَخِفْ الْخ

کوثر از ان کہست؟ چہ چیز است بازگو

آں بحر صفت است در اربع اصلا

الکوثر ۱ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

دلی کلام وصف امام است یہ شکے

آں کس شک آورد کہ بود منکر خدا

جناب بختیار کاکی نے منظوم آیات قرآنی کے بعد متعدد احادیث رسول معلوم فرمائی

ہیں۔ ذیل میں چند درج کی جاتی ہیں۔

بعضہ جان کیم از حدیث نئی کنوں  
کڑوے رسد۔ آئینہ جان و دل صفا

۱. اول حدیث "حکک محی" حیدر: کش نفس خواہ خوش چہ بداروں اوصیا
  ۲. در بیخ ہوداج چہ گفتن نئی کعب "من گفت" کی دہ خیرار سوالی والا
  ۳. پیہراں دعا کہ فرد خواہہ ہم کن مطلق ارہا کیست؟ دے دچہ برکش
  ۴. بحر حدیث "طیر" دعا کردن رسول کترائی مالک است روایت بنتیں دلا
  ۵. حورشد شرع دین نئی ہود بعد ازہ بدر پیر فضل علی والی والا
  ۶. ایاد چہ کہ فرستادہ و انظار جہر نکل در دعا کہ آورد دلائی
  ۷. احباب کیست؟ "سوس" "سربش" "دستی" اہلئے کیست؟ از کار و از مع اشتیاء
  ۸. حیدر در حدیث علم رسول ہود باب حدیث داشت رہی گونہ ۱۰ ہا
  ۹. در بحر دین ار اہل ہوں کے ست کہ ہر دو ہمت بر خلق و پیشوا
  ۱۰. دلی؟ کہ طاعت پر وادار است عرض پس در دو نئی و علی باش داما
  ۱۱. بحر الشرح محمد حیدر کہ ہر بہ حق کافر کے کہ کی کند اہل قرآن را ابا
- آجرا کے مشیر دیب ہوا مشورہ و کمالی جناب محمد فضل صاحب مرحوم نے ادارہ نقوش  
رہبر سے "رسول کسر" ۱۳ جلدوں میں ۱۹۸۳ء میں شائع کیے۔ جلد نمبر ۱۳۰ (مطبوعہ جنوری  
۱۹۸۳ء) میں "حضرت علی اور رسول خدا" کے رہبر عنوان حضرت علی کی شان میں ہے شمارہ پیش  
درتہ ہیں۔ ذیل کی حدیثیں ہی مضمون سے اخذ ہیں۔

- ۱۔ علی دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں۔ ۲۔ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے
- ہوں۔ میری طرف سے ادائے فرض یا تو میں کر سکتا ہوں یا علی۔ ۳۔ علی میرے لئے ایسے ہیں جیسے
- میرا سر میرے بدن کے لئے۔ ۴۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور وہ ہر سو من کا وہی
- سے۔ ۵۔ علی میرے لئے ہوئے دھڑوں کو چرا کر چنگے اور میرے قرضوں کو ادا کر چنگے۔ ۶۔ علی ابن
- ابنی طالب کو مجھ سے ایسا رشتہ ہے جیسے میری روح کو میرے بدن سے ہے۔ ۷۔ علی مومن کے سر دار
- ہیں۔ ۸۔ علی باب خطبے میں جو شخص اس میں داخل ہوا وہ مومن اور جو اسے باہر نکلا وہ کافر۔ ۹۔ علی
- قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ۔ یہ برتر جہان ہوں گے یہاں تک کہ حوس کوڑ
- پر پہنچیں۔ ۱۰۔ علی تمام انسانوں میں افضل ترین ہیں۔ جس نے شک کیا وہ کافر ہوا۔ ۱۱۔ علی
- دار قیامت میرے حوس کے مالک ہوں گے۔ ۱۲۔ علی ہم سب میں بہترین فیصلہ کرنے والے



ہیں۔ ۱۴۔ علی کی شایستگی نہ کہ وہ کھڑے کی جسم نہ اٹکے ہارے میں باراد خدا میں علی بہت خفہ ہیں ۱۴۔  
 علی کی محبت آنٹل جسم سے رہائی ہے۔ ۱۵۔ علی سب سے پہلے کھڑے ایمان لایا ہے اور سب سے پہلے  
 کھڑے علی پر تو مسرت کے رور نہایت کرے گا۔ ۱۶۔ میں شکست کا گھر ہوں علی اس کا دروازہ  
 ہیں۔ ۱۷۔ جسٹ نہیں غصوں کی مطلق ہے۔ علی کھڑا اور سلطان ۱۸۔ اے خدا جو علی کی عزت کرے تو  
 بھی اے عزت دے۔ ۱۹۔ تھارے ہاتھوں میں سرور اور تر عام اور تائب ہے۔ ۲۰۔ میں شہر ظم ہوں  
 اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ جو شخص دیکھ میں آتا ہے وہ پہلے دروازے پر آئے۔ ۲۱۔ میرے بعد  
 تمام مسرت میں سب سے بڑھ کر عالم علی ابن ابی طالب ہیں۔ ۲۲۔ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ  
 علی ہیں۔ ۲۳۔ خدا دعا دے کہ اس کی جنت کی حد کرے اور اہل و عوار کراے جو علی کی حد سے  
 گریہ کرے۔ ۲۴۔ خدا ہذا علی کو اور گردش دے جو علی گردش کریں۔ ۲۵۔ خدا ہذا عالم نے ہر  
 نبی کی ازیت اس کے مطلب میں دیکھت کی ہے اور میری دیت علی کے مطلب میں قرار دی۔ ۲۶۔ علی  
 حق کے ساتھ ہے۔ ۲۷۔ میں بیوں کا حاتم اور علی رضوں کا حاتم۔ ۲۸۔ میں اور علی ہذا گن خدا پر  
 خدا کی نصیب ہیں۔ ۲۹۔ میں اور علی ایک صفت سے ہیں۔ ۳۰۔ سب سے پہلے میرے ساتھ علی نے  
 نور پڑھی۔ ۳۱۔ اگر علی بھانہ ہوتے تو ظلم کا کوئی کھنڈ نہ ہوتا۔ ۳۲۔ جس نے علی سے وعدہ کیا اس  
 نے کھج سے وعدہ کیا اور جس نے کھج سے وعدہ کیا وہ کافر ہوا۔ ۳۳۔ علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے  
 بعد کے دشمن بچانے نہ ہاتے۔ ۳۴۔ رسول نے سب سے پہلے علی کے اور تمام لوگوں کے گھروں کے  
 دروازوں کو بند کر دیا۔ مگر علی کا دروازہ سب کی طرف اپنی رہا۔ ۳۵۔ حضرت نے فرمایا کہ تمام  
 اصحاب میں سب سے زیادہ علی کا صحابہ کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔ یعنی میرے اصحاب  
 میں سب سے بڑے عادل علی ہیں۔ ۳۶۔ میرا کھج اور علی کا کھج مل میں برابر ہیں۔ ۳۷۔ ہر نبی کے  
 لئے ایک دہی اور اہل ہوا کرتا ہے اور علی میرے دہی اور میرے اہل ہوا۔ ۳۸۔ حضرت علی کو  
 چار خصوصیات ایسی حاصل ہیں جو کسی کو نصیب نہیں ہوتیں۔ آپ اہل عرب اور اہل غیر دونوں میں  
 پہلے وہ شخص ہیں جس نے خطبہ کے ساتھ نور پڑھی۔ ہر جنگ میں ظم کھڑا آپ کے ہاتھ میں ہوا اس  
 سوتہ پر جبکہ کسی خطبہ کو تھا ہوا کہ بھاگ گئے تھے۔ آپ ہی ہیں خطبہ کے پاس موجود رہے اور آپ  
 نے خطبہ کو تسلیم نہ کیا اور غیر میں اٹارا۔

کتاب خاتم فی النہاں (ممدہ) کھجوں حضرت علی پر متعدد کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں  
 موجود ہیں۔ ایک فارسی کتاب جس کا نام "خصیصہ علی علیہ السلام" ہے۔ سوانح میں موجود  
 ہے۔ کتاب مکتب نے سوانح اور انصاف علی میں ہر دو مروجہ کوہ سال کی تھی۔ سوانح مروجہ نے

اسے اپنے دھماکے ساتھ کتب خانہ کے لئے مخصوص فرمائی ہے۔ اس میں جو تصاویر رسول جناب علی کی شان میں کھینچی گئی ہیں ان کے ساتھ مستحضر آئے موجود ہیں۔ ہم ذیل میں کئی دکن چھٹا حادثہ نقل کرتے ہیں:

”حدیث قطب“ ”مہر ازلی با جازہ علی علیہ السلام“ صفحہ ۲۳ ”در کتاب (صواعق عرق) تالیف ابن حجر عسقلانی شافعی حوالہ سال ۹۰۹ ہجری قمری سال ۱۵۰۷ء۔ چاپ مصر بہ سال ۱۳۰۸ (صفحہ ۷) گفتہ کہ ابن طمان روایت نمود کہ ابو بکر ثبیدے (علی) گفت:

”خیرہ رسول خدا کی فرمایہ

”کس کا اسرار در نمی گذرد۔ مگر آن کہ علی بر اہل جہان بخیرید“

(۶) در کتاب صواعق عرق کہ صفحہ ۱۰۸ آرد کہ گفتہ است:

”ابو بکر ثبیدے زیاد بہ چہ علی ثبیدے کرد۔ حاکم شافعی را بہ سید ابو بکر گفت شہید رسول خدا

کی فرمایہ۔“ ”تہذیب علی عبادت است“

(۳) (مناقب علی ہبط) صواعق عرق کہ صفحہ ۱۸

”از ابن عباس آرد کہ چوں ابو بکر علی شش در روئیں از دقات و خبر برائے از اہل قریش

آرد کہ در ہنگام درود بہ جبرہ ای کہ غیر شریف در آن بود (ابن عباس خائف) علی بہ ابو بکر گفت۔“ ”شش

رو“ ابو بکر گفت ”ہرگز بخشی کی کیرم بر مردے کہ خود ہر بارہا شہادت چاہی بر خیرہ کی فرمایہ

”علی برائے من مصلوب من از برائے خداست“

یہ حدیث اس طرح بھی ہے۔

”علی از من بزرگ پروردگارم است“

(۴) در کتاب ”مناقب خلیف“ موقی بن احمد خوارزمی در صفحہ ۹۷ ہمدونش خوش از موصی

است کہ گفت در خانے کہ ابو بکر دروئے علی ابن ابی طالب بود مردے گر بہت دگفت۔

”ہر کہ دوست دارد کہ بنگر و بہ نزدیک ترین مردم بہ رسول خدا و بہترین مردم از نظر عرب و حتی

درداء خدا بکس بایں مرد بنگرد و اشارہ کہ بچہ علی بن ابی طالب نہ بر اس شہید از رسول خدا کی فرمایہ۔

”نکو (علی) ہر آئین بہت بہ مردم خیر بان و دوست ہان بردار“

(۵) در مناقب خلیف موقی بن احمد خوارزمی صفحہ ۳۰۶ پہ سند خوش از یونس پسر سلیمان

حمی از پدرش از زیہ پسر حجاج آرد کہ شہید ابو بکر کی گوید، رسول خدا مادیم غیمہ ای بر پاداشتہ و

بر کئی عربی کینہ زدہ است و علی وقت طرد من و مسکن در غیمہ بود کہ۔ پس رسول خدا فرمود:

”ما معشر المسلمین انا مسلم لمن مسلم اهل هذه الخیمة و حرب لمن  
حاربهم و ولی لمن و الا هم و عدو لمن عاداهم لا یحبهم الا متعبد الجد طیب  
المولد و لا یبغضهم الا شقی المولد و ذی المولد“

”اے کردہ مسلمانان! من در حال مسامتہ و آشتی ہستم ہا ہر کس کہ اہل، میں غیر در آشتی  
ہا شدہ در حال جنگم کہ ہا ہر کس کہ ہا بیٹان را دوست نمی دارد۔ مگر کسے کہ در شعبائے غرض خلتی ہا شدہ  
را دگا ہش پاکیزہ ہا شدہ کہ نہ شاں چہ دل نہ گیر دگر کسے کہ در نہایت بد خلقی ہا شدہ را دگا ہش ہا شدہ“  
(۶) (رہنما صفحہ ۲۷ ص ۱۳۳ زیر عنوان و اکر انتخاص نسبت چہ بطریق چہ منزل  
ہارون چہ موسیٰ)۔

حدیث منزلت را در معنی صحابہ و تابعین ذکر کردہ است و در عنوان دیگر سے از مرقعہ فی کند کہ  
چہ شہید مرد سے علی را سب می کند (عرباں مرد) گفت تو را از منافقان می چہ اہم۔ زیہ، از طریقہ  
شہید کہ بہ علی می فرماید انت یعنی بمنزل ہارون من موسیٰ الا اللہ یا نبی ہدی  
(تو برائے من بمنزل ہارون، موسیٰ ہستی چرا یکہ میں، از من پیامبری نخواہد بود) (ابن سنان  
ایں حدیث را آخر جامعہ آورده است)

(یہ حدیث سولہ کثر ندوی صاحب نے اپنی کتاب ”مناقب الحیۃ“ صفحہ ۱۵۶ میں  
”شان و منزلت“ کے عنوان سے مسلم و جریڈی کے حوالے سے اس طرح لکھی ہے۔  
”اے علی تم کو میری طرف سے وہی منزلت حاصل ہے جو موسیٰ کی طرف سے ہارون کو  
حاصل تھی۔ البتہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

علامہ اقبال نے بھی اس حدیث کا اکثر ذکر اپنے کلام میں کیا ہے  
(۷) (رہنما صفحہ جلد ۲ ص ۱۶۳ گفتا است)

و از قول مرہر خطاب آمدہ است کہ شہید مرہر سولہ غدی فرماید  
”علی و ہارون سہ صلت است ہر آئیدہ دوستی و اہتم کہ یکے از آئینہ ہارون من ی  
بود۔ من و ابو عبیدہ و ابو بکر و جماعتی را ہارون بطریق مخصوص شہید ہارون۔ کہ دوست چہ از انوے علی نزد  
لرمود“

”باطل انت اول المؤمنین ایماننا و اول المسلمین اسلامنا و انت ہارون موسیٰ“  
تو علی نخستین کس ہستی، از مسلمانان کہ ایمان آوردی و نخستین کس ہستی کہ اسلام آوردی تو ہارون  
ہارون ہارون از موسیٰ ہستی“ صحبت المدین جہری شامی (۵۸) نے بھی اس حدیث کی تائید حضرت عمر

سے کی ہے کٹر عداوت کی کتاب ”مناقب اہل بیت“ میں ذیل کی حدیثیں بھی ترمذی منہل ابن ماجہ کے حوالوں سے درج ہیں۔

”اے علی تم سے وہی عہد رکھنے کا جو موسیٰ سے اور تم سے وہی شخص رکھنے کا جو صالح ہوگا“  
 ایک بار نبی صلوٰۃ کے پاس چڑیا کا گوشت آیا تو آپ نے یہ مافرائی  
 ”اے اللہ اتیری مخلوق میں جو سب سے بڑھکر تیرا محبوب ہے اسے مجھ سے کہ میرے  
 ساتھ یہ گوشت کھائے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ آئے اور یہ گوشت تناول فرمایا“ مولف کتاب نے اس  
 حدیث کا حوالہ سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ سے نقل کیا ہے



## حواشی

- ۱۔ ظہیر طبری منہل جلد ۱۰ ص ۵۹، مساب طبرہل واصلی ص ۱۸۶، تقریبی جلد ۱ ص ۹۱، ہدای جلد ۲ صفحہ ۳۲۲، حوالہ ذیل پتہ ص ۳۹
- ۲۔ واضح رہے کہ روایت حدیث رسولؐ، علیؑ، اہل بیتؑ سے مسلمان ہو سکتے تھے۔ رسولؐ اور علیؑ ایک ہی گروہ سے تھے۔



## اقبال اور عشقِ اہلبیت رسالت

خیر نہ کر سکا مجھے جلوۂ رانشِ فریب  
سر نہ ہے میری آنکھ کا خاک نہ دینہ و نجف

دو مستقل مفہوم جب ایک ساتھ ذکر ہوتے ہیں تو ان کا مقصود دونوں کے درمیان مثبت اور منفی رابطوں کی تلاش ہوتی ہے۔ اقبال اور اہلبیت بھی دو جدا جدا مفہوم ہیں۔ ان دونوں کے درمیان دوری اور قربت کی تاریخ کافی تفصیلی بحث ہے۔ کیونکہ اقبال پہلے عام مسلمانوں کی طرح اپنے نیم حضور اکرمؐ کی نظروں سے دور تھے۔ پھر انکا اپنی قریب ہوئے تو فلسفۂ عقل و عشق کے۔ ظہور وارنگے سامنے آگئے پہلے ایسا کیوں تھا؟ اور پھر ایسا کیوں ہو گیا۔ یہ دونوں سوال بہت اہم ہیں اور ہر اس شخص پر ان سے روشناس ہونا ضروری ہے جو اقبال کے فلسفۂ عشق سے متاثر ہو۔ اس سلسلے میں ہم کو پہلے تاریخ اسلام میں مسلمانوں اور اہلبیت رسالت کے روابط تلاش کرنا ہوں گے۔ تاکہ ایک عقل کو یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے کہ اہلبیت سے مسلمانوں کو رہا رکھنا کیوں واجب سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہی یہ دہت بھی سمجھ میں آئے گی کہ اقبال کا سمت سر کیوں اور کیسے بدلا۔ چونکہ اقبال کے نزدیک عقلی کائنات کا مرکز ہم کار در اصل عشق ہے اور ان کے عقیدے میں۔

کیلیت یا خیزد از صہبائے عشق

ہست ہم عقید از اسائے عشق

مگر یہ عشق پیچھے "آنہنک ان حدوت" سے عالم کیس میں آیا اور اصل مقصود باری بن کر

دعوتِ خود سے مسجودات بن گیا۔

صد جہاں مثل جہاں جزو گل

روید از کشف خیال او چو گل

اس کے بعد عمر بنی کی تمام منزلیں عشق ہی کے ہاتھوں اقبال نے آراستہ کی ہیں۔ ایسا  
محسوس ہوتا ہے کہ نذر کن کا ارتعاش بھی عشق ہی کا چین متع ہے اور پھر آخر حاصل عشق دہل  
”اَلْحُبُّ اَنْ غَوَتْ“ حبیبؐ کی محبوب کل کی ذات مقدس کو وہ در نظر حلیم کیا ہے اور مقصود عرف  
مکن بکان حلیم کیا

مذہب علم ملا ہے سے سکنان الہی اسرا ہے  
ذات ہو توحید ذات عالم است از جلال الوہیات عالم است  
جلوہ ہا خیزد زلفش پائے او صد کلیم آوارہ سینائے او  
ہستی مکنان او مگر حیات  
نور شہداء ساز حیات

لہذا یہ بات بالکل صاف ہے کہ حبیبؐ کی گری سرگرم کائنات ہے وجود و شہداء و نور  
نہ ہے۔ اقبالؒ اسی عشق کے سہارے خدائے علیؑ اور ان کسبتم تسبیحوں اللہ فانتہی موصی  
بہ حبیبکم اللہ کے ذریعہ حصارِ کرم تک بڑی آسانی سے خوش خوش پہنچ گئے۔ پس معلوم ہوا کہ اب  
مرکز عشق و سراپا عشق وہ ذات وحدۃ الاشرف کا جو پھیل اتنا رسولؐ ہی مکن تھا اسی عشق کی سرستی  
کا اعہاد کرتے ہوئے اقبالؒ یوں الحمد بن جوتے ہیں۔

حق تعالیٰ تجھ کا آفرے

و از رسالت حق ماہاں رسید

قلب ہے صوت اندری عالم ہریم از رسالت مصرع مولوں خدیم  
از رسالت درجہاں نگینا از رسالت دینا آئینا  
از رسالت صد ہزار مایک است جزو ہا از جزو مالا ینک است  
آں کہ شان است بیدی من بُرے از رسالت خلق گرد ماکہید  
قوت و قلب دیگر گردد نیما از خدا محبوب تر گردد نیما  
دین خلعت ہر نیما آموشیم  
و نہ حق شیطے آموشیم

اور پھر اس تہج تک پہنچ ہی گئے کہ

ہر کہ چاہا ہا ہو الوجود است گردش از بند ہر حیو درست  
مومن از عشق است و عشق ہر مومن است عشق مانا مکن ہا مکن است

لیکن اس منزل پر پہنچنے کے بعد اقبال خود عشق کے رام میں گر کر رہ گئے۔ عشق کا تقاضا تھا کہ اگر نہ الوجود سے عہد و بیان بائے مٹا ہے تو بگم قرآنی "فَلَا تَهِنُوا فِي الْبَيْتِ بِكُمْ اللَّهُ" رسول کرم کا اتباع ضروری ہے کیونکہ الہیہ اتباع رسول خود اللہ تعالیٰ سے عشق کا دعویٰ تو ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عشق کا جواب "يُحِبُّكُمْ اللَّهُ" کی صورت میں ناممکن ہے لیکن محض جس کا سرمایہ ہم دھک ہے اتباع کے معنی میں، البھاری بھی کیونکہ۔

"عقل مکار است دعا سے کی زبرد"

چنانچہ عقل اقبال سے کہہ رہی تھی۔ "شادشاؤ اداؤ" اور عشق کاغذ کر رہا تھا "بدرشاؤ آزادشاؤ" اتباع رسول کرم اور عشق کا مزہ لے۔

عشق را آرام جاں حریت است

بند اہل راسخاں حریت است

آخر کار عشق اور عشق کی معرکہ آرائی میں عشق نے اقبال کو سہارا دیا۔ اور وہ ان کو درالہیت تک لے آیا۔ اسی عشق نے اقبال کو اللہ تعالیٰ کے عشق کا راستہ سمجھایا تھا اور یہ عشق ہی تھا جس نے موصوف کو رسول اللہ کا شیدائی بنایا تھا۔ جیسا اسی عشق نے اقبال کو آواز دی ہوگی کہ اب جن سے خود حضور اکرم کو عشق تھا ان کے در تک بھی چلو۔ علامہ درالہیت پر پہنچے تو حلال و حلال الہی کے نقشے ہی کچھ اور نظر آنے لگے۔ یہی ہے کہ آل رسولؐ کی بدولت اسلام میں حضورؐ کا حقیقی بحال و کمال باقی ہے اور قرآن کی آیات باقی ہیں۔ حقیقی فرمودات و ارشادات ضائع ہونے سے محفوظ ہیں۔ نتیجہ میں آل رسولؐ کی قربانیوں کے فضیل اسلام زندہ ہے۔ علامہ نے اس نکتہ کو بڑی اہمیت کے ساتھ جانچا اور پرکھا اور سمجھ گئے کہ واقعاً اگر اہل بیتؑ حفاظت اسلام کے لئے کمر بستہ نہ ہو جاتے اور دنیا بھر اقرانِ باطن نہ دیتے تو حقیقی اسلام کا نام باقی نہ رہتا۔

علم حق غیر از شریعت ہے

اصل ملت جز محبت ہے

باتو گویم سزا اسلام است

شرع آواز است اہتمام است

یہاں یہ راز کھل گیا کہ اقبال کو آل رسولؐ سے صورت و محبت کی دعا تھی۔ دراصل بن کی نظر میں ساری شریعت اہل بیتؑ و رسالتؐ کی قربانی کی وجہ سے کافی تھی اور باقی ہے۔

## ہم حق در خاک و خون غلطیدہ است میں طاعن کا اللہ گردیدہ است

ظاہر ہے کہ جن اہلیہ کی وجہ سے حقیقت ذات صمدیت باقی رہ گئی، حقیقت ذات  
حمدیت مسخ نہ ہوئی۔ حقیقت قرآن شے سے محفوظ ہوئی۔ ان اہلیہ سے ایک ہا مسلم عقلی بھی مبت  
کرے کم اور ایک دشمن اسلام ان اہلیہ سے جس قدر دشمنی کرے کم ہے۔ کیونکہ انہی اہلیہ کی  
وجہ سے دشمنان اسلام کا منصوبہ حاکم میں مل گیا۔ اسلام کو صوفیستی سے متاویس کی سازش تیار ہو  
گئی۔ اور نتیجہ میں تمام خارجی طاقتیں تمام حاکمی قوتیں اور انقبضیں ل کر اہلیہ رسالت کی دشمن ہو  
گئیں۔ ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ جب تک اہلیہ رہا میں باقی رہیں گے اسلام پر آج نہیں  
آ سکتی۔ جب تک اہلیہ زندہ ہیں اسلام کو مٹا نہیں جا سکتا۔ لہذا کمال کر اہلیہ کو ختم کر دینے کا  
ارادہ کر لیا۔ اپنی کواہیں ان کے خلاف بند کیں اور ظاہر مظاہر میدان میں چکیں۔ مسلمان ان  
خارجی (صحنی اور یہودی) طاقتوں کا اساس نہ کر سکے اور منافقین کے ساتھ وہ بھی اہلیہ کے  
مقابلے پر میدان میں آ گئے۔ لیکن آخر وہ بھی کچھ کچھ اس میں خارجی ہاتھ کام کر رہے ہیں اور ایک  
ربان ہو کر یوں اٹھے کہ یہ لوگ خارجی ہیں۔ مسلمان نہیں ہیں۔ خارجیوں نے بھی لا حکم الا اللہ  
کا نعرہ بلند کر کے اس کا نعرہ فراہم کر دیا کہ یہ لوگ وہی ہیں جو لا اللہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ مگر  
حمد اور رسول اللہ کے قائل نہیں ہیں۔ یہ عوام وہی خارجی طاقتیں تھیں جو بے حساب ہو کر اہلیہ کو ختم  
کرانے کا عزم کر چکی تھیں۔ ان کو مسلمانوں نے جاری اور خوارج کی معنی میں کہا تھا کہ یہ خوارج  
کی ضروری اور یہودی طاقت کے پروردہ اور مددگار ہوئے ہیں۔ لیکن جب یہ دارالافتاء ہو گیا تو  
یہودی اور خوارج کے سنی بدل دیئے تاکہ مسلمان پھر مقابلہ میں گرفتار ہو کر خارجی غلبہ طاقت کی  
طرف سے بے خیال ہو جائیں۔ اس لئے وہ لوگ خوارج کے سنی حکومت کے خلاف خوارج کرنے  
والے کا نام جاری رکھ کر مسلمانوں کے دماغ کو اپنی طرف سے مٹانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ اور  
پھر ہردان سے کر بلا اور کر بلا سے آج تک خارجیوں کے معنی اہل بیت پر بھی تمام ہر بھی تمام ضرر  
اور بھی تمام دہائی جاری ہیں اور حق تو یہ ہے کہ جب یہ بیت سبب حاصر کے مقابلہ کا تجربہ کیا جاتا ہے  
تو یہ لوگ بھی یہ بیت اور بھی خارجییت بلکہ انہوں کے اکھڑا ورثہ نکرتے ہیں۔ اہلیہ کے نام  
ی سے ان کو چھو سکتی ہوتی ہے۔ صرف یہ غلطی اس لئے کیا کہ اہلیہ نہ ہوئے تو ان کا پتہ نہ ملتا  
قرآن اور احادیث کا اہتمام اور اپنا خود ساختہ اسلام بنانا اور خود ہوتے۔

علامہ اقبال نے ان تمام گوشوں پر بڑی گہری نظر ڈالی اور اشاروں ہی اشاروں میں اپنے



خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا۔ آج سے سو سال قبل انہوں نے یکم مارچ ۱۹۰۳ کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے، ٹھکانوں میں ایک چوکاڑے والی نظم فریاد ملت کے عنوان سے سنائی۔ نظم بہت طویل اور بارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ اس زمانے میں لوگ حد درجہ متعصب اور تنگ نظری تھے۔ اور ایک نئے پٹری کی تبلیغ کا پانی سر سے گدرد تھا۔ مسیحی طاقتیں، ملزکرائی تھیں۔ اقبال اس کا شہرہ چشم خود محسوس کر رہے تھے۔ آخر کب تک۔ آخر کار قید حاشی کی کڑاں ریڑھ پر رہ رہے ہو گئیں اور دل کے درد لہاں نے بر ملا کہے پر مجبور کیا۔

دل میں جو کچھ ہے۔ سب پر اسے لاؤں کیوں کر

جو چھپانے کی نہ ہو بات چھپاؤں کیوں کر

یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ نظم کلام صوفی طائفت کے سہارے حضرت مسیحی، بطیمبر اسلام اور

حضرت علیؑ کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے۔ ذیل میں نظم کے چند شعروں کے کچھ جاتے ہیں

واقعوں میں یہ تکبر کہ الٹی توبہ	اپنی ہر بات کو آواز خدا کہتے ہیں
غیر بھی ہو تو سے چاہئے اچھا کہنا	پر غضب ہے کہ یہ بھول کو برا کہتے ہیں
آہ حسرت سے ہو نکتہ کھتر پیدا	یہ وہ بندے ہیں سے فتنہ رہا کہتے ہیں
جن کی دیدہ روی میں ہو آرزوئے روپناں	آکے دھوکے میں انہیں راہ نہ کہتے ہیں
لاکھ قوام کو دیا میں اہذا اس سے	یہ تعصب کو مگر گھر کا دیا کہتے ہیں
خانہ جنگی کو سمجھتے ہیں بنائے ایمان	مرض الموت ہے جو اس کو دوا کہتے ہیں
یہ نصاریٰ کا خدا اور وہ علیؑ شیعوں کا	بائے کس اذیت سے، چھوٹ کو برا کہتے ہیں
مصلحت ٹھک لگی پہ کھلی ان کی رہاں	یہ تو اک راہ سے چھ کو بھی بُرا کہتے ہیں
حیرے پیادوں کا جو حال ہواے شائع کھتر	سیرے چھ کو تو کیا چاہئے کیا کہتے ہیں

نفیض اللہ کے پردہ میں عداوت ذاتی

دین کی آڑ میں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں

جب اقبال کی نظم میں وسعت اور خیالات میں تاریخ اسلام کے مطالعہ سے پہنچی اور

استواری آگئی تو انہوں نے گویا پوری تاریخ مسیحیت و مسیحیت اور اس کی کارگزاری، ریشہ روانی

اور سازشی طوں کو اپنے فلسفہ میں سمویا۔ ان کا یہ شعر۔

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت

حریص ما زہر احمد کام مکت

پوری تاریخ اسلام اور روایات اسلام ہے اور جہان اسلام کے لئے فرزند رسول مہم مسکن۔  
 خاست آن سر جلوئے خیر عالم چوں صاحب قبلہ ہاروں در قدم  
 بزمین کر بلا بارید و رفت لالہ در دیرانہ اُ کارید و رفت  
 قیامت قطع استبداد کرد سوچ خون او منن ایجاد کرد  
 بہر حق در خاک و خون طلبدہ است پس طاع لالہ گردیدہ است  
 دعا لیل سلطت ہودے اگر خود نہ کردے ہاچیں سامان سطر  
 سر ابراہیم و اسماعیل خود یمنی آن اعلیٰ را تحصیل کرد  
 حق بہ عزت دین است دین  
 مقصد او حفظ آئین است دین

یہ سب اس "چوں طائفہ رشید از قرآن کشفہ" کا مدخل لکھ مل ہے۔ اب کون ہے جو  
 اقبال پر مادی اہلیت کا احراز کرے گا۔ اگر کرے گا تو وہ بڑی اور خادمی یعنی دہلی ہوگا۔  
 لوگوں کا یہ خیال بھی لڑا ہے کہ اقبال خدا کی اہلیت سے متاثر ہو کر محبت اہلیت بن  
 گئے۔ اس لئے کہ خدا کی قربت سے چلے آ رہے تھے۔ مگر ابھی عشق سے محروم تھے۔ لوگوں کا یہ کہنا  
 بھی درست نہیں ہے کہ یہادی لالچ میں کسی شخصیت کی امید میں مدد اہلیت کی طرف مائل ہو  
 گئے۔ کیونکہ طوفاۃ اندراج میں دراصل ایسا کچھ نہیں ہے۔ بلکہ اقبال اپنے فلسفہ عشق میں خود گرفتار  
 ہو کر اہلیت کے گرویدہ ہو گئے۔ جب ان کو آل رسولؐ کے فضائل میں حق اور حقیقت کے جلوے نظر  
 آنے لگے۔ اقبال کے فلسفہ عشق کے اعتبار سے کوئی بندہ اللہ کا عاشق ہو ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ  
 اللہ کو خود جس سے عشق ہے اس سے عشق نہ کرے۔ لہذا اقبال کے فلسفہ کی بنا پر اللہ کا سچا عاشق وہ  
 ہے جو اللہ کے حضور اکرمؐ سے عشق رکھتا ہو۔ جس پر انہوں نے رسولؐ اللہ عشق رکھتے۔ جن کے لئے وہ  
 نعم اکمل بن جاتے تھے۔ جو خود اقبال کی نظر میں

"تمام عاشقاں پر برتول" تھے

اور پھر فلسفہ اقبال کی بنیاد پر حضور اکرمؐ کا سچا عاشق وہی ہو سکتا ہے جو حضور کی اس جہت نبی  
 سے والہانہ عقیدت رکھتا ہو۔ جس نبی سے رسولؐ خدا کو ایسا عشق تھا کہ جب جب نبی اپنے اہل بیت  
 اسلام کی خدمت میں آتی تھی تو رسالت کیب تعظیم کے لئے سرخند کمرے ہو جاتے تھے۔ نبی کو گلے  
 لگاتے تھے۔ چوستانی کا ہوسدیتے تھے اور اپنی جگہ مسند پر بٹھلاتے تھے۔ لہذا طائر اقبال کے فلسفہ  
 عشق کی رو سے وہ شخص حضورؐ کا جھوٹا عاشق ہے جو جناب قلمیہ اثر ہر خاتونِ حنفیہ اور شیعہ جوامان

جنت کو پہنچ کر مشق رسول کا دعویٰ کرے۔ یعنی مرکز پر کار مشق خدا کا دعویٰ رسول کی محبت کے بغیر مشق کا دعویٰ کیا کبھی ہو سکتا ہے۔ اور پھر جناب سیدہ یعنی "نور چشم رحمت العالمین" نور ہن کے دلوں شہزادوں (مستحقین) سے عقیدہ خدا مشق کا دعویٰ کرنے والوں کو نصیب بھی بالکل مجرب ہے جو سوائے کائنات حضرت علی ابن طالب سے مشق نہ کھتا ہو۔ دریں حالات علامہ اقبال خود کہہ چکا تھا مشق رسول مجھے کے لئے مجبور تھے کہ وہ پہلے سوائے کائنات سے مشق محبت کا اعتراف کر کے حضور کی جی اور دلوں کو اسوں کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس کے بعد خود حضرت رسالت آپ کی خوشنودی سے سرفراز ہو جائیں۔ بلکہ مشق رسول کے صدقے میں مشق خدا کی واقعی چاشنی سے لطف انداز ہو کر مراقبہ کر سکیں کہ اللہ و جنت میں کون والا مرکز پر کار مشق ہے۔ یقین ہے کہ علامہ اقبال اپنے سرائے میں اسی نتیجہ پر پہنچے کہ خدا اور رسول ایک ہی شخصیت کا اصل و اصل الہیت رسالت یعنی حق و قاطع حسن و حسین مہمبہ سلام ہیں۔ ان کے بغیر نہ معرفت خدا حاصل ہو سکتی ہے اور نہ معرفت رسول۔ چنانچہ علامہ کاس کا اقرار کرنا پڑا۔

سلم ازل فیہ سراں علی مشق را سراۓ ایمان علی  
از دلائل دودائش رعدہ ام از جہاں شش گھر تابندہ ام  
ز کسم وارفتہ ظلم ام در خیابان چہ تہ آدابہ ام  
زحرم اور جوشہ زناک کس لذت

سے اگر رعد زناک من از دست

خود علامہ اقبال کی انھیں حدیث پر پہنچی ہوگی "لا یومن عبدًا اختنی لکنون احب الیہ من مفسو و نکون جنتی احب الیہ من جنتک و نکون اہلی احب الیہ من اہلک" (میں مومن ہو سکتا کوئی بندہ جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری جنت کو اپنی جنت سے زیادہ محبوب نہ کھتا ہو)۔ ساقب امیر المؤمنین صفحہ ۱۱۱ میں

ابو جہادؓ نے کہا میں جنت میں محمدؐ کی جگہ پر

علامہ جہاں تک حقیقت محمد پر کوثریت کی ایک حد تک یہ ہے تھے اب الہیت رسالت کے صدق میں رسول اسرار رسالت تک پر نظر ڈالنے لگے۔ اب انھیں حضور اکرم کے کلام صدریت کی تلاش تھی۔ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ محمدؐ اول و مجدد اول سے کون سا رابطہ اور رشتہ رکھتا ہے۔ آیا یہی ممکن ہے؟ یا ممکن نہیں؟ اور آخر کار در الہیت پر یہ دار بگن مل ہو گیا اور بے ساختہ نکار لائے۔

فترق معور ہ ی غولہ نمور

مالے دگر چارہ دہ دگر

مرد جہاں خل جہاں جزو کل

دوچ کر کعب خیال نو چہ گل

لہذا جس در سے اس سخت کی دنیا میں داخل ہوئے اس کو پکارے بغیر ضرور گئے۔ بھی اپنی  
صبح کی سناجات میں فرماتے ہیں۔

اے اب معذرت اے لوح سفید محبت

اے انی قتل باطل من اے قاتع غیر دل من

اے سز خط وجوب و امکاں تعمیر تو سورہ ہائے قرآنا

اے نہمب عشق را نمازے اے بیہ تو اسبنا رازے

اے سز نبوت حق اے وحف تو رحمت حق

از ہوش شرم مگر چہ ہوش گوی کہ نصیریؑ غورم

دام کہ ادب چہ خند راہ است در ہمدہ خامشی ہمار است

لا چہ حکم سے تو

نہ است ہمدل قدر نہ جا

اور بھی کہتے تھے۔

مرسل حق کہ نامش یزوت حق بد اللہ خواہ در ام الکتاب

ہر کہ ملائے رموز دہ گیسٹ

سز اسلئے حق قائم کہ جوست

اقبال کا ایک شعر ہے۔

اے کہ ہمام خدا باب دیار علم تو انی بھوی د حکمت را نمایاں کردہ

یعنی حق اور باقی (خدا) کا نام ایک ہی ہے۔ علی کو خدا نے تعلیم کیا اور وہ حکیم ہیں۔ اقبال کی

مراد ہے کہ جو شخص قرآن کا پورا پورا عالم ہو وہ انسان چاہے کچھ اور کل خالق کا جاننے والا ہے اور جس

میں کتاب حکمت کے خالق کا علم کن کن کر اور محبت کیا گیا ہے وہ امام مبین ہے اور وہ امام مبین جو

کتاب اللہ کا حکیم الہی بدور است محمدؐ کی عالم ہے اور جس میں یہ کل خالق موجود ہیں وہ علی حکیم ہی

ہے اور اس کے حکیم ہونے میں کوئی دوی مثل سلطان شہ نہیں کر سکتا اس کی تشریح پروردگار عالم یوں

فرماتا ہے ”زَیِّنَا فِیْ اَمِّ الْکُتُبِ لَقَدْ عَلَّمْنَا الْفُلْکَ حُکْمَہٗ“ (اے شک شان یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ام الکتاب میں علی حکیم ہے۔) ام الکتاب میں ہمارے نزدیک علی ہی حکیم ہے۔ حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں ہے اور ان کے ہر اکون عبادت حکیم ہو سکتا ہے۔ وہ علیؑ ہے اور علیؑ سے شوق ہے۔ وہ حکیم ہے کہ حکمت اللہ کا حقیقی عالم ہے اور کل حقائق بطور حکمت اس کے سینے میں اور کتاب حکمت اس کو عطا کی گئی ہے۔ ”فِیْ حُدُودِ الذِّیْنِ قُوْنُوْا لِقِیْلٍ“ سے پڑھے ہوئے عالم علم الہی پڑھانے والا ہے۔ علیؑ میں علیؑ کا سینہ علم الہی اور الہامات الہیہ سے لبریز تھا۔ اور صاحبِ وحی و الہامات معظم یہ تعلیم الہی علیؑ کی علوم پر حاصل کر سکتا ہے۔ اقبل ایسے عالم کو حکیم کے بارے میں کہتے ہیں۔

عالم حق در جہاں بودن خوش است	در حاکم حکمیں بودن خوش است
از رموز جز و کل آگاہ بود	در جہاں قائم بارش بود
پختہ سازد فطرت پر خام را	از حرم حردوں کند انعام را
نوع انسان را بشیر و ہم نذر	ہم سپاہی ہم پیگر ہم امیر
خنگ سازد صفت او ثیل را	بی بود در مصر اسرائیل را
ار لم او خیزد اندر گور تن	مردو جانبا چون منور در جہن
ذات او توجیہ دات عالم است	از جلال تو نہایت عالم است
باز در عالم پیر ایام صلح	جنگیں میں ما بود بیضام صلح

لا رمد و لا سر ہر لایم

نہیں ہے سر نہ ای جہاں سوزم

اقبال اور شارحین اقبالیات نے ذات علیؑ کی تعریف کی ہے۔ علیؑ صاحبِ وحی اور ادبی الامام معظم تھے۔ ان کی معرفت سے سلمان فارسی، ابوذر غفاری، جنابِ حکیم اور عمار بن یاسر وغیرہ ایضاً ہوئے تھے۔ یہ علیؑ ہی تھے جنہوں نے وحی رسولؐ پر سوار ہو کر غات کعبہ کو توحید سے پاک کیا تھا۔ لکن اقبال میں علیؑ انسان کامل تھے اور انسان کامل وہ ہے جو جامع جمیع مظاہر الہیہ، منظر اکمل و اتم ہو۔ اور وہ انسان کامل جو عظیم کامل ہے۔ ہمارا ہی نوریں کا وارث و نائب علیؑ ہے اور اس انسان کامل کو بعدِ پیغمبر تمام انسانوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

ہر شوق حاکم نہ دارم ہوائے خاستے نہ دارم

از جلو عام ہے لازم  
سوزم ، گرمی ، چم گداوم

اقبال سے ملنے کی شان میں جو سہا جات تھیں اور جس کو وہ عقیدہ کے طور پر روزانہ تار و پود کے بعد معنی پروردگار کی طرف سے وہ پوری علم علی کی محبت و وسعت اور عشق علی کا واضح ثبوت ہے۔ اہل اقبال، علی اسوۂ محمدی کے آئینہ تھے جس میں محمد کی تصویر جھلکتی تھی۔ یہ شک جس کو آنحضرتؐ سے معیت حاصل ہو وہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ پھر معیت بھی کیسی؟ تقدم خلقت میں معیت نورانیت میں، روحانیت میں، جسمانیات میں، عالم ارواح میں، صحت میں، علم و حکمت میں، عالم اجسام میں، دولت و حق میں، طہارت میں، شہادت میں، ہدایت فطری میں، مدلول غنائیہ میں، اولانیت میں، محبت و وسعت میں، مہم و صلوات میں، حرمت و صداقت میں۔ ہر عالم میں رسول اللہ کے ساتھ رہے۔ انہیں سے رسول اللہ کی گود میں کھیلے، سطر و صحر میں رسول کی معیت میں رہے۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں اسوۂ محمدی پائی جاتی تھی۔

چونکہ اس اسوۂ حسنہ کے لئے بھی استعداد و قابلیت کی ضرورت ہے۔ اور علی چونکہ عصمت و طہارت و نورانیت میں نیا سے تھا اور کہتے ہیں اس لئے جو قابلیت اسوۂ حسنہ کی ان میں ہے اور کسی میں نہیں اور جس کو اسوۂ حسنہ محمدی حاصل ہو وہی محبوب خدا و رسول ہے اور بعد رسول اللہ وہی مطہر و مقدرائے خلافت رسول اللہ کی جگہ خلیفہ مستحکم کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ علی وہ شخص ہیں جن کو محبوب خدا و رسول کی سند خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔

علیؑ علم و شجاعت میں بعد محمدؐ کل انسان میں افضل تھے۔ خود قدرت نے حکمت اللہ پر حاکمی تھی۔ ماں کے پیٹ سے نہیں۔ جب سے نور علیؑ کا علم صفا کر کے بیجا۔ ہر ایک جگہ کو ان کے ہاتھ پہنچ گیا۔ اقبال کہتے ہیں۔

بجز حیدر کہ خیر میر بود      قوت ہو از ہمیں شیر بود  
عشق و جان جو میں خیر کشاد      عشق در اندام نہ چاکے ہوا  
پیش نہ آہاں نہ خیر است      ضربت ہو از مقام حیدر است  
ایک بار جگہ کہتے ہیں۔

از خود آگاہی ، پیدائشی کنہ

از پیدائشی شہنائی کنہ

اللہ کے علیؑ کو اپنی قدرت کا علم حاصل بنا کر بیجا تھا۔ کیا دنیا میں کوئی ہے جو علم و شجاعت

میں علی کا مقابلہ کر سکے۔ اور ملک شری وساست دینی کا مالک و مستحق بن سکے؟۔ یہ باطنی کی تلواریں کلام  
 ۱۷۷ ہوتے ہیں۔ کل علم باطنی کے منظر علی کے منظر اور معترف ہیں۔ اور کل علوم و سلاسل علی کی طرف  
 منسوب ہیں۔ خلافت الہیہ کا دار و مدار علم و لطافت پر ہے۔ نہ بل دولت پر۔ اس کے لئے منظر خدا  
 اور رسول کی ضرورت ہے۔ منظر علم و قدرت کی ضرورت ہے۔

یہ اہل کاملہ رکھے کہ جب علامہ خیر ۱۹۰۵ میں یورپ کے لئے سوار ہوئے تو انہوں نے  
 خواجہ نظام الدین اویسی کی درگاہ میں حاضری دی۔ جب جولائی ۱۹۰۸ میں واپس آ گئے تو لاہور چلے گئے  
 سے قبل درگاہ میں دوبارہ حاضر ہوئے۔ یہاں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لوگ خواجہ صاحب کی  
 زیارت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب خود اپنے کو حضرت علی کا دینی نظام سمجھتے تھے۔ ان کا  
 کلام میرے سامنے ہے۔ اس میں خواجہ صاحب کی ایک مسرت ہے جس کے آخر میں یہ شعر ہیں۔

نظام الدین حیا دارو کہ گویم بندہ شام

ایکین قہر او را کہینے یک گدا باشد

میان کعبہ و حرم ہزاراں عمر بگداوی گرت میر علی بود بر محبت فطانیہ

شیخ مست و دورح امیر المومنین باشد

اگر خدای کہ در محشر فیضیت صحتی باشد

خواجہ نظام الدین مسقط میں فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے آپ کو نظام شاہ دلائل کہتے ہوئے  
 شرم آتی ہے۔ البتہ حضرت قہر نظام خالص حضور کے در اقدس کا ایک لونی گدا گر ہوں۔ اور پھر  
 مسلمانوں سے قاطب ہو کر رہتے ہیں کہ اگر تم اپنی ساری عرق کپہ میں اور حرم کے کنارے بھی  
 گدا ار گئے تو بھی تمہارا کوئی عمل کیا زبرد، کیا توفیق کیا موسم کیا صلہ کیا زکوٰۃ کیا زیارت اور کیا حج  
 تمہیں مفید نہیں ہو سکتا، جب تک علی کی محبت تمہارے دلوں میں نہ ہو۔ یہ سب اعمال ضائع ہو گئے۔

ارشاد ربانی ہے کہ "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تَحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِیْ فَاَحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (کہو و  
 اے پیغمبر اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو، اس کی محبت کے قائل ہو۔ اس کے محبت صادق ہو تو میری  
 پیروی کرو۔ خدا تمہیں محبوب کرے گا۔ وہ محبوب خدا ہو جائیگا۔ معلوم آیت یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ  
 پیغمبر ہمارا محبت صادق ہے۔ اگر تم بھی محبت ہو تو اس کے قدم بقدم چل کر دکھلاؤ۔ اور جو کہ محبت خدا  
 خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے اور اس کی رضا میں خوش ہوتا ہے اس لئے وہ محبوب خدا  
 ہے۔ کیونکہ خدا اسی کو دوست رکھتا ہے۔ جو اس کی رضا میں راضی ہو۔ جینا اسوۂ حسنہ محمدی محبوبیت  
 خدا کی موجب ہے۔ جو آنحضرت کا مطیع، تابع، پیرو اور کل اعمال و اخلاق میں حضرت کے قدم پر

قدیم ہوگا۔ وہی اول اسوۂ محمدی کا صدیق ہوگا اور وہی بعد رسولِ نبوی کا مستحق ہوگا۔ اور جس کی نسبت خدا اور رسول کی مشد و تہدیتی ہو کہ وہ محبوب خدا و محبوب رسول خدا ہے تو وہ یقیناً رسول کا سچا پیرو، اسوۂ حسنہ محمدی بدرجہ اعلیٰ و اتم رکھنے والا خدا اور رسول کا سچا محبت جگہ عاشق ثابت ہوگا۔ خدائے اپنے محبوبوں کے چند اوصاف بیان کئے ہیں۔ **لِلّٰہِ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ** خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ **لِلّٰہِ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ**۔ خدا متقوں کو دوست رکھتا ہے۔ **وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ**۔ خدا ساری نیکو دوست رکھتا ہے۔ **وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ** اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ **وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ**۔ خدا مطہرین و پاکہ پاکیزہ نفوس کو دوست رکھتا ہے اور جن میں اوصاف ذیل ہوں، ان کو دشمن رکھتا ہے۔

بے لگ خدا سے گزرنے والوں، حد و راجی سے تجاوز کرنے والوں، جہاد سے چلنے والوں، خائن اور گنہگاروں، اہل دنیا پر خوش ہونے والوں اور اترائے والوں، معصومین، غلامین، حکمران اور کافرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ **لَا یُحِبُّ** میں اسراف کرنے والوں اور گنہگاروں کو محبوب نہیں رکھتا۔ **اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقِلُّوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ حَتّٰی کَانَہُمْ بُدَیْاٰنَ مَذْمُوْمِیْنَ** (مذ ۴) (بے لگ خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح کم کر دیتے ہیں کہ گویا سب سے چل بولی آہل ذلیل ہیں۔

حق اہل طاقت، ان کی اوصاف سے متصف ہیں جو حسبِ اہلی کی شرائط ہیں۔ وہ حق ہیں منصف و عادل ہیں، محسن و نیکوکار ہیں، لگہ معصوم برحق ہیں۔ مطہر و پاکہ پاکیزہ ہیں اور ان کی اوصاف سے بری ہیں جو ہم حسبِ اہلی کا موجب ہیں۔ **لَا یُحِبُّ** منکر ہیں، **لَا یُحِبُّ** مشرک ہیں، **لَا یُحِبُّ** اترانے والے ہیں، **لَا یُحِبُّ** مشرک و گنہگار ہیں، **لَا یُحِبُّ** مشرک و ظالم و جہاد میں مشرک و خائن و آثم ہیں۔ خدا ان کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں کم کرتے ہیں اور ان کی میدان سے قدم نہیں ہٹاتے ہیں۔ یہ وہ صفت ہے کہ جس میں کوئی سوئیں کوئی صافی حق کے مقابل میں کمر نہیں اٹھاتا۔ وہ صرف حق ہی چاہتا جو کبھی کسی سر کے سے نہیں بھاگے۔ کوئی اس وصف میں ان کا شریک و ہم نہیں ہے اور اسی وجہ سے جنگ خیر کے موقع پر رسولِ خدا نے اس کی تہدیتی کی ہے کہ "میں حق علم اسلام و ایمان دین اس کو حاکم دوں گا جو کہ غیر فرما ہے۔" بھی غیر نہیں کیا ہے اور اس صفت میں وہ مفرد ہیں۔ اگر کوئی دوسرا بھی اس صفت میں ان کا شریک ہوتا تو یہ صفت حق کی تہذیب کا موجب نہ ہوتا۔ حدیث رسول سے واضح اور ثابت ہے کہ حق ہی کرا غیر فرما ہے اور وہی محبوب خدا اور محبوب رسول ہیں اور حدیث کا فقرہ اسی طرح موجود ہے کہ وہ ایسا کر غیر فرما ہے کہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو



دوست رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت تک اب کلمہ خیر سے مرے گا، جب تک کہ خدا اس کے ہاتھ پر فتح نہ دے گا۔ یہ ایک نہایت بر دوست ہے، مقلی کے محبوب خدا اور رسولؐ کو نے کی۔ اور یہی سہ ہے آپ کے اسوۂ حسنہؐ کی تکمیل و اکمل ہو نے کی اور یہی سہ ہے مقلی کو نبیؐ کے ساتھ منہج نامہ حاصل ہونے کی۔ کیونکہ اسوۂ حسنہ کے مقلی سوائے منہج نامہ کے اور کچھ نہیں ہیں اور اس لوگوں کے اوصاف جو نبیؐ کے ساتھ ساتھ قدم بہ قدم چلتے رہے اور اس کی تمام واکمل معیت میں ہوں۔ یہ ہیں "محمد رسول اللہ - اجراء عظیماً (سورۃ الفتح ۲۹) الحمد للہ رسول خدا ہیں۔ اور وہ لوگ جو ان کی معیت میں ہیں۔ وہ کفار پر بلا سے محنت ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان۔ وہ اللہ کا مصلیٰ اور اس کی خوشنودی ہی چاہتے رہتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر عہدہ کا نشان ہے۔ یہی ان کی مثال ہے۔ قوریت میں بھی اور انجیل میں بھی۔ دوسرے برکتیں کی مانند ہیں، جس کی سوئی بھی اور مضبوط ہو کر اپنی سابق پر کھڑی ہو گئی تاکہ کفار ان سے جدا نہ ہوں اور دیکھ کر طمس اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں میں سے ان لوگوں سے صبیحوں نے اہل نیک کئے ہیں۔ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے اس آیت میں ان لوگوں کے جو رسوں کی معیت میں ہیں۔ چاروں حصہ پاؤں کئے ہیں۔ اول وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں۔ دوم آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ ہریت و رحمت کے گدے ہیں کہ جب تم انہیں دیکھو تو راسخ و ساجد ہی پاؤں کے ان کی پیشانیوں پر عہدہ کا نشان ہوگا۔ چوتھے یہ کہ وہ ہمیشہ مصلیٰ خداوندی اور اس کی خوشنودی کے طالبہ رہتے ہیں اور سرسبز بخت کی طرح کفار کے حسد کے سونپ ہوتے ہیں اور اللہ نے مومنین صالحین کے لئے اجر کا وعدہ کیا ہی ہے۔ بے شک ایسے نفوس ہی خاص اجر الہی کے مستحق ہیں۔ حضرت مقلی ان چاروں میں کامل ہوتے ہیں۔ کفار پر ان کی سختی و شدت نمایاں ہے اور کافروں کا کوئی گھر نہیں خاص میں مقلی کی گواہی نامہ برہا۔ کیا ہو سکتی ہے کہ کفریت و حرب اسلام سے منسوب ہونے کے بعد بھی مقلی سے بعض حسد ہو کہ نہ کہتے تھے۔ اور وہ مقلی کے دشمن تھے۔ مقلی مومنین کے ساتھ نہایت درجہ مہربان تھے۔ دشمنوں کو طعام پشت پر رکھ کر رکھ کر مہربانوں کو پیچھے لے تھے۔ آپ یہاں سے رہتے تھے۔ دوسروں کو بلاتے تھے۔ آپ نہیں پہنچتے تھے۔ دوسروں کو پہناتے تھے۔ ایک شب میں حدود بڑا رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ بزم خوشنودی خدا کے طالبہ رہتے تھے اور اس کی رضا کے لئے جان تک بھی قربان نہ کئے تھے۔ مگر یہ اس مقلی میں جدا ہے۔ تم سوچو تھے۔

چونکہ شان و اقبال کے اسان کامل و مردوں، باب اسلم، بناب علی ابن طالب کی۔ اقبال لکھتے ہیں

شر حق این خاک را تہیر کرد / این گل تاریک را انبیر کرد

مرحق کز حق ہو حق روشن است      برزخ از حق اہم تن است  
 رہ پاں انظار شکوہ شیر است      دست بہ آہا قسیم کوثر است  
 ہر کہ بہ آفاق گردہ یوزب      باز گردانہ عجز مطرب آفتاب

یہ اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔ جو مرد کمال کے آثار میں ہیں۔

تجہ سے ہوا آفتاب بندہ سوسن کا راز      اس کے دنوں کی تہن اس کی شبوں کا گداز  
 اس کا مقام بندہ اس کا خیال عظیم      اس کا سرور اس کا شوق اس کا ہمار اس کا ناز  
 ہاتھ ہے اللہ کا بندہ سوسن کا ہاتھ      غالب و کار آفرین کار کشا کار ساز  
 خاکی دھوری نہاد بندہ سلاسلات      برود جہاں سے غمی اس کا دل ہے ہار  
 اس کی امیدیں تکیں اس کے مقاصد بطل      اس کی ادا بطریق اس کی نگہ انوار  
 نرم دم مشکور گرم دم جنتو      رزم ہو یا نرم ہو پاک دل و پاک ہزار

کھنڈ پرکار حق مرد خدا کا جین

نور بہ عالم نام دہم و عظم و ہزار

مرد سچائی ہے وہ اس کی زور لالہ

مناجے ششیر میں اس کی پند لالہ

مطابق لیرہ کمری کے اشتہاد کو جس نے      وہ کیا تھارور حیدر نگر پورہ صدق مسلمانی

ولایت و پادشاهی علم اشیاء کی جاگیر

یہ سب کیا ہیں فقہ اک کفہ ایمان کی کمری

ہر لکھ ہے سوسن کی نئی شان نئی آن      مختار میں کردار میں اللہ کی برہن  
 قہاری و فہاری و قدوسی و جبروت      یہ چار عناصر ہوں تو بننا ہے مسلمان  
 ہمسائے جبرئیل امیں بندہ خاکی      ہے اس کا حسین نہ بھارا نہ بدیشان  
 بہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ سوسن      کاری نگر آقا ہے حقیقت میں ہے قرآن  
 قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ہر اسے      دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان  
 جس سے جگر لڑ میں غصہ نہ ہو وہ شہن      ہر یادوں کے دل جس سے دل جائیں وہ عرفان

ظہرت کا سرور اتری اس کے شب و روز

آہنگ میں یکا صفت سورہ رخن

## علی کی شجاعت

دلوں کو مرکزِ سرور و دعا کر حرمِ کبریا سے آشنا کر  
تھے تانِ بزمِ بلقی ہے تو نے اُسے بارونے جیڈ بھی عطا کر  
ایک اور جگہ قتل کئے ہیں۔

مرسل حق کہہ دے مثلِ ہزرت

حق ہے اللہ طاهر صام الکلب

لو پر بیان ہو چکا ہے کہ علی مرتضیٰ کی شانِ اقدس میں قرآن مجید میں بے شمار آیتیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ رسول کی کثیر الشہادہ شہر بھی محفوظ ہیں۔ یہ ایسے عظیم الشان فضائل ہیں کہ نامِ شامی کو کہنا پڑا کہ علی تو وہ ہیں جن کی حدیث میں شبہ ہو رہا ہے۔ نصیری علی کو خدا تو کہتے ہی تھے۔ اس شبہ نے طامرا قبال کو بھی دوسے میں ڈال دیا تھا۔ کہتے ہیں۔

ار ہوش شدم مگر بہ ہوشم

گوئی کہ نصیری خوشم

جب بھی علی کسی بڑے سر کے کمر کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو مرضِ الہی اور رسوں اکرم کی دعائیں ہمیشہ ان کے شامل حال رہتی تھیں۔ علی منظرِ کل تھے۔ سالِ کمال یہ ہے کہ وہ خدا سے قریب تر ہو۔ اور جو خدا سے قریب تر ہوگا اسی قدر اس میں انکسارِ انوارِ جلال و جمال الہی زیادہ ہوگا۔ اسی قدر اس میں تجلیاتِ صفاتِ جلالہ و جمالیہ ہوں گی۔ علی چونکہ منہجائے کمال اور انتہائی قریب پر بعدِ رسولی اللہ پہنچے ہوئے ہیں۔ اس قدر متشابہ ہو گیا ہے کہ لوگ خدائی کافہ کر بیٹھے اور بعض نے اپنی جہالت سے حد امن لیا۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ بندہ برابرِ نوافل کی سواہط سے میرا قُرب حاصل کر رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کا کان بن جاؤں کہ وہ اس سے ملتا ہے۔ میں ہی اس کی آنکھ بن جاؤں کہ وہ اس سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کا ہاتھ بن جاؤں کہ اس سے ملے کرتا ہے۔ میں اس کا پی بن جاؤں کہ وہ اس سے پیو ہے۔ یہ کُل عبارتِ کاملہ کا اثر ہے۔

جو شخص خلقت و عبادت و کرامت و شرافت میں سب سے مقدم ہو۔ دو کیا ہوگا؟ پھر علی کے عین اللہ، اذن اللہ، یہ اللہ ہوئے میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے؟ شافعی نے کوئی نادر بات نہیں کہی۔ فضیلت کا اعتراف کیا۔ اقبال بھی علی کی شان میں رطب اللسان رہے۔ بے شک علی یہ اللہ تھے۔ وہ اللہ تھے

اور انسان اللہ تھے۔ خود رسول اللہ نے حدیثِ نبوی میں تصدیق فرمائی ہے کہ علی دستِ خدا ہے۔ کیونکہ آخری فقرے میں حضرت نے فرمایا ہے کہ ”وہ کراہیدہ قرار اس وقت تک واپس نہ ہوگا، جب تک کہ وہ اس کے ہاتھ پر قلعہ کو فتح نہ کرے گا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ اس وقت تک واپس نہ ہوگا جب تک وہ فتح نہ کرے گا۔ مطلب صاف ہے کہ فتح خدا کی ہوگی۔ ہاتھ پر علی کے ہوگی اور جو فتح علی کے ہاتھ پر ہوگی، وہ خدا کی طرف منسوب اور خدا کی فتح کہلائے گی۔ پس جی دیکھو خدا ہے۔ خدا اپنے ہاتھ سے فتح کرتا ہے۔ یقیناً علی مثلِ رسولِ بنوقِ مکنون و تحتِ خالق ہے۔ اس کا مقابلہ کس سے کیا جائے۔ صرف علی ہی نہیں بلکہ کل ائمہ طاہرین و حجۃ اللہ کی شان کے ہیں۔ شیخ سہمی کہتے ہیں۔

ا لعلی و خدا کی دانم

و رضا ہم چاہا کی دانم

میر جی بھی کہتے ہیں۔

م علی کو خدا نہیں

ہو خدا سے چاہا نہیں

**فروغ** : شیخ الاسلام کا مشرکین قریش اور یہودیوں کے ساتھ جولا اٹیاں (فروغ)

لڑائی ہیں۔ ان کی تعداد ۲۶۱۱ ہیں۔ ان میں بدر احد، خندق، خیبر اور خیمین بہت مشہور ہیں۔ یہ سب لڑائیاں علی کے ہاتھ فتح ہوئیں۔ ان کی سمیحات کا ہاقابل میں موجود ہیں۔

میرے سامنے مولانا عزیز الحق کوثر عذی صاحب کی کتاب موجود ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ شبلی نوبلی (عمود) لکھنؤ میں، رجبہ ۹۸۳-۸۸۵-۱۰۹۷ء موجود ہے۔ کتاب ناواب اور جکی ہے۔ اس لئے کہ وہ کتب خانے سے میرے اس کا کس حاصل کیا ہے۔ کتاب میں فروغ علی کی تفصیلات ناواب حوالوں کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔ ذیل میں ان حروغ کا خلاصہ مولف کتاب کے الفاظ میں اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ کلامِ قابل میں ان کا ذکر ملتا ہے۔

**”فروغ بدر میں شیر خدا کا کارنامہ“**

”وفی اثنی کے مطابق حضور اکرم تین سو تیرہ جانبازوں کو لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اسلامی جہتِ شیر خدا کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے ہدایت حسن و خوبی سے اس کام کو انجام دیا۔ سترہویں رمضان المبارک ۱۱ھ کو میدانِ بدر میں کفر و اسلام کی پہلی جنگ ہوئی۔ فطرتِ قریش کا یہ سلاہ حربہ (جو اسیرِ معاویہ کا نام تھا) اپنے بھائی شیر اور اپنے بیٹے وید کو لے کر میدان میں اتر ااور

مبارک علی کی۔ حضور نے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ کو مقابلے پر بھیجا۔ ولید شیر خدا پر حملہ آور ہوا۔ مگر شیر جیری لے و اصل جہنم کیا۔ شیر نے حضرت عبیدہ پر حملہ کیا اور زخمی کر دیا۔ لیکن شیر خدا نے جھپٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ یہ گھسان کی لڑائی ہوئی۔ شیر خدا نے حضور کی مجلسی الشہداء میں۔ شیر جیری اس شان سے چلتی تھی کہ اٹھانے دین آں واحد میں شمشیر ہو جاتے۔ چہرہ اللہ کے شیر نے جھپٹ کر حملہ کر دیا اور مطلع صاب۔ کسی میں دم نہ تھا کہ سامنے آئے۔ آپ اس سرے سے لے کر آخری صف تک چرتے اور حملہ کرتے نکل جاتے۔ پھر وہاں سے دغا از حیدری حضور کی خدمت میں مگرانی کے لئے پہنچ جاتے۔ حضور کی حفاظت کی خدمت اب ہم دے کر پھر اٹھانے دین پر حملہ کرتے۔ یہ دلوں کا مہم اور دغا (حفاظت رسول کی مگرانی بھی اور فوج کھار پر حملہ بھی) حضرت علیؓ کا ہی اہم کارنامہ ہے۔ جسے ابن سعد اور امام بیہقی نے بھی (حصائیں کبریٰ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۰۰) فردہ میں شیر خدا کے عظیم ترین فاتحہ کارنامہ کی بنا پر ان کو کلمات اسلامیہ کا قاضی الباب کہہ تاریخ اسلام کی ایک اہم حقیقت ہے۔ اس مرد میں آپ کے ساتھ حفاظت الہی کا یہ اہتمام تھا کہ حضرت جبرئیلؑ آپ کے ساتھ تھے اور حرمت میں بھی حضرت علیؓ کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاملہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد سیدنا امام حسن علیہ السلام نے جو تاریخی خطبہ پایا ہے اس میں صراحت فرمائی ہے۔

”لو کہ دخل ان کا ارتحال ہوا ہے۔ جس سے اگلے لوگ نہ جڑ سکے۔ اور پچھلے لوگ ان کے مقام تک نہ پہنچ سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کو کسی جہم کے لئے روانہ فرماتے تو انہیں کو جھنڈا دیتے۔ پھر وہ بلا فتح کئے واپس نہ لوٹتے۔ جبرئیل ان کے داپنے جانب ہوتے اور میکائیل ہائیں جانب۔“ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۶۷)

فردہ ہر کے حیدری کارنامہ سے حضرت علیؓ کا سک جہم کیا۔ اور مشرکین مکہ کے دلوں میں ایسا رعب تم کیا کہ شاعرین قریش آپ کے قتل کرنے کی ہر جوش خریک کر لے گئے۔ اور اس طیلے میں ہمایوت پر جوش اور صیت آفرین شعر کہے۔ اسید بن ابی اس کے اشعار اسد اللہ اب دغیرہ میں درج ہیں۔ جس میں وہ قریش کے بہادروں اور جوانوں کو قوی کار دلاتا ہے اور جوش امارت ہے۔ چہر اشعار کا طعم ہے۔

”فاطر جب اسد کے بیٹے نے تم لوگوں کو حدود جدالت دی ہے۔ حالانکہ وہ ابھی نو شیر ہے۔ اس نے تمہاری قوم کو ناکار دیا اس لئے کہ اس طرح تم کو قتل کیا ہے۔ تم لوگ اس کے وار سے بچا بچا کر رہا تھے۔ یہ تم نے کہیں دلیل حرکت کی ہے۔ تمہارے وہ اساطین قوم جن سے مشکلیں مل

ہوئی تھیں اور ان سے دہائی پہلو کی زینت تھی۔ ابن لوگوں کو اس نے قہر کر دیا۔ اس کی تلواریں دھار  
نے کسی کو سنبھلیں کیا۔"

حضرت اس جنگ میں علی کے ہاتھوں چھپیں کفار ابن قرین موت کے گھاٹ اتارے  
گئے۔ اور ستر گز غار ہوئے تھے۔

**جنگ احد اور علیؑ** سورج جری کیم شاہ کو لشکر اسلام مشرکیں کے طلب اور اس کی

تیاری کی خبریں کر کر و احد کے قریب پہنچ گیا۔ لشکر اسلام کے تین علم تھے۔ ایک علم حضرت علی کے ہاتھ  
میں دیا گیا۔ ایک سحر بنی عبادہ کو ملا۔ تیسرا حباب بن مند رکھ لیا۔ چوتھی بی طلحہ کفار کے لشکر کا عہدہ دار  
تھا۔ ابوسفیان سردار کفار چوراسی اور لشکر کثیر جمع کر کے آیا ہے۔ اموی لشکر صرف ایک ہزار نفوس پر  
مشتمل تھا۔ جنگ شروع ہوئی۔ دشمن کے لوگ قتل ہوئے۔ مسلمان بالی نعیم پر ٹوٹ پڑے۔ خالد بن  
ولید نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ مسلمان اسے داس امت ہو گئے۔ اور بھاگنا شروع کر دیا۔ قرآن میں  
ہے اِنْ تَنْصَلِبُوْنَ وَلَا تَلُوْاۤیْ ۙ فَعُوْاۤیْ ۙ کُمْ (آل عمران ۵۳ آیت) ترجمہ کیا کرو اس وقت کو  
جب کہ تم بھاگتے ہوئے پیازیں پر چڑھے جاتے اور پیچھے ہٹ کر لگی نہ دیکھتے تھے۔ حالانکہ رسولؐ  
قصصیں بکھار رہا تھا۔ "آخر علیؑ اور ابو جہل دلی رہ گئے۔ رسولؐ تھیں جس جنگ میں مصروف  
تھے۔ دلی ہو چکے تھے۔ دندان مبارک پر ضرب لگی۔ خون جاری ہوا۔ ابو جہل نصاریٰ بھی جاں توڑ  
کر لڑے اور خوب داد شہادت دلی مگر دشمنوں سے چور ہو کر آخر گر پڑے۔ علیؑ نے ان کو قہر کر رسولؐ  
کے پاس ڈال دیا۔ میدان میں خون برسی رہا تھا۔ رسولؐ کو کفار چاروں طرف سے گھیرے ہوئے  
تھے۔ کفار جوش تھے کہ آج اسلام اور رسولؐ اسلام کا حاکم کر کے چھوڑ دیں گے۔ ان کی نگاہ میں کھٹکے  
و لا صرب ایک ہی کا تارہ گیا تھا۔ علیؑ مگر علیؑ سے پہلے وہ جبراً اسلام کا حاکم چاہتے تھے اور یہی ان کی  
خدا تھی تھی۔ یہ جس کی نہ تھا کہ علیؑ کی زندگی میں اور رسولؐ پر تعجب ہو سکیں۔ عجب دن پڑا تھا۔ علیؑ  
ہر طرف توح کو اٹھاتے اور مارتے پٹے جاتے تھے۔ ہر طرف حملہ کرتے تھے۔ مگر رسولؐ بھی  
تھے۔ وہاں آتے اور رسولؐ کو دیکھ جاتے۔ رسولؐ بے سہل کیا۔ "اے علیؑ اتم کیوں نہیں بھاگے؟  
فرمایا "لَا تُخْذُوْاۤیْ ۙ فَعُوْاۤیْ ۙ کُمْ (ایمان لائے کے بعد کافر ہو جاؤں) مجھے آپ سے اقتداء ہے نہ  
ابن لوگوں سے۔ اسی موقع پر حضرت علیؑ کی کوہ ثوئی تھی۔ اور اللہ کی طرف سے دو تختہ عطا کی گئی  
تھی (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۶۶ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۵۸)۔ ایک روایت کے مطابق تاؤ علیؑ کا  
نزلہ بھی اسی جنگ میں ہوا تھا "لَا تُخْذُوْاۤیْ ۙ فَعُوْاۤیْ ۙ کُمْ (ایمان لائے کے بعد کافر ہو جاؤں) میں جو اس مرد علیؑ  
ہے۔ اسی جنگ میں لب قدرت سے صدمہ آئی۔ کھو! بھلی (علیؑ) بھلی (رسولؐ) کے ساتھ کیسی

مخواری کر رہا ہے۔ جبرئیل آتے ہیں اور کہتے ہیں "هَذَا الْمَوْضَا" یہ جگہ ہمدردی اہم خواری  
 اسی کا نام ہے۔ رسول فرماتے ہیں۔ کہوں رہے "مَنْ مَضَى وَاتَّابْنَا" وہ مجھ سے ہے۔ میں اس  
 سے ہوں۔ ایک نور ایک خون ایک گوشت ایک پوست۔ جبرئیل میں کرتے ہیں "وَأَسْبَا  
 وَمِنْكُمْ" میں تم دونوں سے ہوں۔ اس جنگ میں دوا القمار علی نے خوب جو ہر دکھائے تھے۔ اسی  
 جنگ میں حضرت امیر حمزہ شہید ہو گئے تھے۔ ہندو سہادیہ کی ماں نے ان کا پیٹ چاک کر کے کھیا نکالا  
 اور چھا ڈالا۔ جنگ احمد میں رسول نے جانی صرکا مٹا کر دیکھا اور دھن نے ثابت ثدی سے رسول کی  
 حالت کی تھی۔ اقبال کہتے ہیں ۔

تو تہ دیں نہیں فرمودہ اش

کائنات آئیں چہرہ اور درودہ اش

## جنگ خندق اور حضرت علیؑ

اسے جنگ احزاب بھی کہتے ہیں اور اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ بلکہ پورے  
 سورے کا نام احزاب ہے۔ رسول مقبول نے حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے خندق کھدوائی۔  
 خندق تیار ہوئی تو کفار کی فوج ابوسنیہ کی کمان میں دس ہزار کے نسوی پر مشتمل صف آرا ہوئی۔ اتنا  
 بڑا لشکر دیکھ کر مسلمانوں پر سناٹا چھا گیا۔ درودہ دشمن کے مقابلے میں حوزہ ہو گئے۔ یہ سلسلہ ۶۰ روز  
 تک جاری رہا۔ ایک دن عرب کا سب سے بڑا قوی بیگن جو ایک ہزار پہلوانوں کے برابر تھا صودہ  
 ہوا اور پیغمبر خدا کو لٹکا کر لے گا۔ یہ مہربان میدان تھا۔ اس نے رسولؐ سے کہا کہ بے کوئی جو مجھ سے خندق  
 ترا ہو جائے۔ علیؑ مقابلے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ رسولؐ نے ان کو یہ کھنکھار دیا کہ یہ میرا ابن صہ  
 رو ہے۔ پھر رسولؐ نے مجمع سے کہا کہ بے کوئی ایسا تم میں جو اس دشمن دین سے لڑے گا۔ علیؑ پھر  
 کھڑے ہو گئے کہ میں تیار ہوں۔ رسولؐ نے اپنے لشکر سے قہری مرتبہ فرمایا۔ سب حاضری رہے۔  
 بجو علیؑ کے۔ وہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ مجھے لڑنے کے لئے اجازت دیجئے۔ آخر کار علیؑ کو جنگ  
 کرنے کی اجازت مل گئی۔ روانہ ہونے سے پہلے رسولؐ نے علیؑ کو ہتھیار سے آراستہ کیا۔ اپنا عمامہ ان  
 کے سر پر رکھا اور دعا فرمائی کہ خدا دعا یہ میرا بھائی ہے۔ جنگ بدر میں عیدہ اور احد میں امیر حمزہ کا  
 بزدلانہ پیش کر چکا ہوں۔ جب علیؑ لڑنے کے لئے روانہ ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا۔ آج کل ایمان والے  
 کفر کے مقابلے میں جاتا ہے اس واقعہ کو تمام مودعین نے یہاں کیا ہے۔ اس جنگ کے سر ہونے پر  
 رسولؐ کی یہ حدیث مشہور ہے کہ آج کی ایک ضربت علیؑ جن دھن کی عبادت سے مفلح ہے۔

کتب تو تاریخ میں مرقوم ہے کہ جب علی نے مرد کو قتل کیا تو اس کا حقیقی ہتھیار اس زمانے کے رواج کے مطابق اس کے جسم سے نہیں اُتارا۔ چنانچہ جب مرد کی لہجہ نے اپنے بھائی کی لاش پر آکر دیکھا کہ قاتل نے مرد کا سامان نہیں لیا بلکہ بدستور رہے دیا تو کہے گی کہ مرد کا قاتل کوئی مالی دور بان شخص ہے۔ پھر اس نے چمچا کر مرد کا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے کہا علی ابن ابی طالب یہ سن کر اس نے دو شعر سرور کر کے پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرد کا قاتل علی کے سوا کوئی اور ہوتا تو میں غرر بردار کرتی۔ مگر یہ معلوم کر کے میرے دل کو تسکین ہوئی کہ مرد کا قاتل وہ ہے صیب شخص ہے جس کو لوگ ہمیشہ جہنم ابلہ کہتے ہیں۔ معارج الملوک اور روحۃ الصغافیر ہے کہ فتح کے بعد جب حضرت علیؓ واپس ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کو آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

چوں علیؓ صہبائے خیر  
گردن مرہب تنہا خیر کج

**جنگ خیبر اور علیؓ** جنگ خیبر کا واقعہ عہدِ نبویؐ میں ہوا۔ کتب تو تاریخ میں لکھا ہے کہ اگر علیؓ کے ہاتھ پر جنگ فتح ہو جاتی تو اسلام کو سخت ترین مشکلات سے دوچار ہوتا۔ ۲۰۔ ان دنوں رسول اللہؐ کو دردِ شدید کا عارضہ ہوا تھا۔ علیؓ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ اسی لئے اسلامی لشکر کو ستراڑ کی دن تک ہزیمت اٹھانا پڑی۔ جب حضورؐ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو رنجیدہ ہوئے اور فرمایا: "لَا قَاطِنَ الْبَرَاءَةِ عَدَاؤُ جَلَاءُ كَذَابُ خَيْبَرَ فَرَأَى يَحْبُ اللَّهُ وَرَضُوا عَلَىٰ رَسُولِهِ"۔ کل میں ایسے شخص کو ظم دو گنا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ پھر فتح کے واپس نہ آئے گا۔ یہ سن کر تمام اصحاب نے اس وحشی میں رات بسر کی کہ کل رور فتح ہے۔ صبح ہوئی تو بعد نماز رسولؐ تشریف لاکر کھڑے ہوئے اور ظم کو منگایا۔ اس وقت ہر صحابی اسی فکر و تاس میں تھا کہ ظم اسی کو لے۔ اسنے میں حضورؐ اکرمؐ نے علیؓ کو بلا دیا۔ اصحاب دین ہاتھ میں لے کر ان کی آنکھوں میں پھیرا اور انہیں ظم صاع کیا۔

معارج الملوک (جلد ۴ صفحہ ۴۹۲) میں لکھا ہے کہ مگر علیؓ ظم لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ قوس کے نیچے پہنچ کر ایک تودے پر گاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر قلعے کے لوہے سے ایک بیرونی عالم نے ہتھکڑیاں قوم سے کہا کہ قسم ہے تو میرے کی تم مطلب ہوئے۔ یہ شخص فتح کے بغیر واپس نہ جائے گا۔ وہ بیرونی حضرت علیؓ کی شہادت سے واقف تھا اور آپؐ کے اوصافِ توبہ میں دیکھ چکا تھا۔ قلعہ کو تباہ کر دیا۔ صوبہ کا بھائی حادثہ قلعہ سے باہر نکلا۔ جس کے خبر سے کیستان تین سیر کی تھی اس نے آئے



یہ چند اسلامی بہادروں کو شہید کیا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت علیؓ اس کی جانب بڑھے اور ایک عرصہ تک  
 میں اس کو داخل جہنم کیا۔ جب مہرب کو حادثہ کے قتل کی خبر ہوئی تو وہ دیگر شہا کاں خیر کے ساتھ مسخ  
 ہو کر بھائی کا نظام لینے نکلے سے دہراؤ۔ تاریخ اسلام میں درج ہے کہ مہرب تمام خیروں میں  
 ایک ایسا بلند قامت چلتا اور بہادر جنگجو تھا کہ انہوں میں نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس روز درود درود پہنچے  
 ہوئے درود کو رہی حاکمی کے ہوئے اور دھماکے دھماکے ہوئے اور ان عمارتوں پر طوار گئے ہوئے  
 رجز گویاں مگر کہ جنگ میں آیا۔ اہل اسلام میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ اس سے جنگ کرنے کو  
 میدان قتل میں جائے۔ مہرب بھی ایک ہزار پہلوانوں کی طاقت رکھتا تھا۔ یہی علیؓ رجز دے رہے  
 ہوئے اس کے مقابل ہوئے۔ مہرب بے پیش دستی کر کے چاہا کہ کھوار کا وار کرے۔ مگر علیؓ نے اس  
 کا موقع نہ دیا اور دو ہتھوڑوں کی ایک ضرب اس کے سر پر لگائی کہ خود اور عمارتوں کو کاٹی ہوئی مثل تک اور  
 پروا ہے راتوں تک اور پھر قابض رہیں تک اترتی اور مہرب دو ٹکڑے ہو کر قتل کیا گیا۔ راتم الحروف  
 نے جناب راج صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں حلیہ حیدری کے کئی نایاب قلمی نسخے دیکھے  
 ہیں۔ ان میں کئی تصویریں ایسی ہیں جس میں دو ہتھوڑ حیدری کا دار دکھایا گیا ہے۔ یعنی مہرب کا جسم  
 برابر دو حصوں میں گھوڑے پر نتر آتا ہے۔ حج کا اہانت بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ نہ میں پر  
 حضرت جبرئیلؑ کے پردہائی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جنگ کی حالت میں اچانک ایک یہودی نے جناب علیؓ کے ہاتھ پر ایسی ضرب لگائی کہ پھر  
 ہاتھ سے گر پڑی اور اس کو ایک دوسرا یہودی لے کر بھاگا۔ یہ دیکھ کر جناب سید غضب میں آئے اور  
 جھوٹ رہائی آپؐ خلدی سے حسرت کر کے ہاتھ فہر پر پہنچ گئے۔ اور آپؐ نے اس کے آہنی چھانک  
 کا ایک پلہ نال کر بجائے پھر ہاتھ میں لے لیا اور بدستور جنگ میں مصروف ہوئے۔ اس دروازے  
 کا درون معارج الغیبت میں آٹھ سو اور روحہ اللہ میں تین ہزار کن درج ہوا ہے۔ علیؓ کی انگلیاں  
 اس در میں اس طرح در آئیں جیسے صوم میں دوبار آتا ہے۔ فریادیکہ اس قیامت خیز جنگ میں آپؐ  
 نے دشمن کا صبا کر کے اسلام کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ انہاں کہتے ہیں ۔

مَنْ حَيَّرَ كَيْفَ خَيْرٍ مِّنْ خَيْرٍ

فَوَيْلٌ لِّمَنِ شَفِيعٌ

**جنگ حسین** "مگر کہ وہ جو وہی اور جیس بھی ہے عشق"

جنگ حسین کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ جنہاں کہ سے جنہاں کی قاصد پر  
 طائف کی طرف ایک راوی کا نام ہے۔ فتح کہ کی خبر سے نبیؐ اور ان دینی شہید نبیؐ اور نبیؐ

سب گھست خوردہ لوگوں نے ہانپی، جناح میں فیصلہ کیا کہ سب مل کر مسلمانوں سے لڑیں۔ ان کا سردار لشکر مالک اسی عوف تقری اور طبردار "ابو حردول" تھا۔ یہ لوگ پانچ ہزار کی تعداد میں تھیں اور طائف کے درمیان "اوطاس" پر جمع ہو گئے۔ جب آنحضرت کو اس اجتماع کی اطلاع ملی تو آپ بارہ یا سولہ ہزار کا لشکر لے کر جس میں مکہ کے دو ہزار مسلمان بھی شامل تھے، ۱۰ شوال ۸ ہجری کو دلدل پر سر ہو کر مکہ سے نکل پڑے۔ حضرت علی سب معصوم طبردار لشکر تھے۔ بعض مسلمان اس پر ماراں تھے کہ ہم کثرت سے ہیں اس لئے آج گھست نہیں کھا سکتے۔ دشمن نے ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم، کمر، گلے اور سر ہو گئے۔ رسول پکار رہے تھے کہ "اے بیعت رصواں والو! کہاں جا رہے ہو۔" عیسٰی کوئی نہ سنا تھا۔ جب لوگوں میں بھگدڑ مچی تو دشمن دسوں کی طرف بڑھے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی نے دشمن کو روکا۔ رسولؐ۔ "میں میں لڑے کے لئے آئے ہوں۔ مگر حضرت عباسؓ نے لجام فرس تمام دی۔ اس حال میں گھمساں کاروں پر اور حضرت علیؓ نے طبردار لشکر کھار کو ایک ہی دار میں سو ت کے گھاٹ "آدرا دیا۔ اس جگہ میں چار سلطان اور ستر کا فر قتل ہوئے۔ علیؓ کے ہاتھوں چار سو جنگجو کام آئے۔ جن میں کی لڑائی میں اسلام کو نیکی ادا ہوئی تھی۔ جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ جنگ خیمہ کے تعلق سے مولانا عمرؒ لکھتے کوثر مدنی نے اپنی کتاب "مناقب اہلبیت" (ص ۱۹۸-۱۹۹) میں دلیل کا حوالہ دیتے کیا ہے:

"عزوة طائف میں حضورؐ کی حضرت علیؓ سے طویل سرگوشی اور حضورؐ کا

ارشاد کہ علیؓ سے اللہ ہی سرگوشی ہے۔ یہی دلیل ہے۔"

کفار نے عروہ بن مسین میں شکست کھا کر طائف میں پناہ لی اور جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ اس مسئلے میں حضورؐ، اکرمؐ نے بڑی دیر تک حضرت علیؓ سے سرگوشی فرمائی جس میں اور بھی اہم معاملات رہے ہیں گے۔ اس پر بعض لوگوں کو شک ہو اور ہالا حبول اٹھے۔

فرما: "آپؐ نے اپنے پیغمبرؐ سے بھائی سے بڑی طویل سرگوشی کی ہے"

اس پر حضورؐ نے فرمایا:

"میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی، بلکہ اللہ نے کی"

امام ترمذی اس حدیث کو لکھ کر فرماتے ہیں:

"اللہ نے ان سے سرگوشی کی" اس کا مطلب یہ ہوا۔ اللہ نے مجھے علم دیا ہے کہ میں ان سے

سرگوشی کروں (سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۷۱۴)

اس سلسلے میں یہ بات بھی یاد آ جاتی ہے کہ حضرت علیؓ سر قنقی کو اللہ تعالیٰ نے "امین راہز"

ہاذا ہے۔ نیز اپنے نبی کو ان سے رازدارانہ گفتگو کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ کی اس شخصیت کو اس قدر نمایاں فرمایا ہے کہ گیارہ بارہ ہزار آدمیوں کی موجودگی میں آپ سے رازدارانہ گفتگو کرنے کے لئے حضور کو بخیر فرمایا ہے۔ تاکہ آپ کا یہ امر از سب لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آجائے اور پوری امت آپ کی اس خصوصیت سے واقف ہو جائے۔

اقبال کہتے ہیں ۔

اے سر خط و جوب و امکاں قہر تو سورہ ہائے قرآن  
اے مذہب عشق را نوازے اے سینہ تو " امن رازے "

**عشق کے جہاد کی خصوصیت**

مکالمات اقبال کہتے ہیں ۔

فخر و عزت اعلیٰ را

جام صہبائے محبت یار

بقدر عالم یار الام صلح

نہجیوں را صلح پیغام صلح

اسلام کو اس سے نہیں پھیلا یا جاتا اور کبھی اسلام نے شک فتح کرنے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ کوہر حفظ دین چلا۔ اسلام نے کشور گیری کو حرام قرار دیا ہے و یا وہی بادشاہ دیا کو آخرت پر مقدم سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہے اور دل میں درد پر خوف خدا نہیں رکھتا ہے۔ وہ دنیا پر مبالغہ ڈھاتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانہ پوری کرتا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ہر دور کے بادشاہوں کو گویا پروردگار کے کسی طرح کشت و خون کو بردار کھا۔ اسلام میں اس قسم کی فاسق و فاجر کو جس کیلئے کے دور سے شروع ہو گئی۔ اقبال کہتے ہیں ۔

چوں ملکات رشدا از قرآن گشود حریت را زہر اعدا کام ریخت

ایسے حکمرانوں کے ہارے میں اقبال مزید کہتے ہیں ۔

قطر و طاموں تابع شمشیر ہائے زہر از قہر

ظن در فریاد از ہزار پیش از جہد حق صیغہ آزادی

آئین چاہن گما جماع گماست

جماع سلطان ملک و ملت مافست

اقبال نے ہمارے خودی میں ایک باب شامل کیا ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے:

”وہ جہاں اسی کے متحد حیات مسلمانوں نے کھڑے ہوا ہے۔ جہاں اگر حرکت اور جوہر الارض  
(تفسیر مائیک) یکساں ہو رہا ہو اسلام جہاں ہے۔“  
علم کا آخری شعر قابل ذکر ہے۔

ہر کہ تجر بہ غیر اٹھ کلید  
خج نو در جہ نو آرمید

مطلب یہ ہے کہ جس نے بھی کمزور سے اسلام بچانے کی کوشش کی۔ اللہ کی خوفناکی اس  
میں نہیں ہے۔ اسلام کمزور اور زور مند حق سے نہیں، بلکہ حسن اخلاق سے پرہیزگار۔ رسول اللہ  
نے فرمایا ہے کہ میں مکارم اخلاق کی دنیا میں تکمیل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں دنیا  
کے ملک و تاج کرنے آیا ہوں۔ اخلاقی اور روحانی فتح پانی فتح سے کہیں بالا ہے۔ جب روح فتح ہوگی  
تو جسم آپ ہی متوجہ ہو جائیگا۔ خلیفہ رسول کی بہت بھی نہیں اول یہی دیکھتا ہے کہ اس نے قلوب  
پر کہاں تک فتح پائی اور مکارم اخلاق محمدی کی دنیا میں کہاں تک تکمیل و اشاعت کی، اسی کو اس میں  
سب سے افضل و اکمل سمجھتے ہیں۔ علی کا جہاد ہمیشہ واقعی رہا۔ اسلام کا آئینہ ہے کہ لڑائی میں سبقت  
دلی جائے۔ علی اور ولاد علی نے لڑنے میں پہل نہیں کی۔ جب اسلام پر حملہ کیا گیا تو علی نے اسلام  
کو ہمیشہ بچالیا۔ اگر صبر و سکوت کی ضرورت پڑی تو اس سے بچایا۔ لیکن اسوں نے صبر و سکوت سے  
کام لے کر نیتے کور کا اور یہاں کا حاشوش جہاد تھا۔ اگر قربانی کی ضرورت ہوئی تو اس سے رو بچا نہ  
کیا۔ اگر کمزور اٹھانے پر مجبور ہوئے تو وہ اٹھالی۔ اور اس طرح حق حفاظت اسلام ادا کیا۔ اصل  
سیاست دین اسی کا نام ہے

علی بادشاہ خمر تھے۔ ضروری کر کے گناہ کرتے تھے۔ عقیق، بے سہارا بیواؤں اور یتیموں  
کی مدد کرتے تھے۔ صاحبِ دل نہیں تھے۔ مضدورین کے سوا جہاد سے بیزار نہ بنے والے سونہن اور  
جان و مال کے علاوہ اسی جہاد کرنے والے مساوی نہیں ہوتے ہیں۔ جہاد اور شہادت کا مرتبہ بہت  
بلند ہے۔ علی نے ہمیشہ جان کی بازی لگا کر کھڑے کھڑے کفر کو روک دیا۔ اس کی ایک ضربت قیامت تک  
کے جن دانش کی مہاتوں سے حاصل ہے۔ فرشتے ان کے جہاد اور جان بازی پر تعجب کیا کرتے تھے۔  
علی کا جہاد تو انہیں الہی کی حفاظت کے لئے مخصوص تھا۔ اسوں نے بھی جوہر کے سے کسی پر  
کمزور نہیں چلائی۔ حالت جہاد میں اس کی نگاہ صمت کا فخری سات پشتوں کو دیکھتی تھی کہ کسی کی پشت  
میں کوئی مسلمان نہ ہو۔ علی نے بھانجے ہوئے کار کو پشت سے دھار نہیں کیا اور نہ کسی کے جسم سے اس  
کا جنتی پتھرا ہمارا دیا۔ اس کا جہاد محض دماغی کے لئے ہوتا تھا۔ اسلام کی جاکے لئے جنتی

جنگیں ہوئی تھیں ان سب کی محمدی کاسبر علی کے سر ہے۔ علی کے جہاد میں ذاتی جذبات اور انتقام گیری کا مکمل دخل نہیں رہتا تھا۔ ماریوں سے علی کے جہاد کی شکل اللہ کا اپنی شہوت میں ایک واقعہ جان کیا ہے جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی ہے۔ عرب کا ایک جنگجو بہت مشہور تھا اس کے نام سے سسلاں لرزہ برپا نام ہوتے تھے۔ وہ ایک بڑا بہر جنگجوؤں کی طاقت رکھتا تھا۔ ایک دن وہ علی سے ہمدرد آ رہا تھا۔ علی نے اس کو مطلب کیا اور زمین پر چک دیا۔ پھر اس کے سینے پر سوار ہوئے۔ گھوڑا مارے ہی والے تھے کہ اس نے انتہائی بد قبری کی۔ علی نے گھوڑا پیام میں ڈالی۔ اس کے سینے سے ترمکے اور ادراسر مٹنے لگے۔ روٹی نے اس جنگ کی پوری تفصیل جان کی ہے۔ یہاں صرف چند شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

از علی تصور افلاک عمل	شیر حق را داں منزہ از دغل
چوں تو باب آں مدینہ علم را	چوں شعلے آفتاب جلم را
دوغرا بر پہلوئے دست یافت	رو ششیرے بر آورد و شتافت
او خود اداخت بروئے علی	انکار بر نی و بر ولی
دورماں اداخت ششیر آں علی	کرد او اندر غزائش کاہلی
گشت حیراں آں مبارز در عمل	از سود غم و دم ہے عمل
گفت برمن حق نیز افراشتی	از چہ انگہدی مرا بگرداشتی
گفت من حق از پست حق ی زلم	بندہ غم نہ باور غم
شیر غم میثم شیر ہوا	
فعل جن مدین من ہاشم گما	

آرود کے مشہور شاعر، ادیب، دانشور اور صحافی (ایڈیٹر سینڈر لاہور) مولانا ظفر علی خان نے مولانا رومی کے ان اشعار کو آرود محکم کالہاں سے پیشاد۔ آرود کے ایک ماہر الوجود رسالہ "صوفی" چنڈی بہاد اللہ بن مگر انوار احباب اہست لہوری ۱۹۳۵ (صفحہ ۱۸) میں ملک محمد الدین آزاد (ایڈیٹر صوفی) نے یہ اشعار شائع کئے۔ چونکہ اس نظم کا خوالہ قائم حروف کی نظر سے کہیں نہیں گزرا ہے۔ اس لئے دلیل میں اور سچ کی جاتی ہے تاکہ غلط روئے۔

### ”اخلاق مرتضوی از مولانا ظفر علی خان“

روایت ہے کہ اک سرکش یہودی نہ تھا اس امر سے شاید وہ آگاہ جو اپنی جان کا ہر آپ دشمن ہوا واقف وہ پہلی ہی جگہ میں زمین پر آرا کرتا ہے جس طرح کھڑی کھسوت اسے سر پہ اس وقت یہ رنگ ذوالقادر اس کے لبہ کے یہودی نے جب یہ دیکھا کہ ہرگز متقابل چاند تھا تو کھاسی یہ کہ نکلے آخری قدرت کی حسرت یہ گستاخانہ یہ بیہودہ حرکت سنا روکا مطلق نے ہاتھ اپنا کیا جوں بھی صواب اور یہ خطا بھی جہاں سے نوازش کہہ سنا ماضی یہودی بن گیا قصورِ حیرت لگا کہنے کہ اے سردار ذی ہوا مجھے کیوں آپ نے محرم رکھا کیا کیوں میری اس حرکت سے انماض مکافات عمل کا یہ قصور جواب اس کلمہ ہار یک کا ہوں جو کج پوچھے تو قصہ آگیا تھا مگر یہ قصہ رکنا تھا تعلق میں اس حالت میں غم کو قتل کرتا کہ میں جو کام بھی کرتا ہوں اس میں یہودی سن چکا ابھی طرح جب

ہوا جگ آزما شیر خدا سے  
 یہ کھنٹی وہ لڑتا ہے قضا سے  
 دی اچھے مطلق سرکش سے  
 مطلق کے زورِ مرجب آزما سے  
 تو اس کا آفری پتا ہوا سے  
 نہ قاض کو مطلق قضا سے  
 نظر آتے تھے عرش و فرش پیاسے  
 نہیں ممکن ہے چنا اس بلا سے  
 طبعیت کے پانے باقتضا سے  
 اسی چیلے دل کفر آشتا سے  
 جو کجا سرزد ہوا اس نامرزا سے  
 وہ جو دو ہاتھ آگے تھا قضا سے  
 سے احساں سے تھے لبریز کا سے  
 عطا نہیں ہوتی ہاتھی قصی خطا سے  
 امیر المومنین کی اس ادا سے  
 یہ سب کچھ کیوں ہے اور کس دعا سے  
 میرے محبوب ہونے کی سزا سے  
 جو ہے مظلوم بڑھ کر انجا سے  
 ہے ہلا ز مری گھر دما سے  
 ہلا اس کو لب مشکل کشا سے  
 مجھے اس حیرتے فعلِ ناروا سے  
 خطا میرے ہی قدرِ فخر را سے  
 تو ہوا سرخو کیوں کر خدا سے  
 غرض ہوتی ہے مولا کی رضا سے  
 یہ ارشاد انجا تک ابتدا سے

پکار اٹھا کہ ہے اسلام کیا ہے دنیا قائم اس دین کا ہے  
 جی دلاں رہا ہوں آج تک میں بڑوں کا پہلی اس ہمتاں سرا ہے  
 مرا مگر شعلہ زور طہر ہوگا اب اس شمع لروڑاں کی ضیا ہے  
 نہ سرتابی کروں گا آج کے اور  
 خدا سے اور عمر حاصل ہے

ملی کا جہاد محض رضائے الہی کے لئے مخصوص تھا۔ کشور کشائی کے لئے نہیں۔ انہوں نے  
 بتائے اسلام اور حقانہ دوسری رسالت کے لئے کھار نکالی تھی۔ میں کا اور آل مرکا شمشیر بکھ ہونا  
 صرف اسلام کی سر بلندی کے لئے تھا۔ ماسا قبل نے درست فرمایا ہے ۔

فتح بھر موت دین است و بس  
 مقصد لا حلا آئیں است و بس

شہادت ہے مطلوب و حضور مومن نہ ملے تیسرے نہ کشور کشائی

**ہو کہ در آفاق گردد ہوتا رہ**

**باز گردد اند مضروب آفتاب**

ز جمعہ شمس جناب علی کا مشہور بیخبرہ ہے جو کتب تواریخ میں تفصیل سے بیان کیا گیا اور جو  
 فتح خیر کے بعد رونما ہوا تھا۔ یہ بات جیسی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ اگر ملی خیر کی جنگ فتح نہ کرتے تو  
 کس فتح نہ ہو جاتا۔ اور اسلام کا قدم عرب میں نہ مٹتا۔ دنیائے اسلام قیامت تک ملی کے احسان سے  
 سجدہ و ش نہیں ہو سکتی۔ ملی نے بقول اقبال اعلیٰ ترین کو خیر کیا تھا۔ اور ملی کا خاموشی جہاد تھا۔ نزد دل ملی  
 کے لئے ملی کا اپنے زانوئے مبارک پر عمر کا سر اقدس رکھنا جہاد اکبر تھا۔ بعد دوسرا اللہ امن اور  
 حفاظت اسلام کے لئے خاموشی سے زندگی گزارنا بھی جہاد تھا اور اپنے علم کی جدوجہد لوگوں کی مشکلوں  
 کو حل کرنا بھی جہاد تھا۔

تاریخ اسلام میں ائمہ اور رسالت اور دھار رسالت کی خاطر دو بھڑے نہایت اہم ہیں۔  
 فقہ بقرہ رسول کی طرف اور جمعہ شمس علی کی جانب منسوب ہیں۔ دونوں بھڑے ایسے خاموش جہاد  
 کی نشانیاں ہیں جن پر عالم اسلام ہمیشہ کے لئے فخر کر سکتا ہے۔

اقبال کے تذکرہ شعر میں دو تسمیات ہیں۔ ایک ایتراب اور دوسری رجعت شمس۔  
 ایتراب کا پیرا لقب علی کو رسول کی طرف سے حمایت ہوا تھا۔ ایتراب ماسا قبل کو اتنا پسند تھا

کس کا، ستیاں وہ اپنے انکار میں اکثر و بیشتر کرتے تھے۔ چند شعردعا کئے جاتے ہیں۔  
 مرتضیٰ کر قیغ مو حق ریش است یوزنہ از فتح اہم تن است  
 مرتضیٰ حق کردائش یوزنہ حق یہ اللہ عائد و درم الکتاب  
 پہنچے کیا ہو غیب اقبال  
 عجب یوزنہ ہے

مرزا علی میرزا ندوی نے ابو زہاب کی وجہ تسمیہ کے متعدد حوالے اپنی کتاب میں لکھے ہیں  
 ”دہ الرضی“ (صفحہ ۶۸) میں لکھتے ہیں:

”حضرت علیؑ بے حد ارباب تھے۔ یہودیوں کے بارگ کو پہنچے تھے۔ ایک دن  
 حروری کی تلاش میں گھر سے نکلے تاکہ اس سے اعانہ ملے کہ رسول کی  
 ضرورت پوری ہو جائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے بارگ میں پہنچے اور  
 اس کے بارگ کی بچال کا کا ۲۲ پے در لیا۔ حروری یہ بھی کہ ایک اذول پانی  
 سمجھنے کی اہمیت ایک گھوڑے۔ حضرت علیؑ نے اذول بھیجے۔ یہودی نے  
 انہیں اختیار کیا کہ جس سوخ کی گھوڑی چاہیں لے لیں۔ حضرت علیؑ نے بھا  
 اچھو (گھوڑے) لے لے اور رسولؐ کی خدمت میں پیش کئے۔ فرمایا جناب  
 یہ کہاں سے لائے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: بای اہ اچھے پتہ لگا کر آج  
 فاقہ در پیش ہے۔ اس لئے کسی حروری کی تلاش میں کل گیا کہ کچھ کھائے کا  
 سامان کر سکوں۔ رسولؐ نے فرمایا: تم کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے  
 اس پر آمادہ کیا تھا؟ عرض کیا ہاں رسول اللہؐ۔ رسولؐ نے فرمایا: اللہ اور اس  
 کے رسول سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں جس پر اللہ اس تجزی سے  
 آیا ہو، جیسے سلاب کا پانی اپنے رخ پر تجزی سے بہتا ہے۔ اور جو اللہ اور  
 اس کے رسولؐ سے محبت کرے۔ اس کو چاہئے کہ مصائب کے لئے ایک  
 چھتری بنائے۔ یہی حفاظت کا سامان کرے۔ اس غلے اور فقر و فاقہ کی زندگی  
 کے باوجود علیؑ رسولؐ کی راحت و سامان اور آپؐ کو دعوت الی اللہ اور جہاد کے  
 لئے یکسو رکھنے کی خاطر کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے اور کوئی  
 مرد سامان نہیں رکھتے تھے۔ ثابت محبت اور اللہ سے رسولؐ اللہ حضرت علیؑ  
 کو ابو زہاب کہا کرتے تھے۔“



حضرت مہادیہؑ ان عمارتوں کا ہاں ہے کہ ایک بار حضرت علیؑ سیدہ فاطمہؑ کے پاس گئے۔ پھر واپس آکر مسجد میں بیٹ گئے۔ اور رسول اللہؐ نے حجرہ فاطمہؑ کی طرف آگئے اور حضرت فاطمہؑ سے پوچھا۔ ہاں ہے ایمن تم کہاں ہیں؟ کہہ مسجد میں۔ آپؐ مسجد شریف لے گئے تو دیکھ کہ چاروں ان کی پشت سے ترنگی اور چہرے میں ملی لگ محسوس ہوئی ہے۔ آپؐ اپنے ساتھ مبارک سے اس کی پشت پر لگی ہوئی ملی کو صاف کرنے لگے اور درجہ حرارت قائم ہوا۔ "یا اتراب"

پروفیسر شفیق الرحمن ہاشمی (علی گڑھ یونیورسٹی) نے اپریل (۱۹۳۸) میں لکھتے ہیں کہ "ایک عربی مقلی نے ایک یہودی کے بارے میں کہیں سے پالی سمجھا کر دیا۔ میرا اب کرے گا کام مزدوری پر کیا۔ جب وہاں نے محسوس کیا کہ اب انہیں مزدوری میں کمی سمجھو رہے ہیں۔ صبحیں وہ شام کو ختم ہو جائیں گے۔ تو کام ختم کر دیا۔ یہودی نے پہلے رشتہ برقرار رکھنے کے لئے کہا نہیں گئے۔ تو کام ختم کر دیا۔ یہودی نے پہلے سے دہائی مزدوری پر کام کرے کی پیشکش کی۔ نہیں آپؐ نے انکار کر دیا اور فرمایا۔ جس ضرورت کے لئے میں نے مزدوری کی ہے وہ اتنی مزدوری سے پوری ہو جائے گی۔ عرض آپؐ نے پوری رہی سادگی سے سر کی اور اہل بیتؑ کے ساتھ ساتھ حیدرؑ کو اور میر فرار بن گئے (اقبال کا تصور دین) علیؑ کا یہ حیرت انگیز دروہن میں رہنا ہوا اور انہی سرور میں کرنا میں حسینؑ کی آواز "اللہ اکبر" کی تعبیر سے ظاہر ہوئی۔"

خبر عربوں مگر ہندو و نصیحت

خبر عربوں ہانگ بھیجے حسین

اقبال کے شعری دوسری صحیح رجعت شمس کے بارے میں ہے۔ سورہ نصیحت کا بیان ہے کہ جب آنحضرتؐ فکر سمیت جنگ غیر سر کرنے کے بعد واپسی میں مقام وادی القرئی کی طرف جاتے ہوئے مقام صہبا میں پہنچے اور وہاں قیام پذیر ہوئے تو ایک دن آپؐ ہولی کے لڑکوں کا سلسلہ ایسے وقت میں شروع ہوا کہ غروب آفتاب سے قبل ختم ہوا۔ حضرت رسولؐ کریمؐ حضرت علیؑ کی آغوش میں سر رکھتے ہوئے تھے۔ جب سلسلہ دوئی منقطع ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ اے علیؑ تم نے لڑکوں کو صبح کی گھنٹی کی عوض کی، مولاناؑ کیسے پڑھتا ہے؟ آپؐ کا سر مبارک لڑکوں پر تھا اور وہی کا سلسلہ جاری تھا۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے دست دعا بلند کیا اور کہا کہ "ہاں اے علیؑ تیرے اور میرے رسولؐ کی طاعت میں تھا۔ اس لئے سورج کو پلا دے تاکہ یہ نماز صبر ادا کر لیں۔ چنانچہ سورج پلٹ

۲) تذکرۃ الخواص اور ص ۵۰ از ابن جری ستونی ۶۵۴ھ) رجعت شمس کا دوسرا واقعہ جنگ صفین میں ہوا تھا۔ حضرت علی کے مجوزہ رجعت شمس کا ذکر علامہ اقبال سے صدیوں پہلے بہت سے شعراء نے کیا ہے۔ دلی میں ان شعراء کے چھ شعر درج کئے جاتے ہیں۔

آہاں از دلہ مطرب باز گشتای سوسناں تابا آرد بر خالق یکا علی (گلشن صدف)  
 قوت سر زقل رہبر نماز داشت چرخ راز گھبراں باز  
 جاوہر بار چرخ نظام بہ زبانی خسرو چرخ را چھوٹا دیں (بھیم سنگھ)  
 باطن احمد علی مرتضیٰ است ظاہر احمد امام انبیاء است

آداب از حکیم حبیب یاد گشت

بر وہ آئے ہم مرتضیٰ است

(شاد گشت اشدلی)

کشم از نیا روز بروزت کہ در کلام جلوت آفتاب (غالب)

یہ ہے اقبال فیض باد نام مرتضیٰ حس میں

نکاح نگر میں غلوت سرائے لامکان تک ہے

علامہ اقبال فرقہ پرستی اور جنگ فکری سے بھارت تھے۔ وہ بزرگان دین کا احترام کرتے تھے۔ ان میں رام، سوامی رام، حیرت، اور گرو نانک بھی شامل تھے۔ مسلمانوں میں علامہ شیخ محمد امجدی، مولیٰ شاہ، فقیر خواجہ، شیخ، میاں میر، شیخ سرہندی وغیرہ سے متاثر ہوئے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اقبال جب ستمبر ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے ستر یورپ پر روانہ ہوئے تو دہلی میں خواجہ غلام الدین کی درگاہ میں حاضری دی۔ جب جولائی ۱۹۰۸ء میں وہاں سے تخریف لائے تو لاہور جانے سے قبل دوسری مرتبہ خواجہ صاحب کی درگاہ میں حاضر ہوئے۔ خود خواجہ صاحب موصوف کا یہ حال تھا کہ انہیں حضرت علی کے کلام حضرت قمر کے کہے کا اتنا احساس تھا کہ اپنے کو قمر کا کلام کہنے میں شرم آتی تھی۔

کلام اللہ بن حیا دارد کہ گویم ہندۂ شام

دیگن قمر ہو را کبیر یک گدا باشد

علامہ نے خواجہ صاحب کی بات کو گہری عقیدت مندی کے باوجود اپنے کو بھی نکلی نہیں کہا اور نہ بھی سولیوں کے کسی سلسلہ کے ساتھ اپنے کو منسوب کیا۔ اگر کہا تو فقر و اتیمائے سے بیکار کہا۔

پہنچے کیا ہو مذہب اقبال

ہو بخدا ہیرتی ہے

از دلائل دود باطن رند ام در جہاں منی مگر چاہیہ ام

زکیم وکیم وکیم ام

در لیا باطن چہ نہ آدہ ام

۱۹۰۳ء میں اقبال اقبال اقبال پریشان تھے۔ جن کے بڑے بھائی شیخ طاہر جہان کی رکھ بھال کر رہے تھے کسی غمزدہی عقدہ میں لوٹ ہو گئے تھے۔ اس مصیبت سے نہایت پائے کے لئے علامہ نے ایک دعائیہ نظم فرما دی جس کی روگاہ میں بطور تذکرہ ان کرائی گئی۔ اقبال نے آیہ شفاعت کے مطابق نظم کی نصیحت کے لئے خود ان کے گوارا و اسطو دیا تھا۔ کہتے ہیں ۔  
 دس میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق بلیغ  
 دامن چھوڑتا ہے گل دامن حیدر مجھے  
 روئے والا ہوں شہید کر بلا کے غم میں میں  
 کیا ذرہ قصود نہ دیکھنے ساقی کوڑ مجھے  
 اس میں شک نہیں کہ علامہ نے شعرائے متصوہین کے دریا زول کی گہرائیوں سے الہییت رسالت تآب کی مدح و توصیف کرنا مذہبی فریضہ سمجھا تھا۔ ان کے ایک ایک شعر سے صدق و صفا کے دریا بہے جا رہے ہیں۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اقبال نے نواب فتح علی خان قزلباش لاہور اور علامہ شیخ عبدالحی ہرادی کی صحبت میں رہ کر مدت آل رسول کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا۔ علامہ ہرادی کی مجلسوں میں شرکت کرے کے بعد اس سے قرآنی نکات اور دیگر مذہبی امور پر بحث و مباحثہ کرتے تھے۔ اس زمانے میں اقبال کی عمر پچیس یا تیس سال کی ہوگی جب انہوں نے عالم جوانی میں جناب علی مرتضیٰ کی بارگاہ اقدس میں ایک مکرر آراظم (مناجات) بعنوان ”پاس جناب میر“ کہی تھی۔ ان کا معمول تھا کہ ہر روز اس مناجات کو تار بخیر کے بعد صبحی پڑھ کر بطور وحید شروع و ختم شروع کے ساتھ اور وہاں کرتے تھے۔ نظم کے آغاز سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال کو شادمانی اور نفس رسول میں ایسے جلال و کمالات نظر آتے تھے جو بعد رسول نور کسی میں نہیں تھے۔ اسی لئے وہ ملیا کو اولین و آخرین انسان کامل اور اسلامی ہیرو سمجھتے تھے۔ جنوں اقبال یہ سچ کی ہی معرفت تھی کہ جس سے اسہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو پیچھا تھا۔ بہر حال مخزن کا ذکر وہ شمارہ نادر و نایاب ہے اور میر سے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ دلیل میں یہ مناجات سن دین و درج کی جاتی ہے ۔

## سپاس جناب امیر

”ذیل کی نظم درج کر کے آج ہم ان احباب کے تقاضوں سے سجدوش  
ہوتے ہیں جو پروفیسر اقبال صاحب کے قاری کلام کے لئے اکثر دفعہ  
بے حد اشتیاق ظاہر کیا کرتے ہیں۔ قاری نظمیں عموماً غزلوں میں درج نہیں  
ہوئیں۔ تاہم احباب کے اصرار سے ہم اسے جدید نظر سے کرتے  
ہیں۔ یہی نظم اہلکھار مقبوضہ شیخ صاحب صبح کے وقت پڑھا کرتے ہیں۔“

اے اہم ثنائے تو زبانہ اے ہفت کاروانا جانہا  
اے باب عین محبت اے نوح سہلہ محبت  
اے اہی نقش پائل من اے قلعہ خیر دل من  
اے سر چو دجوب و اماں تعمیر تو سورہائے قرآن  
اے مذہب عشق را نگارے اے بیو تو امن دانے  
اے سر نبوت محمدؐ اے وصف تو حدیث محمدؐ  
گردوں کہ بہ رقت ایستادہ است اے ہام بیدہ تو قرار است  
ہر ذرا در کہہ چہ حضور در جوش ترانہ انا القور  
ہے تو نواں باد رسدہ ہے نہ نواں بحر رسدہ  
خروس ز تو چمن در آغوش از شاپ تو حیرت آئینہ ہوش  
جانم طلائع تو خوشتر سر بزدہ ام زہیب قصر  
ہشیارم و ست باد تو چمن سایہ ربا لادہ تو  
از جوش شدم مگر بہوش کوئی کہ نصیری طوفم  
دام کہ ادب بہ خط باد است در پردہ خاموشی یار است  
اے چہ کلم سے قولا کہ است ہواں کہ زینا

و امیر عاقبت مدح

جن نظم اہل تو فریدم

# سپاسِ جنابِ امیر

اہلِ علم میں کہ جسے تاجِ ہر فنِ اعلا کے تھمہ کو سکھائی ہوئے ہیں جو وہ فیضِ اقبالِ امیر  
 کے فارسی کلام کے سے اکثر و نہ کہ شہینِ جاہر کا لڑیا سی نہیں مگر غزل میں سوج نہیں  
 ہم اجاگے ہزاروں ہم سے پیش نظر کر تو ہیں یہی تعلیم و حجابِ عفتِ تنہا صحیح کو تہ پڑا کر دینا  
 آئے مومنائے تو زبا نہا آئے بر صفتِ کامدان جا نہا  
 آئے بے دریتِ محبت آئے فرحِ سفیدِ محبت  
 آئے اچھی نقشِ بھیل من آئے فوجِ خمیرِ دل من  
 آئے تر خطِ وجوب و اسکاں آئے تفسیرِ توراے قرآن  
 آئے مذہبِ عشقِ راتنا سے آئے سیدِ تو امینِ راز سے  
 آئے سترِ بونیتِ محبت آئے وصفِ تو رحمتِ محبت  
 گردن کر رفت لبستاد است آئے باہم بندِ تو فتاد است  
 ہر ذقہ در گہمت چہ منقہ در بخششِ تراء آنا الطور  
 بے تو نتواں بدو رسیدن ہے او نتواں بتو رسیدن  
 فرد کس ز تو چمن در آغوش از شان تو میرت آفتد پر کش  
 جانم بھلائی تو خوشتر سر بزدہ ام در حجبِ قنیر  
 ہشیارم دستِ بادہ نو چوں سایہ ز پافتادہ تو  
 نہ ہوشش شدم مگر بھوشم گوئی کہ نصیرِ می خوشم  
 داغم کہ ادب پر ضبطِ راز است در پردہ خاشی نیاز است  
 تا چہ کہ سے توفا تند است بروں قد زمینا

ز انلیثہ عاقبت دیدم

جنسین غم آیل تو خدیم

درد پر شد و در جسمم زد	فکرم چون بخت تو خدیم زد
دامن جو گرد باد چیدم	دردشیت طلب سے دیدم
صد لار تیرم دیدم	در آید حسرت با غلبه دیدم
ترسندہ دامن غبارم	آفتادہ گل بروئے کارم
بردوش خیال بستہ محل	پویاں بے خضر سوسے نزل
چوں صبح بباد چیدہ داسے	جواسے سے دشکتہ جائے
آوارہ جو گرد باد محسرا	پیچیدہ بخود چو موج دیدا
در آید شکستہ دامن	وا اندہ ز در در نارسیدن
از کار گرہ کشود ناگاہ	عشقی تو دلم رنجد ناگاہ
بخت عقل را محرم سافت	آگاہ ز ہستی و عدم سافت
از لذت سرخشن خبہ کرد	چوں برق بجز منم گذر کرد
جاسے نہ سے تحقیقستم داد	بر باد مستراح ہستم داد
چوں عکس ز خود جدا افتادم	سرست شدم ز پافتادم
چوں اشک ز پیشم خود چکیدم	پیرا بن ماؤ من دیدم
ناں راز کہ بادلم سپردی	خاکم بفسر از عرش بردی
خوفان جمال زشتیم شد	وہل بکنار کشتیم شد
پردائے طامعے غلام	جز عشق مکایتے نہ ارم

از صلوٰۃ علم بے نیازم

سمنم گریم تیرم گدازم

ز قباک

گرم چہ بہ جنتو قدم رد در دہ شد و در حرم زد  
 در دشت طلب ہے ندیم دامن چکر ہاد چہم  
 در آہن خار ہا خلدہ صدکار چہ قدم رسیدہ  
 انارہ کرد ہونے کارم شرمندہ دانے غبارم  
 پہاں ہے خطر سونے منزل برداش خیال بست گل  
 فراہنے ے و شکست ہاسے چوں صبح ہاد چہدہ داسے  
 چہیدہ خود چہ صبح در ہا آراں چہ گرد ہاد صرا  
 دا نامہ ر درد نرسیدان در آہن شکست دامن  
 عشق تو ہلم رجو ناگاہ در کار گر کشور ناگاہ  
 ناگاہ زہستی و عدم ساخت بکاتہ حملہ را حرم ساخت  
 چوں برق بحر منم گذر کرد از لذت سوختن خبر کرد  
 برباد ستارہ مستقیم وہد جاے رنے ہیقیم داد  
 سرست شدم رہانام چوں نکس ز خود جدا نام  
 ہزارہن ناؤکا حدیم چوں اشک رچشم خود چکیم  
 خاتم ہرور عرش ہوی زہں راز کہ ہالم سیردی  
 راصل بکار کشیم شد طوفان حملہ رہیم شد  
 نحو عشق کاچہ نامہ پروانے طالع نامہ  
 زہلوی ہم ہے ہلارم  
 سوم گرم جم گلام

**ترجمہ** "اے دولت۔ جس کی تحریف میں مخلوق کی رہنمائی معروف ہیں اور اے  
 وہ ذات پروردگار اور جانوں کے قائل کا مصنف یعنی سرور اور رادہ کھانے والا ہے۔ اے شہر محبت  
 کے دروازے اور اے رادہ خدا میں محبت کی کشش کے نوع یعنی خدا۔ اے میرے باطل کے کشش  
 مٹانے والے اے میرے دل کے خبر کے فتح کرنے والے اے خالق مخلوق کی درمائی حد کے

رازِ سہارے قرآن مجید کے نور سے آپ ہی کی تفسیر میں اے عشقِ الہی کے ذہب کے لئے ناز ہے  
 اور اے وہ ذات جس کا سید راز خداوندی کا لہانت دہر ہے۔ اے موت حضرت محمدؐ کے اصلی پیچھے  
 ہوئے راز۔ اے وہ ذات جس کی تعریف حقیقت میں خود رسولؐ کی مدح ہے۔ یہ آستانِ جہانِ بندگی پر  
 قائم ہے۔ آپ کی بندگی اور عظمت کے سامنے جھکا ہوا ہے۔ آپ کی بارگاہ کا ہر ذرہ انتہائی منور  
 ہوئے کی بنا پر سرخوش و مسرت میں مسوئے علاج کی طرح اناطھور کا سرو لگا ہوا ہے۔ البتہ آپ کے خدا  
 تک کوئی بھی پہنچ سکتا۔ اور البتہ خدا کے آپ تک رسائی تک ہو سکتی۔ جسٹہ آپ کے وجود کی وجہ سے  
 ایک جنم لئے ہوئے ہے۔ اور آپ کی شان کے سامنے خیرت و عجب تہذیب کی طرح کا لباس پہنے  
 ہوئے ہے۔ میری جان آپ کی نظای پر خوش ہے اور میں آپ کے ظلمِ قہر کے گرہاں سے سر  
 نکالے ہوئے ہوں۔ اسی عطا کی رشتے میں بدعا ہوا ہوں۔ میں آپ کی شرابِ محبت میں یہ  
 ہوش ہوں اور آپ کے عیوں کے پچاس طرح جیسے قدموں کے نیچے آؤں گا سایہ۔ میں ہوش میں  
 نہیں رہا۔ مگر بھر ہوش میں ہوں۔ اگر تم کہہ کہ میں صبری نہیں کیا ہوں تو یہ سن کر چپ ہوں۔ میں جانتا  
 ہوں کہ ادب کا نظام بھی ہے کہ راز چھپا رہے اور حاسوشی کے پردہ میں اظہارِ محبت ہو۔ لیکن کیا  
 کروں کہ تو لا کی شرابِ تیز ہے اور جام (بھی میرے دل) سے اُبل پڑتی ہے۔ اب میں قیامت کے  
 حوالے سے اور راز سے آراہ ہو گیا ہوں۔ کہ میں نے آلِ رسولؐ کے غم کی جس (جس غمِ حسینؑ) کو خرید لیا  
 ہے۔ میری فکر سے عکاسِ مشفق کے لئے جنت کے میدان میں قدم رکھا۔ چنانچہ کئی وجوہ حصولِ مقصد  
 کے لئے دیر میں پہنچا اور کئی در کب کو کھٹکایا۔ میں نے جنت کے جنگل میں بڑی تک و دو کی اور گولے  
 کی طرح بیاباں کو چھان مارا۔ میرے پاؤں کے پھلوں میں کاٹے چھو گئے اور خون نے رگوں  
 سے جاری ہو کر زمین پر گرنے لگا۔ جیسے سرخِ عثمان بر قدم پر اُٹنے شراب کے۔ اوجود اس جدوجہد کے  
 میرا مقصد حاصل نہ ہو سکا اور میں سوائے ناکالی کی ندامت کے کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔ میری  
 حالتوں میں گروہی ہوئی ہے اور میں اپنے غبارِ عیساں کے دامن سے شرمندہ ہوں۔ میں اس تلاش  
 اور جستجو میں منزل تک نہ پہنچنے کے غم سے غفلتِ حال تھا کہ میری عقدہ کشائی کر دی۔ اور جو گروہی ہوئی  
 تھی کھول دی۔ آپ کے عشق نے مجھے ناک اور جاکے راز سے واقف کر دیا۔ اور میری محض و فکر کو  
 حقیقت سے آشنا کر دیا۔ آپ کی محبت نے میری ہستی کو ہمارا اڑا دیا۔ میں اس شرابِ عشق میں مایا  
 و عواس ہو گیا جس طرح ہرج کا نکس ہاس سے انگ ہوتا ہے۔ میں حقیقت کو کچھ گیا اور میری برائی اور  
 بد صورتی میں درجائی کا ایک طوفان مین گئی۔ اس عشق کے لہانے کے سوا اور میرے پاس کچھ نہیں۔  
 میں اس عشق میں کسی کی مذمت و ملامت کی کوئی پروا نہیں کرتا۔



میں اصل معرفت کی وجہ سے محبت کی حقیقی آگ میں جل رہا ہوں۔ آنسوؤں بہا رہا ہوں، تڑپ رہا ہوں اور کھیل رہا ہوں۔

### ”سزا اسماعیل علیہ السلام“

علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کی بنیاد حضرت علی کی حدیث پر ہے۔ یہی حدیث میں نے اپنے فلسفہ کو بچھا دیا ہے۔ خدا کو بچھا دیا۔ اقبال کے روحانی سرشار سوانحی و لمبرہ کی شاعری کا محور بھی یہی حدیث ہے۔ وہی علیؑ کو علم محمدی کا خزانہ، فلسفہ نبویؐ کا برائی نور، ”نظارہ برائی و برائی“ تسلیم کرتے تھے۔ وہ جمہور (مردم دور) سے باہر ہو چکے تھے۔ اس لئے انہیں علیؑ کے سے انسان کامل، شیر خدا کی تلاش تھی۔ اقبال سے روٹی کی تقلید میں ”اسرار خودی“ کی ابتداء میں ہی لئے یہ شعر لایاں بلکہ پر غل کیا ہے۔

دیں ہر ان نسبت عناصر دلم گرفت

شیر خدا و دلم و دھم و دھم آرزوست

اقبال قرآنی آیت اولیٰ الامر (پختہ کارے) کی خودی پر دروہہ دیتے ہیں۔ وہ بھی خودی کی طرح جمہور سے جدا تھے۔ کہتے ہیں۔

گریز از طرز جمہوری نظام پختہ کارے شو

کہ از طرز دودھ و دھم و دھم انسانی نمی آید

علامہ نے خودی کی تکمیل کے لئے فلسفہ عشق پر دروہہ دیا ہے۔ انہوں نے اسی عشق کی بدولت اپنے افکار میں نئی طرح ڈال کر محبت و طوالت کے جذبے سے کام لیا ہے۔ ان کے قول کے مطابق یہی عشق محمدؐ اصل محمدؐ کی معرفت کا سرچشمہ ہے۔ اقبال کو اسوۂ حسنہ محمدیؐ میں ملی کا کھس نظر آتا ہے۔ اور اسی لئے علیؑ کو نائب حق (خلیفہ الہی) تسلیم کرتے ہیں۔

نایب الہی کے بلند ترین درجے پر فائز ہونے کے لئے علامہ نے اطاعت، ملاوٹ، طاعت، طاعت، طاعت کے سرطوں سے گزارا ضروری قرار دیا ہے۔ یعنی وہی انسان نائب حق بن سکتا ہے جس میں علم، جہاد اور عشق تینوں خوبیاں موجود ہوں۔ کہتے ہیں۔

نائب حق بچہ جان عالم است ہستی ہو غل ام اعظم است

ہر دودھ و دھم و دھم و دھم آگاہ ہو

وہ جہاں کام ہمارے ہے

اقبال بخوبی رسولؐ کی اس حدیث سے واقف تھے کہ ”اگر میری امت میری اہلبیت سے

محبوب و مکی توقیاست یک گروہ نہیں ہوگی "اس حدیث کے مدبر اثر اقبال نے آل رسول کی تعلیمات کو اجاگر کرنا اپنا نصب العین بنایا تھا۔ انہوں نے نائب حق یعنی خلیفہ اعلیٰ حضرت علیؑ کے بعد اعلیٰ اثبات میں ایسی شاہکار نظم بھی جو تولیت کا تاج پہنے ہوئی ہے۔ اس سرور خودی میں اس کا عنوان "در شرح امر اسلام علی مرتضیٰ" ہے۔ بدیل میں پوری نظم ترجمہ کے ساتھ روح کی جاتی ہے۔

مسلم اول	ہے مرداں علی	عشق دا سراپا	ایمان علی
از دلائل	دوران زلف	ام	درجاں شش گہر تابندہ
زکرم	دا رفقہ	نکارہ	ام
زحرم	در جوشد	خاک من	اوردست
خاکم	د از ہر	و آئینہ	ام
از رخ	و قال	ظہیر	گرفت
قوس	دین	میں	فرسودہ
فرسل	حق	کرد	باض
برک	دائے	روز	زکیمت
خاک	جاری	کے	نام
لغز	گردوں	ری	زمین
از	ہاں	چچ	و
شیر	حق	ایں	خاک
مرتضیٰ	کرتا	و	حق
مرد	کشور	گیر	از
برک	و	آفاق	گرد
برک	ری	و	مرکب
دیر	پاش	ایضا	فکد
از	خود	آگاہی	یہ
ذات	و	روانہ	شعر
سکریں	بہ	شدن	برخاک
خاک	مشتن	مذہب	پہواری

سنگ شامه همچو گل جزک بدن      ۲ شوی بنیاد دیوار چمن  
 از گل خود آدمی قنبر کن      آدمی را عالمی قنبر کن  
 مگر با سازی نه دیوار و نه      خشت نه خاک تو بند و گداز  
 اسی رجوع چرخ و بنابرنگ      جام تو فریدی بیدار سنگ  
 ناله و فریاد و ماتم تا کجا      چه کنی بستانیم تا کجا  
 در عمل پاشیده مضمون حیات      لذت گفتنی جانور حیات  
 خیر و مطلق جهان نادر شو      شطه در بر کن طلیل آواز شو  
 با جهان تا مسامحه ماضی      هست در میدان پر ایمان  
 مرد خود اسی که باشد پخته کار      با حراج دوباره دور کار  
 مگر سازد با حراج نه جهان      می شود جنگ آرا با آسمان  
 بر کند بنیاد موجودات را      می دم ترکیب نو درات را  
 گردش ایام را برهم راند      چرخ نخلی قام را برهم راند  
 می کند در قوت خود آشکار      دور کار تو که باشد سازگار  
 در جیای غول اگر مردانه زیست      بجز مردان جان پیران زندگیست  
 آردید صاحب قلب سلیم      دور خود را در صباهات عظیم  
 عشق با دشوار دریدن خوش است      چون طلیح از شطرنج پیدن خوش است  
 ممکنات قوت مردان کار      گردد در مشکل پندگی آشکار  
 حبه دوں بستان گین است و بس      زندگی را ایی یک آئین است و بس  
 زندگانی قوت پیداست      اصل او نه ذوق استیلاست  
 جلو بے جا سردی خون حیات      سکون در بیت موردن حیات  
 هر که در قبر ذلت آمده است      باتوانی را قامت خمیده است  
 باتوانی زندگی را ریزن است      بخش بر خوف و دروغ ایمان است  
 از مقام احمقوں و نچی است      شیرش نه ببر دام فریبا است  
 بهیاد اسی صاحب عقل سلیم      در کیمیا می تخمید این قیم  
 مگر غرضندی فریب نه نور      حل حباب بر زمان رنگش در  
 شکل او اهل نظر نتا صحر      پدید با بروئے او انداخته

گاہ کہ را رم و زنی ہند وار      گاہ ی ہندہ مدلع اکسار  
 گاہ کہ مستور ہد بھوری است      گاہ پنہاں صبح مٹھوکی است  
 چہرہ در قفل تن آسالی شود      دل دوسج صاحب قوت رہور  
 ہاتھائی صداقت قوام است      گر خود آگاہی ہمیں ہام جم است  
 زندگی کشت است واصل قوت است      شرح رحمن و باطل قوت است  
 ندی گرماہ دار از قوت است      دعویٰ کہ ہے نیاز از جہت است  
 باطل از قوت پنہد شان حق      غریبی ما حق دائرہ از بطلان حق  
 ہر کسی کہ زہر کڑی شود      خیر ما گویہ شرے شری شود  
 اسے ر آداب لہات ہے خیر      از وہ عالم خویش ما بھر شر  
 از رموز زندگی آگاہ شو      عالم و باطل نہ غیر اللہ شو  
 چشم دکوش دلب کشتاے ہوشمند  
 مگر نہ نجی ملہ حق ہمیں صند

### ترجمہ:

”علیٰ مسلم اولیٰ ہیں۔ شہ سردہاں ہیں۔ عشق و سستی کی دنیا میں سرمایہ  
 ایمان ہیں۔ ان کی اولاد کی محبت میں میں رہتا ہوں اور کل گھر تاجدار  
 ہوں۔ میں رگس شہلا کی طرح جن میں وارفتہ نگارہ ہوں۔ اور خیابان  
 علی مرتضیٰ میں کل پو آوارہ ہوں۔ اگر موسم بھری خاک سے اُٹھتا ہے تو  
 صرف انہی کی وجہ سے۔ اور اگر تاک حیات سے میرے لئے پہنچتی ہے تو  
 صرف انہی کی گرامی مرتبت کے فضل سے۔ میں خاک ہوں لیکن ہر منور  
 مرتضوی کی خاک کروں سے مثال آئینہ روشن ہوں اور میرے دل میں  
 جیوا ہے انہی کے دم قدم سے ہے۔ انہی کے پیرے (کے اتار چھاؤ)  
 سے طبرخدا اقل نکالتے تھے اور ملت سلسلہ انہی صاحب غلو کے صدفے  
 میں مٹھتا اور ستار ہے۔ دین ہمیں کی قوت ان کا فرمان ہے اور کائنات کی  
 آئینہ پوری ان کے دم قدم سے ہے۔ نرمل حق نے انہیں ”ابو تراب“

کے قلب سے نواز اور حق نے اہم الکتاب میں انہیں "چراغ" کے نام سے یاد کیا۔ ہر وہ شخص جو دوزخ زدگی سے آگاہ ہے اسے مظلوم ہے کہ اس نے علی کا راز سربستہ کیا ہے۔ خاک تاریک جس کا نام تن ہے۔ جہل جس کے عباد سے لوح کماں ہے۔ اسی تن کی آکاشوں کی وجہ سے گھر گروں میں زمیں بچا ہے۔ اور اسی تن کی آلودگیوں کے باعث انسانی آنکھ کو راس انسانی گوشہ فاشوا ہیں۔ اسی ہوس کی دوہری گوار سے دل کے ریزوں نے دل کے ہر دلی کو ہلاک کیا ہے۔ شیر حق حق سرخس نے اس خاک کو تعمیر کیا۔ اور اس تاریک مٹی کو اکسیر طایہ۔ سرخس کی چٹا کی بدولت حق روشن ہے۔ نہ مین کی فتح کے مقابلے میں تن کی فتح زیادہ برتر اور بخیر ہے۔ بشور گیر اور صاحب اھیم مائیں آدم کراری کے در سے ہوتا ہے اور اس موتی کی آب اس کی اپنی خودی اور خودداری میں محسوس ہے۔ ہر وہ شخص جو ابو تراب کی منزل پر ہے آفتاب کو مغرب سے پلانے کے قابل ہے۔ جس نے تن کے مرکب پر زمین کی اور اس پر سوار ہوا۔ دراصل خاتم دولت پر عہد کی طرح بند گیا۔ یہاں اسی (عارف تن) کے پاؤں کے نیچے شکوہ خیر ہے۔ اور وہاں (آخرت میں) اس کے ہاتھوں میں تنسیم دکوڑ ہے۔ یعنی وہ تنسیم دکوڑ کا تنسیم کرنے والا ہے۔ جس نے خود کو بچا ہوا۔ پالشی کی اور جس نے پالشی کی اس نے شہنشاہی کی۔ مٹی کی ذات دروازہ شہر مظلوم ہے۔

انہی کے فرمان کے لیے مجاز و چین و دروم یعنی تمام عالم ہے۔ اسی خاک یعنی تن پر سکرانی لازم ہے۔ تاکہ تاکہ خریٹ سے سنے روشن پی سکے۔ پروانے کا مذہب ہی خاکستر ہو جاتا ہے اور خاکستری ہی میں اس کی مراد لگی ہے۔ اسے مٹی کی کز ورتن (انسان) مضبوطی میں سنگ بن جا۔ تاکہ تیری دیوار

جس مضبوط و محکم بن سکے۔ اپنی مٹی سے یا آدم قبیر کر اور نئے آدم سے نیا عالم بنا۔ اگر تم نے اپنے روح مردہ کی بنا۔ اپنی توہمیری خاک سے اوروں کے احوالوں کی انہیں ٹٹائی جائیں گی۔ اسے تو دہر جو خاک سے نکلے ہے اور تیر جام اس بیدار سنگ سے فریادی ہے۔ تاج کے نالہ فریاد کر رہے گا اور کہاں تک مسلسل سینہ کو پی کر رہے گا۔ گل میں مضمون حیات پوشیدہ ہے اور اسی میں قانون حیات کی تخلیق کی گئی ہے۔ انھ اور جہاں مائے تارہ کا عطا یں جا اور غلیل مصر کی طرح شعلہ در بر ہو جا۔ جہاں ناساہد پر راسی ہو جا میداں جنگ میں ذحال رکھ دینے کے مترادف ہے۔ مراد خود در اور ہلکتے کا روہ ہے جس کے حراج سے درد گارم تنگی پاتا ہے۔ اور اگر اس سے حراج جہاں ہم آجنگ بنیں جو پاتا تو وہ آستان (حلقہ درد گار) سے خود آزار ہو جاتا ہے۔ وہ موجودات کی نئی بنیاد رکھتا ہے اور ذات کوئی ترکیب بھٹکا ہے۔ وہ گردش الیم کو دریم و دریم کر دیتا ہے اور چرخ میں عام کو است چٹ کر رکھ دیتا ہے۔ وہ اپنی دانی قوت سے آشکار ہوتا ہے اور درد گار کو اپنا سازگار بنالیتا ہے۔ اگر کوئی مردوں کی طرح مٹی نہیں سلکتا، تو کم از کم مردوں کی طرح جاں دینا سکھے۔ اسے صاحب قلب سلیم اس وقت کو تار مارا اپنے درد کو مہمات عظیم سے برسر بیکار کر۔ عشق کی دشوار یوں میں ذالفا ہی زندگی ہے اور غلیل اللہ کی طرح عشق کی راہ میں فعلہ مکن چھٹا مین حیات ہے۔ مردان کا راہی قوت کی ممکنات کا اندازہ اسے کو پریشانی میں ذال کر کرتے ہیں۔

کمزوری دوسرے ہمتوں کا حربہ ہے اور حقیقی زندگی کے لئے یہی آئین شافی دکاتی ہے۔ زندگی میں قوت و قوت استیلا سے ہے۔ خر بے جا سردی خوں ہے اور اس کی حیثیت بہت سوز و دلنا حیات میں سکھ کی سی ہے۔ ہر وہ شخص جو قعر ملت میں رہتا ہے کمزوری کو قوت کا سختی پڑھا تا ہے۔ کمزوری زندگی کے لئے رہبرن ہے اور اس کے ملن سے خوف و درویش پیدا کرتے ہیں۔ مکارم سے اس کا اندرونی جی دامن ہوتا ہے اور اس کے شیر سے ذالم فرہ ہوتے ہیں۔ اسے صاحب قلب سلیم ابوشیار ہو جا۔ کیونکہ کہیں گاہ میں فہم جیٹا ہوا ہے۔ اگر تو فرم دے تو اس کے فریب میں مت آ۔ اور اگر گنت کی طرح بردقت رنگ مت بدل۔ اس کی شکل کو دیکھنے والے لکھن پچان پاتے اور اس کے رخ پر طرے پردے ڈال دیتے ہیں۔ گاہ اس کی رحم دہری سے پردہ داری کرتے ہیں۔ کبھی اسے انکار کا لباس دیتے ہیں۔ گاہ اس کو مجبوری میں چپاتے ہیں۔ گاہ اسے صف دہری میں پناہ دیتے ہیں۔ پھر اسان میں غار (رشن) ہوتا بدل صاحب قوت کی طرح کھینچتا ہے۔ طاقت اور سہاکی توام ہیں۔ اور تو اگر اپنے کو پچان لے تو جام جمہ والی بات ہے۔ زندگی کشت ہے اور اس کا حاصل قوت ہے۔ مرحق و باطل کی شرح قوت ہے۔ اگر رجائی کرے والا قوت والا ہے تو اس کا رجائی ہر

محبت سے بے ہار ہے۔ باطل کمزوری اور بظلم خویش سے قوت پاتا ہے۔ اسی جبر سے کثیر بریں جاتا ہے۔ اسے وہ جبر است سے بے جبر ہے اور عالم کو اپنے سے کمتر شمار کر دہنگی کے رسوم سے آگاہ ہو۔ اور اللہ سے دور عالم و جاہل نہ بن۔ اسے ہوشمند اپنے چشم و گوش و لب و کھنکھ اور ہجر بھی تو اگر حق کو نہ پہچان پائے تو مجھ پر لمبوی اللہ رانی کر سکتا ہے۔

دلیل میں علامہ اقبال کے حرف وہ حشرق اشعار درج کئے جاتے ہیں جو انہوں نے علی مرتضیٰ کے کردار کے زیر اثر نظم کئے اور جن سے ملتج اسلام میں بیداری اور سر فروشی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

دفعہ حیدر کہ خیر گیر بود	قوت لا از ہمیں شیر بود
اسے پری ہا جبر امر کاف تو	ذوالقدر حیدر از اسلاف تو
فرز حیدر نوائے بود است	گرچہ از خلق پال و قہر است
جنود در تاریکی الام کن	آنچہ بر تو کمال آمد عام کن
بس خدا برا شریعت فتح کرد	بر رسول مہر سالت فتح کرد
لانی بحدی ز احسان خاست	پردہ ناسوس دین مصطفیٰ است

مشرق و باطن جبریں خیر مٹاد	مشرق در اقدام مہ خاکے ہار
دعوت حق سمج احمد بود	قہر یزداں ضربت کزل بود
دل اگر بندہ پہ حق، ظہیری است	دل حق بیگناہ مگرد کاری
علم را بے سوز دل غلانی شراست	نور لا تاریکی مگر و براست
علم بے عشق است از خانوہیں	علم با عشق است از لاجوہیں
کہ ما جنک لا دہد کن	
بطلب . را حیدر کردہ کن	

بود ام در حضرت مولائے کل	آنگہ بے لوطے غی گردد نسل
داخلی انرکماں عادت مری	در ہا خیر شد از بے حیدری

بندہ حق بے نیاز از ہر مقام	نے نظام لا مانہ اؤکس را نظام
بندہ حق مرد آزاد است و بس	ظلم و انجمن خدا داد و بس

رم و راه و دین و اخلاص زین زشت و خوب و طح و زینش زین  
 دین حق و عین سود و بر درکاشی خود و ببرد بر  
 عادل اعد صلح و ہم اعد مصاف مسل و صلش لایسوا عی لایحاف  
 زہم گردوں آمری اور قاہری است آمری از ماسوا نہ کارگری است  
 بہ تر از گردوں مقام آدم است

ہل تہذب ازہم آدم است

عیاں عشق و مستی بے نواری جلال عشق و مستی بے یازی  
 کمال عشق و مستی عرف حیدر ذہال عشق و مستی عرف ماری

چہ لہوا بوجہ پا کدے سرورش از شراب خانہ سازے  
 قوی باز دے نہ ماتم حیدر دل او از دوستی بے نیازے

ایہ کائنات سخت کوش و محنت کوش کہ در تخیل ما حیدری رگداری است  
 ی شایستی معنی گزار چو سہ؟ اہی مقامے از مقامات علی است  
 ز کزاری فیضی و شہد در جہاں دیگر حکم و فراموش  
 مرد مہیاں زہد از اللہ محسوس زہم پائے از جہاں چار سوس

گمانے ز خاک میں بہ انگیز تم جہم بون لالہ آمیز  
 اگر شاہاں تم بچ علی ما لافے نہ چہ ششیر علی ملا

عز کار غریق ما سہمیں است ہر حرف لالہ چہمیں است  
 عز غیر گیر بان شیر ہر فزاک از سلطان و میر  
 عز ذوق و شوق و تسلیم و رضا ما ایم اہی مطاع حلق است  
 حکمت دہی و توازی ہائے عز قوت و دہی بے یازی ہائے عز  
 عز موکن چہد؟ تفسیر حیات بندہ از تاثیر از ملامت  
 عز چوں عریاں شود زہم بہر از سہم بہر بلرزہ ما و میر



## قرعوں کی حدود جن

### قرعوں کی تعمیر حسین

مرد حق میں لڑتے خود را نہ دے      لا اللہ فی کف و درخوں کی تہ  
بہر نئے کرای کا لکیری سود مند اند      یاد دہانے حد و عوراک داریں

### آدمیت احرام آدمی

### بائے حر از مقام آدمی

دعوتیم میں دے لیا جب یہ      گر آتاپ سے عاروں گہرا ہم  
باوٹن کاست و از خود گذشت      دل پر رحم دلا دلا حد گذشت  
مسلم بھی چاہیں گذشت      محبت نہ ہونے کو لڑی عداوت  
گئے باق و آہد گئے باق و آہد      زمانے حدی کردہ زمانے خیری کردہ  
چش نہ آہیں نہ غیر است      ضربت پر از مقام حدی است  
عم حق باہر جہاں پاری نہ کرد      نالے نہ جو عہد کاری نہ کرد  
ناتاہے جوت از خیر رسید      راضی ہونے ملطالی نہ دے  
دین نہ آئیں نہ سوداگری است

### مٹری اہل اس حدی است

قاش گویم دے زانے دلا مقام      باج نا آ دے دوس دان حرام  
با دلی امارے کہ منکم شان دوست      آپ حق محبت و بہان دوست  
گرچہ ہر مرگ است ہر مرگ ہر      مرگ پر مرتضیٰ چہ ہے ہر

ہزار خیر دہد گند اورد است اعلا      نہ ہر کہ نان ہویم خود حدی دانہ

اسے کہ تمام خدا باپ دیار علم نہ      لئے ہدی و حکمت والیاں کردہ

آیت قرآن ہے: "وَلَا فِي أَمِّ الْكَذِبِ لَدَيْنَا لَعْنٌ حَكِيمٌ"

(ترجمہ: بے شک ہمارے نزدیک ام الکتاب میں ہی حکیم ہے)

## اشعار اردو

دارا و سکندر سے وہ مرد نصیر ہوئی      تو جس کی نصیری میں ہوئے اسد الہی  
 بڑے کے خیر سے ہے یہ سر کر دینا وطن      اس زمانے میں کوئی حیدر کر رہی ہے  
 پاگل کی روہی کا عشق الہی      ا حیلے افراگی کا حیلے ترکانہ  
 امارت کیا ٹکڑہ خسروی بھی ہو گیا ماحل

نذر حیدر کی تھم میں نہ استغنائے سلطان

تری خاک میں ہے اگر شربت خیال ٹھہر دلا نہ کر

کہ جہاں میں بان شیر ہے عداوت حیدر کی

نہ سبزہ گاہ جہاں تری نہ حریف بخت فتنے سے

وہی طہرت اسد الہی وہی مرجی وہی معزی

مرے لئے ہے فتنہ زور حیدر کی کالی

تیرے نصیب ملاطوں کی معزی اور اک

خدا نے اس کو دیا ہے ٹکڑہ سلطان

کہ جس کے قہر میں ہے حیدر کی وکڑائی

ہے جماعت زمانہ ہر عشق ہے روہی

ہاؤسے قوی جس کا وہ عشق الہی

نہف ہر امدید ہے مدد ہے مراکبہ

مجھے مہر و رکھ میں سب سپہائے محبت ہوں

خیر نہ کر سکی مجھے جلاؤ دلاں فرنگ

مر رہے آکھ کا مری خاک مدید و نہف

جہاں سے جتنی تھی اقبال روح نصیر کی

مجھے بھی ملتی ہے روہی وہی ٹہرے سے

ہمیشہ وہ رہاں ہے عشق کا ہم اقبال      کہ پیاس روح کی بجھتی ہے اس گلینے سے

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق ابھرتا

وہوڑا پھر ہے غل واپس حیدر مجھے

یہ ہے اقبال فیض یار نام مرتضیٰ جس میں  
 شہ نگر میں خلوت سرائے لا مکان تک ہے  
 کرم کرم کہ فریب لفظ ہے اقبال  
 ربہ در لبخ ہے لہام ہے حیرا  
 فیض اقبال ہے اسی دور کا بھڑا شہ لائی ہوں میں  
 سینہ پاک ملن جن کا امانت دار تھا اسے بڑی جاہل و مافک ہے ان سارے  
 حیرے نصیب کا آخر چمک گیا اختر  
 ملن کے سینے میں جو رہا تھا کھلا تھا یہ

### مہریم از یک نسبت حبیبی علیہ

#### از سہ نسبت حضرت زہرا علیہا

حضرت فاطمہ الزہراؑ، خیر آخر و اولین و سیدہ المرسلین اور جناب خدیجہ الکبریٰ کی اکلوتی  
 بیٹی، شیر خدا علی مرتضیٰ کی رقیقہ حیات اور تمام حسن و امام حسینؑ، جناب زینبؑ و ام کلثومؑ کی مادر گرامی  
 اور نواسوں کی جدہ تھیں۔

جناب سیدہ النساء کا سارا بچہ فقرو فاقہ اور غمی و مصائب میں گذرا۔ اسود عاند داری میں  
 جناب سیدہ اپنی ہی تعمیر آپ تھیں۔ بے بھری تک آپ کے پاس کوئی کثیر تھی اس لئے مگر کا سارا کام  
 خود کرتی تھیں۔ ہماز و روتی تھیں، اپنی بھرتی تھیں، بیگی بستی باہر چھانسیں اور دولی نکالتی تھیں۔ جب  
 بھلی پیٹے پیٹتے ہاتھوں سے خون چنے لگا تو رسولؐ نے ایک کثیر لفظ حنا سے کی اور لڑایا کہ فاطمہؑ ہاری  
 ہاری کام کرتا۔ یعنی جس دن تم کام کر دو گی تو اس دن غصہ سے کام نہ لینا۔ ایک دن سرور عالم فاقہ و ہرا  
 میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ سیدہ النساءؑ گود میں بچے کو لئے بھگی ہیں رہی ہیں۔ لڑایا کہ بیٹی! ایک  
 کام غصہ سے حوائے کر دو۔ عرض کی ابا جان! آنا غصہ کی ہاری کا دن نہیں ہے (مناقب ص ۱۳)

سیدہ النساءؑ کے بارے میں محدثین کا بیان ہے کہ خداوند عالم جناب سیدہ کو اپنی کثیر خاص جانا  
 تھا۔ اور ان کی بے حد عزت کرتا تھا۔ قرآن مجید ان کی عصمت و طہارت کی گواہی دیتا ہے۔ جب بھگی پہنے  
 میں مصروف رہتی تھیں تو تلاوت قرآن کرتی تھیں۔ فرشتے ان کے بچوں کی گواہ و ضمانتی کرتے تھے۔  
 خیر اسلام جناب فاطمہؑ سے انتہائی محبت رکھتے اور کمال عزت بھی کرتے تھے۔ فرمایا

کرتے تھے۔ فاطمہؑ مجھ سے ہیں اور میں فاطمہ سے ہوں۔ فاطمہ میرا گھرا ہے۔ جس نے اس کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ فاطمہ کی محبت کا جذبہ یہ تھا کہ جب کسی فرد میں تشریف لے جاتے تھے تو سب سے آخر میں فاطمہؑ سے رخصت ہوتے تھے اور جب واپس آتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہؑ ہذا کو دیکھنے تشریف لے جاتے تھے۔ عزت و احترام کا یہ عالم تھا کہ جب جناب فاطمہؑ رسول اللہ کے پاس جاتی تھیں تو آپؐ تقسیم کو کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ سرِ مہمن و مہمن کا خالق ہے کہ زولِ آیہِ تسلیم کے بعد سرورِ عالم اور اہل بیت پر ولہ مسلسل برکت لازم و ملایم ہوا کر دیا کرتے اور فرطِ مسرت میں فرمایا کرتے تھے کہ اے ہلوت! اٹھ اٹھ! تمہیں ہر طرح کی گندگی سے پاک و پاکیزہ رکھا ہے (رواہ القسری زبر سورۃ البقرۃ) (تصنیف سیوطی جلدی سورۃ: ۱۰۰) علامہ اقبالؒ نے جناب سیدۃ عالم کی بارگاہِ مقدسہ میں جو شاندار فراموشیہ ثبت کیا ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے اخلاص و محبت کے چشمے بہتے ہیں۔ جنہوں نے حضرت مریمؑ کے مقابلے میں جناب سیدہ کو افضل قرار دے کر تحریرات اسلام کے لئے ان کی جیروی کی تحقیر کی ہے۔ وہ ذیل میں پوری عجم و رجم کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

”فر مہنی این کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ اسوۃ

کاملہ ایست ہوائیہ بمسافر اسلام“

سرم از یک بہشت یعنی عزیز	از سر بہشت حضرت زہراؑ عزیز
نور چشم رحمت اللعالمین	آن نام لولین و آخرین
آں کہ جاں در بیکر گیتی دمید	مرد گار تارہ آئین آفرید
پانویں آں چہ در حل نقی	مرتضیٰ بشکل کشا، شیر خدا
پادشاہ و کتبۃ ایمان نو	یک حمام و یک ذرہ ساقاں نو
بار آں مرکز پرکار عشق	بار آں کارواں سالار عشق
آں کے فصیح عجانا حرم	حافظ جمعیت فیروز الام
خانہ آفتاب بیکار و کسب	چند پازو بر سر تاج و گنیم
واں اگر مولاے ابرار جہاں	قوت بازوئے ابرار جہاں

وہ نور و دھن کی سند و حسین

ال حق حجت آسمان و حسین

سیرت فرزندِ با از انہات      جبرِ صدق و صدا از انہات  
 مزرعِ حسیم یا حاصلِ جنوں      بھوس یا اسوہ کامل جنوں  
 بہر محتاجِ بخشش آں گونہ سولت      پابندے چادر خود ما فروخت  
 نوری و ہم آئنی فرماں بخش      گم رسائیں در رضائے شہرِ بخش  
 آں ادب پروردگارِ مبر و رضا      آسماں گرداں و لب قرآن سرا  
 گرہ ہائے نہ زبائیں بے نیاز      گوہرِ اخلاصے چہ ایمان ناز  
 انگ او بچہ جبرئیل از زمین      بچہ حسیم رسلت پر عرفی برین  
 رعد آئین حق زلجہ پاست      ہاں فرمانِ جنابِ مصطفیٰ است  
 دہت گرد زہل گردے

بچہ با بر خاک نہ پائیدے

**ترجمہ:** ”جنابِ مریم“ صرف حضرت یحییٰ کی ایک نسبت سے مزین و محترم ہیں۔

حضرت زہراؑ تین اہلِ دارِ فحشتوں سے قابلِ احترام و قابلِ تکریم ہیں۔ وہ رحمت اللعالمین کی نورِ نگاہ ہیں۔ جو امامِ اولین و آخرین ہیں۔ وہی (نبیِ برحق) تو ہیں جنہوں نے پیکرِ گیتی کو حیات بخش اور روزگار کے لئے قانونِ فطرت لرایا۔ وہ تاجدارِ خلقتی علیٰ موقضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا کی شریکِ حیات ہیں۔ وہی تاجدارِ ہلالتی جس کے خانہٴ سعادتِ نستان میں ایک کموار (ذوالفقار) اور ایک لڑکے کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ کمردِ مصطفیٰ جو مرکزِ کارِ مصلحت اور کارِ بہنِ سالارِ مصلحتِ امی حضرت حسنیٰ کی مادرِ گرامی ہیں۔ وہی صنّٰ جو شیخِ شہستانِ حرم ہے اور حافظِ ہمیتِ خیرِ عالم ہے۔ وہی جس نے اپنے پائےِ خمارت سرِ افکارِ تاج و تکیں پر رکھ دئے تاکہ آفتابِ پکار دیکیں ہمیشہ کے لئے سرور ہو جائے۔ دوسرے وہ عالی مرتبتِ مصطفیٰ جو امیرِ ہمیں کے سوا ہیں اور گردِ احرارِ کائناتِ دارِ نوائے زندگی کا سورہی مصیبت سے ہے۔ اہل حق نے حریتِ اسی مصیبت سے نیکی ہے۔ یعنی وہ دہائے انسانیت کے حق پرستوں کی حریتِ آزادی کے اولین و آخرین ملحد واد ہیں۔

فرزندوں کی سیرت و اسماں ماؤں کا عیب ہے اور ان کا جو جبرِ صدق و صداؤں کی بدولت ہے۔ مزرعِ حسیم کا حاصلِ جنابِ جنوں ہیں اور ماؤں کے لئے اسوہ کامل کی خاتونِ کرم ہیں۔ وہی تو ہیں جنہوں نے محتاج کی حاجت برداری کے لئے اپنی چادر بیوہی ہے ہاتھ فروخت کر دی تھی۔ نورِ ناز انہیں کے زیرِ فرماں ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے شوہر کی رضامت میں ہیں۔ وہی تو ادب پروردگارِ مبرور رضا ہیں۔ وہ نیکی پہنے والی ہیں اور ان کے لبِ قرآنِ کرم میں مصروف ہیں۔ ان ہی خاتون

صفت کے آسمان کی پہلی بالی سے بے نیاز ہیں۔ اہل بیت بھی موقی ان کے دامن نماز کی رحمت ہیں۔ یہی وہ گہر ہے جہاں ہیں۔ ہمیں جبریل جائے نماز کا طرہ سے اٹھاتے ہیں اور قطرہ حیم کی طرح کل عرش علی کی رحمت دیتے ہیں۔ رفقہ آئین حق میرے پاؤں کی رنجیر ہے۔ اور مجھے فرمان جناب مصطفیٰ کا پاس ہے۔ ورنہ جب بھی اس مقدمہ اور طیبہ کی تربت دیکھتا تو اس کا طواف کرتا اور اس خاک پر نور پر کبہ دہائے نیاز کرتا۔

علامہ اقبال نے جناب خاتونِ جنت حضرت عائشہؓ کی سیرت کے نمونے اپنے کلام میں اسلامی خواتین کی سیرت کے لئے پیش کئے ہیں۔ ذیل کے شعر بھی قابلِ ذکر ہیں۔

اگرچہ ہے ز د و پیٹے پندہری

بزدل است چہ مرد تو نہ میری

تو ہے ہاش و پیناں شہزادی مصر

کہ نہ آغوشِ حمزہ سے گھیری

فطرت تو ہند چہ ہا داد بلند چشم و گوش از اسوا زہرا مہر

۲ سینے شادخ تو بر آورد سوم پیش چہ گزار آورد

### محافظِ اسلام: حسین ابن علیؑ

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

نہایت اس کی حسینا ابتداء ہے اسامی

حسین کی عظمت کے بارے میں ذیل میں باقیل کے کلام کی تخریج کرنا مناسب ہے۔

خدا نے جو شرف حسین کو بخشا ہے وہ اللہ اور رسول اور فرماں علی میں آلِ محمد کے سوا کسی کو نصیب نہ ہوا۔ یہ حضرات اگر پشتِ رسول پر عالمِ نماز میں سوار ہو جائیں تو نماز میں کوئی ظل واقع نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ چونکہ لہذا ان رسالتِ پشتِ رسول پر عالمِ نماز میں سوار ہو جایا کرتے تھے اور جب کوئی شیخ کرتا تو آپؐ اشارے سے روک دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ گھر سے باہر جاتے تھے تو کوئین کے دونوں شہزادوں کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے لوگوں سے دونوں کو بچھڑاتے تھے اور ارشاد ہوتا تھا کہ دیا والو! ان کو بچھان لو۔ اگر مجھے دست رکھتے ہو تو میرے بچوں سے بھی بہت کرو۔ یہ دونوں شہزادے جہاں ان جنت کے سردار ہیں۔ بھی فرماتے تھے ”حسین یعنی و آسایین

”فُحْشِیْن“ (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) مور بھی یہ فرماتے ”خدا سے دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے۔“

حسین کی جب ولادت ہوئی تو رسولؐ نے حسینؑ نام رکھا۔ آنکھوں میں لحاب دھن لگا۔ اپنی زبان مبارک کو ان کے منہ میں دسے کر بڑی در تک چما یا اس کے بعد دہانے کان میں اذان اور اُتیم میں اقامت کی۔ حسینؑ سرور کا نکاح کی پرورش و پرورش اور آنوش اور میں رہے اور کسب صفات کرتے رہے۔ ۱۲ اور ولیدؑ گرامی کے انتقال کے بعد حسینؑ کو حضرت علیؑ نے قطیعات الحبہ اور صفات حسنہ سے ہمہ دار کیا۔ آپؐ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ کے سر پر زبرداری قائم ہوئی۔ حسینؑ ان کے ساتھ ہر قسم کی استقامت و استقامت حاملی اور فیضانِ باری میں برابر کے شریک رہے۔ ان کی شہادت کے بعد امام حسینؑ صفات حسنہ کے واحد مرکز بن گئے۔

پڑنے نے عام طبع حسینؑ سے بیعت چاہی۔ حسینؑ نے انکار کیا۔ پڑنے نے پوری طاقت کے ساتھ حسینؑ سے جنگ کی۔ حسینؑ نے یہ اصول اپنے خون کی سرخ روشنائی سے ثبت کر دیا کہ قانون شریعتِ حلیہ وقت کے کل سے احکام شرع کے کھینے کی کوشش نہ کرنا اور دوسرے فرقوں کے لئے یہ کہ اگر تمہیں اسلامی تمدن اسلامی تعلیم اور اسلامی اخلاق کا مطالعہ کرنا ہو تو کسی دشمن یا قریب کے قصر خطر یا قریب میں نہ جانا بلکہ مدینہ کے اس فوٹے ہوئے کھنڈروں پر نظر ڈالنا جہاں بوسیدہ پردے اور بجلی دیواریں نظر آتی ہیں۔ اس طرح حسینؑ نے قیامت تک کے مزید اور پڑے نکل انسانوں کو ان کے اصلی رنگ روپ میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور ظالمی کے امکانات کو ختم کر دیا۔ حسینؑ کا یہ جہاد جو اپنی قوم ہی کے مقابلہ میں تھا اپنی نوعیت کے اعتبار سے جدا گانہ تھا۔ وہ اسلامی جہاد جو طغیوں کے مقابلے میں ہو۔ اس میں کچھ پابندیاں قائم ہوئی ہیں۔ خلا جہاد اسی وقت کیا جائے گا جب قلب کا امکان ہو۔ قہر ادائی ہو۔ پھر چابیوں کی سر کے لٹاؤ کی بھی ایک مقدار مقرر ہے کہ اس سے زیادہ ضرر نہ ہو۔ اسی طرح ادھر بھی پابندیاں ہیں۔ خلا حسینؑ نے جو جہاد کیا وہ اس جہاد سے بالکل مختلف تھا۔ قرآن میں ہم آہ ہے کہیں مسلحانہ دوسرا مقابلہ کریں۔ لیکن جب یہ معیار عمل کی کسوٹی پر پار نہ اترتا تو کیا کیا کرنا چاہا اور دوسری نسبت سے مقابلہ کرو۔ وہ پہلا ہی معیار جو قرآن نے قائم کیا تھا جو عمل کی ضروری کی خاطر قابل قبول ثابت نہ ہوا، زیادہ سے زیادہ میں اور دوسری یعنی دس گنے کی نسبت سے تھا۔ لیکن اگرچہ اس جہاد کیا گیا تھا اس میں ادھر بہتر (قبولِ اقبال) ”پردان“ کے ہم قدر دوسری طرف کم از کم تیس ہزار فوج اس میں جو نسبت کا فرق ہے وہ بدر جہاد زیادہ ہے۔ پھر جہاد میں قہر ادائی ہو ضروری چیز ہے۔ مگر کربلا کی جنگ میں قہر کے بڑھانے کے بجائے گھٹانے کی

کوشش ہوئی۔ راستے میں چنے لوگ کچھ امیدوں کی بنا پر ساتھ ہوئے تھے آپ نے شہادت مسلم کی خبر سننے کے بعد ان سے کہا کہ میں کسی فوج بھی یا حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لینے کی غرض سے نہیں جا رہا ہوں۔ وہ وہاں جا کر بھی ہمارے طرح بہت سے لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد کربلا میں بھی شبِ عاشورا آپ نے اپنے ساتھ کے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو جانا چاہئے خوشی چلا جائے۔ پھر عمر کی پابندیاں جہاد میں لازمی ہوئی ہیں۔ یہاں وہ بھی باقی نکلیں رہیں۔ ۸۰ برس کے صہب امینؓ بڑی عمر میں بھی ساتھ میں ہیں اور تاملتے بچے بھی۔ بلکہ چہ راہ کا شیر خوار بیٹا بھی سیدان جہاد میں ساتھ تھے۔

معلوم ہوا کہ غیروں کے ساتھ جہاد میں جو شرائط ضروری ہوا کرتے ہیں دینِ خدا کی حفاظت کیلئے انہوں نے ساتھ جہاد کرے میں ان کا بھی لحاظ نہیں کیا گیا۔ بلکہ تمام شدید ترین مصائب کو اس سلسلے میں برداشت کیا گیا۔ امام حسینؑ نے دنیا کو مشرک، انسانی حقوق کی جو تعلیم دی ہے وہ موجود زمانے میں بھولی ہوئی انسانیت کی یاد دلانے کے لئے کافی ہے۔ اپنی رسد کا ہم ترین جزو ہونے کی صیغہ سے خود حسینؑ کے لشکر کے لئے ضروری اور بیش قیمت تھا اور دشمن کو پانی پلا کر تنوع پینچانا بظاہر اپنے کو کمزور کرنے کے مترادف تھا۔ لیکن امام حسینؑ نے فوج کو پانی پلا کر ظاہر کیا کہ اگرچہ دشمن ہیں مگر فوجِ بشر کی خود میں ہیں اور پیاسے ہیں لہذا پانی ان سے مزید نہیں کیا جاسکتا۔ چھٹی اقبال ۔

آدنی ما احرام آدنی

یا غیر شو لا حرام آدنی

امام حسینؑ نے چٹس ٹیکس دشمن کو کمزور کر پانی سے سیراب کیا۔

کربلا کا جہاد جو صبح سے صبح تک رہا اور جس میں غامخان رسالت کا گھنٹنہ دو قح کیا گیا مصلحِ دین اسلام کی ہڈی اور اس کی حفاظت کے لئے لڑا گیا۔ صبح عاشورا حسینؑ کے لختِ جگر اور ہوشِ کلیر علی اکبرؑ نے اعلان دی۔ اسی اذان کے لئے علامہ سابقہ لکھتے ہیں ۔

یہ لڑ جو بھی فرما ہے بھی ہے ہر روز

میں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے کیا

وہ عمر جس سے لڑتا ہے شہنشاہِ دہرہ

ہوتی ہے بناءً سون کی لڑاں سے کیا

اسی اذان کو قیامت تک قائم رکھنے کے لئے امام حسینؑ نے جہاد کیا۔ بڑے مورخین یہ حدیث پیش



مسلمان اذان کو مٹانے کے درپے تھے۔ اگر چاہیں رسول حسین ابن علی اپنے مگر اور اہل افراد کی قربانی دیکھ کر اس کو بچانے کے لئے برسرِ پیکار نہ ہوتے تو ہمیشہ کے لئے دین اسلام ختم ہوتا اور اذان کو ہم تک لوگ نہ سنتے۔ واقعہ کہ بلا کے ذریعہ اثرِ اقبال نے اپنے کام میں کلمہ "اذن لا اله الا الله" امام حسین کی قربانی سے واضح کیا ہے۔

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ خودی ہے قتل لیاں لا الہ الا اللہ  
کیا ہے قتلے حراجِ غرور کا سودا فریبِ سود و زیاں لا الہ الا اللہ  
اگر چہ بت ہیں جماعت کی آسمانوں میں  
مجھے ہے علم لیاں لا الہ الا اللہ

دیکھئے فلسفِ اعظم علامہ اقبال ہر اکب روشِ رسول، پروردہ آغوشِ طاہرہ، ملتِ مجربِ علی مرتضیٰ یعنی محافظِ دین اسلام، امامِ عالی مقام سید الشہداء کی بارگاہِ عالی شان میں دل کے کھوے نمود کر کس طرح نذرانہِ عقیدت پیش کر کے محبتِ اہلبیت کا حق ادا کرتے ہیں۔ دلیل میں پوری نظم مع ترجمہ پیش کی جاتی ہے۔

### "در معنی حریت اسلامیہ و سرحداتہ کربلا"

ہر کہ چاہا با حق الوجود بست	گردش از بند ہر معبود است
مومن از عشق است و عشق از مومن است	عشق را نامکن یا ممکن است
صلح ملک بست و دلا ملک تر	پاک تر چالاک تر ہے پاک تر
صلح در چاک اسباب و صلح	عشق چکان باز میدانِ عمل
عشق سید از زور بازو انگہ	صلح عمار است و داسے ی زہ
آں کند قصیر تا وہاں کند	ایں کند وہاں کہ آواں کند
صلح چوں با ناست از زان در جہاں	عشق کیاب و بہائے او گراں
صلح حکم از اساس چن و چہ	عشق مریاں از لہاس چن و چہ
صلح ی گوہ کہ خود را پیش کن	عشق گوہِ احسانِ غریب کن
صلح دلیبر آشنا از آکناب	عشق از فضل است و با خود در حساب
صلح گوہ شاہ شہ آزاد شو	عشق گوہ بندہ شو آزاد شو
عشق را آرام ہاں حرص است	ناز اش را سادہاں حرص است
آں شنید متی کہ ہنگام نبرد	عشق با صلح ہواں پرور چہ کرد

آن نام عاشق پر بول

سر آزاد زستان رسول

الله الله بانی اسم الله پر  
بهر آن شیراز خیراسل  
سرخ زو معنی فیروز از خون او  
در میان آفت آن کجاں جناب  
سوی و فرعون و فیر و جیه  
دیده حق از توفیق شیری است  
چون خلافت رفته از قرآن عسک  
خواست آن سر طوطی غیر عالم  
بر زمین کرک با ری و رت  
تا قیامت قطع استبداد کرد  
بهر حق در خاک دخن غلطیده است  
مذا مایع سلطنت بودی اگر

دشمن چون دیک صرا لاف

و دستان او چو جادهای هم صرا

بر ابراهیم و اسمعیل بود  
مزم او چون کوهساران استوار  
تلقی بهر مرت دین است و بس  
اسوا الله را مسلمان بنده نیست  
عوی او تکبیر این اسرار کرد  
تلقی لاجس از سیاه بیرون کشید  
فعلی الله الله بر صرا نوشت  
در قرآن از مسینی آموختیم  
شکست شام و فر بنده رفت  
تا مار زهر اش لردن بود

یعنی آن اعمال را تکمیل بود  
پایدار و تندرست بود کارگار  
مقصود او جلا آیین است و بس  
عاشق فروغی سرش افکنده نیست  
مقتضی خواجیده را بیدار کرد  
از رگ ارباب پهل خوں کشید  
سر عنوان نجات با نوشت  
در آتش او شعله با آموختیم  
سلطت غرور هم از یاد رفت  
جازه از تکبیر او ایماں بود

لے مہا لے یک نور افتادگان

انک نامہ خاک پاک ہو حسان

**ترجمہ** ”ہر شخص جو ہوا اللہ کی مخلوق ہے اس کے لئے علم پر دل دلاخ ال سے جان مجروح ہوا  
 پاک ہوتا ہے اپنی گردن اسوائے کی مودت سے آزاد کرانا ہے۔ مومن عشق سے ہے اور عشق مومن  
 سے ہے۔ عشق ہر ممکن کو ممکن بناتا ہے۔ عقل سفاک ہے اور عشق سفاک تر اور سبکی نہیں بلکہ  
 پاک تر، چالاک تر اور بے باک تر ہے۔ عقل بچاک اسباب و محل میں گم رہتی ہے اور اس کے  
 مقابلے میں عشق ہر گمان ہر میدان میں ہے۔ عشق اپنے سید کو زور و بازو سے اللہ ہے۔ عقل سار  
 ہے اور اپنے سید کے لئے رام بچاتی ہے۔ عقل کا سراپا خاک و گل میں مضر ہے۔ جب کہ عشق  
 کے لئے حرم و عین جز و لایفک ہے، عقل تعمیر کرتی ہے تاکہ وہ بن کرے۔ عشق ویران کر دیتا ہے تاکہ  
 آباد کرے۔ عقل مثل باد اس جہاں میں اڑتا ہے۔ جبکہ عشق بے بہا و کیا ہے۔ عقل کا احکام  
 اس کی چون و چندی بنادیتا ہے اور اس کے مقابلے میں عشق لباس چوں و چہرے سے آزاد ہے۔ عقل  
 کہتی ہے خود کو پیش کر، عشق کہتا ہے اپنے کو احسان میں ڈال۔ عقل بحساب کے بل پر غیر آشنا ہوتی  
 ہے، عشق ذاتی احساب سے باخبر ہوتا ہے۔ عقل کہتی ہے شمارہ، آہارہ، عشق کہتا ہے ہمدرد، آہارہ  
 رو۔ عشق کی آرام جاں حریت ہے اور اپنے اتو کی ساد بان ہے۔ کیا تو نے سنا ہے کہ ہنگام ہر عشق  
 نے عقل ہوس پرور کے ساتھ کیا کیا۔

خول کا جیاد، تم عاشقان حسین بستان رسول کا سرا آ رہو ہے۔ اضافہ الای طوہرت کا چہر  
 گرامی ”بلکہ بسم اللہ“ ”بہادورہ خود“ معنی دہج عظیم ”ہے۔ یہی شہزادہ حیر اسئل کے  
 لئے دوش فتم مرطین ”نعم الجمل“ ہے۔ عشق میرا ہی صاحب شکوہ کے خون سے سرخ ہو  
 ہے۔ اور اس کے خون کی سرخی اس صبر کے سمنوں کی شوقی اور دلاویزی ہے۔ سامت رسول میں وہ  
 کہاں جناب بچہ ”قل ھذا لیلۃ“ ”ورکاب ہے۔ سوئی“ فرعون اور فیروز و چاہی دو خطاب  
 تو تم ہیں جو ہم وقت ہر سر چاکور رہتی ہیں۔ حق قوت شیرینی سے زندہ ہے اور باطل کے مقوم میں  
 آخر داغ حسرت و نا امید ہے۔ جب ظلمات نے قرآن سے اپنا رشق توڑا تو جسد آزاد کی طرقت  
 مسوم ہو گیا۔ اس طوہرت (انسان کامل) کا سر اقدس جلوہ گاہ غیر الام ہے اور وہ مالک صاحب قلب  
 ہے جو برستے کے لئے آوارہ ہے۔ یہ صاحب کرم سر زمین کر بلا پر بس کر نکلیں گیا اور وہ اللہ میں لالہ  
 اے حریت کی غم ریزی کر گیا۔ اس عالی مقام کے قیامت تک کے لئے قطع اشتہاد کر دیا۔ اور اس  
 کے موج خون نے جس کو ایجاد کیے۔ حق کی خاطر وہ حریت پلو خاک و خون میں قلعہ ہوا اور

”ہسٹلہ لایہ“ رکھ کر چلا گیا۔ اس کا مذہب ماسکوتہ حاصل کرتا تھا تو اس قسم کی بے سرو سامانی کا سطر ہرگز نہ کرتے۔ اس کے دشمن ریگ، صرا کی طرح کا قصہ نہ تھے اور اس کے دوست بر دان (خدا) کے ہم صدر تھے۔ صمد، اہل لہیم و اسمعیل تھا۔ یعنی وہ اجمال اول کی تفصیل تھا۔ اس کا عزم پیمائشوں کی طرح حکم و مضبوط تھا۔ اس کا بارہوہ پاکدار، ہندو سیر اور کاما تھا۔ اس کی سچا صرف عزت و عظمت دین کے لئے تھی جی اور اس کا قصہ محض حفظ آئین رسول تھا۔ مسلمان ماسکوتہ کا بندہ نہیں اور کسی فرعون کے سامنے اس کا سر جھک نہیں سکتا۔ اس عالی مرتبت کے غول نے اس امر کی تکسیر کی اور ملت خواجہ کو بیدار کیا۔ اس نے ”لا“ کی سچا جہاں سے ٹھیک تو اور باب باطل کی دگوں سے غول نکال ڈالا۔ اس نے صرا کے ”نفس الاہلہ“ لکھ دیا اور ہمارے نبی کے عنوان کی پہلی سطر لکھ دی۔ قرآن کا ترجمہ نے صمدی سے لکھا اور اسی کی آئین بہت میں شہر کی مانند جل رہا ہوں۔ شام کی شوکت نور بھد کو قتل دین ہو گی۔ غلام کی سلطنت ہماری یادوں سے بھر ہو گی۔ لیکن اس کے دوسرے اہل اہم حیات آج بھی لرز رہا ہے۔ اس کی تکسیر (اللہ اکبر) کی آواز سے آج بھی ایمان نادر ہے۔ اسے دور افتاد گلوں کی آواز و چوری کرنے والی صبا آواز ہمارے آنسوؤں کے کنارے سے خاک پر نور لکھ حسین (کر چائے سلی) پہ نچا اور کر دئے۔“

ذیل میں اب علامہ اقبال کے وہ مقررہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن سے انہوں نے اپنے فلسفہ حوی کو جلا بخشی۔ ان کے سامنے حقیقت کا ہی وہ نصب العین تھا جس کے جوہر نے مسلمانوں کے جذبہ قربانی کو جاگ کر دیا ہے۔

یا تا ازلین	انجمن مجذوم	لازمی کاغذ کوئے کھن	مجذوم
در خیمہ در کر چائے	دیم	یہ امی ہے لوائے لوائے	دیم
لوائے کہ آئین کہ خاک	ما	لوائے کہ ما سوزد	الک
لوائے کہ ہے ساز	تکبر نیست	لوائے کہ ہے ضرب	میز نیست

اگر چہ اہل لوائے نہ

چہ جہاں ہیں آئینی کہ

گرہ ہر گرہ است	مومن شر	گرہ ہر مرتضیٰ	چڑے در
جنگ شہان	جہاں غار	مگر ہست	ظہری است
جنگ مومن	چھت	ہجرت	سے دوست
آنکہ حلقہ	شق با	انوار	گفت

کسی عمارت کو عید اہی نکھ نا

کڑا ہون خود غریب اہی نکھ نا

ہے ہم چہ عزیز درخوں نصیب نہ یک ہل نہ پہن نہ کبھی

میردستان و خیر و شیرم آرزوست ہاں مہا کہ سبک ہوڑم آرزوست

ریک عراقی شکر کعبہ چار نکھ کام خون حسین بازو کوڑہ و شام فریٹ نا

از لہا طوطا بدو نصیب فقر سلطان و مرث جذب حسین

کلندر میل فقرے نہ دادر بخو اہی نکھ اکبرے نہ دادر

از اس کعبے خرابے حاصلے نیست کہ آپ از خون شیرے نہ دادر

وہ فراق دہکی سوز لا حسین

دل حق حریص آسود لا حسین

یک حسین نیست کو گردد عید روز نہ عالم بیدار برے

صدق ظیل بھی ہے عشق مہر حسین بھی ہے عشق سرکڑ و جود میں بدو جن بھی ہے عشق

اک فقر ہے شیری اس فقر میں ہے میری میراث سلطانی سراپا شیرینی

قائد چار میں ایک حسین بھی نہیں گرچہ ہیں تابدار بھی گیسوئے جلد و فرات

چھب اہی ہے مقام شیری ۴۰ لے رہتے ہیں انداز کوئی و شامی

کل کر خانہ ہوں سے لہا کر دم شیری

کہ فقر کا کلاہی ہے شک احمد و دلگیری

نار عشق حسین چار ہے گویا بھی ناز خدا کی ناز ہے گویا

واسطہ دوں کا اگر کعبہ دل ربرا کا میں فہم میں کیہ کر ہموڑ دیں جسے شام و شامی

دل میں ہے کہ ہے قل کے دار عشق کا صحت احوط نا پڑتا ہے قل و اس میں ہر جگہ

جس طرح مجھ کو شہید کرے سے چار ہے

حق خدائی کو تپوں کی دعا سے پیار ہے

کبھی میں قل ہوا کر کے میدان میں کبھی کبھی ہے حتم پر بھی آفریں میں لے

اے ریگ سرخ تیرا ہر زود کہ رہا ہے

میں جانتا ہوں قصہ میدان کر کے کا

# حواشی

۱۔ ان کے بارے میں شیخ محمد بن عبد الوہاب (متوفی ۱۲۷۵ھ) کتب النکح (ص ۱۱۶) میں لکھتے ہیں:

”اختیار مہل حرمین و کلمہ مشایخ تہذیب و احسن ما ہو فیہ و قد مر علیہ فی الفضل الکلی۔ از اجودہ مشایخ بود و پیرایہ و نقل عراق و نقل فراسان۔ مرید و مریدین ضروریہ بود۔ از احسن خبر سے راہ دیکھے عظیم۔ دے را قدر شیخ بیرون کرد۔ حقیقہ را برائے عشق و ادب سر قد شد۔ دگر آنجا بگذشت۔ از دے کی آجہ کہ بزرگ ترین نقل حضرت، محمد ترین بیٹان ہاشمہ و بعد ارادے شریعت و ہادیت ترین ائمہ حفظ سنت و حاجت۔ دہر کہ بکن نزدیک تر بود ہمارش حراب تر بود۔ دہر کہ تادے دہر تر بود و از صاحبہ و نقل سر دین تر بود“

۲۔ نسیمی۔ ایک فرقہ تھا جو حق کو ستر احاب کچھ کر خدا سمجھتا تھا۔ امام شافعی کو بھی شک تھا کہ حق کسک خدا کو نہیں جانتا۔ کہتے ہیں۔

کفنی فی فضل من لا یفعلنی

و توسع الشک فیہ وقت اللہ

یعنی کے معنی ہے قرب و کمال کی دلیل تھی۔

۳۔ حق کی تائید کا کیا کہا جس کی گواہی خدا ہو اور رسول اللہ نے دی۔ سائل کو کرام میں انکسری دی تو آپ ولایت نازل ہوئی۔ دہر میں حیرت سے ہو گیا جس کا کلام بہت مشکل تھا۔ بعد سے میں نے تیر کا کیا تو حیرت نہ ہوئی۔ سب کو فہم آئی۔ فری بعد سے میں نے کہ کمال سے ہر آن کو گواہ سے ہیں اور کیا کرتی پھر اٹھے فسوف یسود الکعبۃ۔ تم سب کعبہ میں کا سب ہو گیا ہوں۔ تاویل نے ہی تائید کی طرف اشارہ کیا جس کے لئے ادا ہوا سورج کھلا صبر لایا گیا کسی نے خوب کہا ہے۔

”کعب میں ولایت ہوئی سب میں شہادت“

۳ مشہور۔ عرب کے ایک صوفی اور عارف تھے۔ انہوں نے ایک دن صوفی میں آکر کہا: ”اے الحق“  
 بھی میں صاحبوں۔ میں کو ہر ذرہ ذرہ میں خدائی آئے گی۔ ۳۷ سالوں کے بعد ان کے نقل کا فتویٰ  
 جاری کیا تھا۔ صاحب کرامت بھی تھے۔ ایک دن صوفی کے نقل کا دن مقرر ہوا تمام لوگ جمع  
 ہو گئے کہ مشہور پر چڑھ جائے یا نہیں۔ کچھ تو کہتے تھے وہ قاتل ہو گئے۔ مشہور ہے کہ جب  
 آخر کار سولی پر چڑھ گئے اور انہیں الحق الحق الحق کہتے کہتے پانچ گانوں اور جان بھی ہو گئے۔  
 حمارے ان کا سر گرم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جہنم و خون کا ان کے بدن سے ٹپکتا تھا اس سے بھی لایا  
 الحق الحق الحق کی آواز بھی تھی۔ موصوف علی کے ہر دست عظمت مند تھے۔ علی کی منہبت  
 میں ان کے اشعار و سری جگہ پر موجود ہیں

۴ شعر۔ یوں تو آل محمد میں کی تمام در کثیر ہیں نہیں۔ میں میں سے وہ فتویٰ اور دعا و داری کے لئے  
 کتبہ تو اس میں نہیں تمام مشہور ہیں۔ شعر تمام علی رضی اللہ عنہ۔ میں میں شی۔ تمام امام حسین اور علی  
 کثیر و طرہ شعر۔ علی کے وہ تمام شعر تھے۔ شیخ ابو سعید و الخیر جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے  
 تھے تو کہتے تھے۔

اور ہائے امید ہر دم بہت شد اسے صاحب دوا اللہ عز و جل

ایک دن حضرت علیؑ نے عید کے موقع پر دو کرتے خریدے تھے ایک اچھا اور دوسرا  
 معمولی۔ اچھا کرتا شعر کو یہ لکھ دیا کہ تم جو ان کو اور تمہارے بدن پر ہے۔ گھڑی صوفی کہ اس کو  
 اس لئے نہیں دیا کہ شعر کو کھانی کا احساس نہ ہو جائے۔ اسی طرح کہ بلا میں جب جون جی کی  
 فہادت ہوئی تو امام حسینؑ نے اپنا پیرا جون کے دشمنوں سے کاٹا اور طرک کیا جو اپنے فرار  
 جناب علیؑ کو کبر کے ساتھ لیں کیا۔ جون ہزار کے اسلام میں اس کے سلام تھے۔ اقبال کہتے ہیں

علیؑ قرآن بندہ صوفی کے ساتھ ہر دو سجدہ کیا کے ساتھ

نہ۔ جوش کے ہوش میں کسی ہوش کی آخر نہیں۔ ان کا کہ کہ انہوں میں سے ہے۔ سورہ  
 علیؑ میں غصہ کا نام بھی شامل تھا۔

۵ نصیری۔ ایک گروہ کا نام ہے جو نصیر سے مشرب ہے۔ وہ حضرت علیؑ کو نبی بن کے طبعی اور روحانی  
 کلمات کے خدا مانا ہے۔ حضرت علیؑ نے نصیر کو نقل کیا کہ وہ اس کیسے سے باز آئے اور ان کی دعا  
 سے ہر ذرہ میں ہمارا پرورد خدا کہتے سے پڑنا یا سب بھی وہ گروہ موجود ہے۔ اور اس کا  
 بھی عقیدہ ہے۔ عز و جل سب بھی علیؑ کے کلمات کو کہتے ہیں۔

بسم اللہ علیہ وسلم علیؑ

یہ مندر مرحوم ڈاکٹر اقبال نے شعر میں ایک اہم واقعہ کی نشاندہی کی ہے۔ سائل طرح کی جو دہائی جروج اسلام کا اہم ترین واقعہ ہے۔ حضرت قاضی کی کتاب کو عربی طور پر تصحیح کے بارے میں قرآن مجید میں یہ دستور ”فصل القی“ موجود ہے۔ جس میں بتایا جاتا ہے کہ یہ لفظ تہائی نے آل محمد کا شریعہ لایا ہے۔ اقبال نے شعر میں اس واقعہ کی تصحیح بیان کی ہے جس کے بارے میں محدثین میں کچھ روایت کرتے ہیں کہ یہ مسلم قبیلے سے ایک اہل عرب کا رسالت آپ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور گنت خانہ میں حکم ہوا۔ لیکن آنحضور کا حضور و گنہ اور مسن اطلاق دیکھ کر اس اہل عرب سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اہل تہائی غلطی، اور اور تہائی ہوں۔ میرے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ کچھ بھرنے ہیں اور بھرنے سے غرض حال ہو رہے ہیں۔ سرور کوئین کا یہ سننا تھا کہ آپؐ نے حضرت سلمان فارسی کو روک دیا۔ اور کہا کہ جاؤ اس سائل کو جاری نیا قاضی کے دربار سے پلے جاؤ۔ جناب سلمان آگے آگے اور اہل بیچے بیچے ہو گیا۔ سلمان نے قاضی الماب کیا۔ ہدایت کے لوت سے قاضی نے آگے کا سبب دریافت کیا۔ جناب سلمان نے تمام واقعہ بیان کیا۔ جناب قاضی جلوی سے انکار نہیں اور ایک چادر پر نظر پڑی۔ وہی دیکر سلمان کے سرور کی خبر کہا کہ جاؤ اسے غصہ من یہودی کے پاس اس اہل عرب کو قتل اور گنہ سرور یا تہائی زندگی لے دو۔ جناب سلمان نے یہی عرض کیا۔ سلطان سرور اور قاضی اپنی کتاب یرت قاضی میں لکھتے ہیں کہ جناب قاضی نے اپنی چادر پر یہ یہودی کے پاس گر دی رکھ دی اور اس سے کچھ جو قرض لے لے۔ جب یہ یہودی اپنے گھر میں داخل ہوا تو سارا گھر نور سے بھر آیا اپنی بیوی سے پوچھا۔ پوچھا کہ کیا ہے۔ جناب قاضی کہ ہمارے گھر میں حضرت قاضی کی چادر ہے۔ یہی اس چادر سے وہ یہودی اس کی بیوی اور اس کے سہانے گل اتی لوگ ایمان لائے۔ اقبال نے چادر برا کے بارے میں آجکل کے نام لہر مسلمانوں کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے۔

یہی سچ حرم ہے جو چاکر کا کھانا ہے  
تیمم بخلا وطنی و مہر دہما





## وحی والہام میں قرآنی آیات کے حوالے

ہر پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم  
سے کتاب میں شروع ہوتی ہے

نمبر شمار نام سورہہ سورۃ آیت مع ترجمہ

۱۔ نصلہ ۱۶۳ اِنَّا اَوْحَيْنَا بِقَلْبِكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ  
(اے رسول، ہم نے تمہارے پاس (بھی) تو اسی طرح وحی بھیجی ہے،  
جس طرح نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی اور جس طرح  
ابراہیم واسحاق و یعقوب)

۲۔ یونس ۳ اَلَّذِيْنَ اِلْمَلَسَ عَمَقًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ  
الْقَوْمَ فَتَجِدُ الْكَافِرِيْنَ اَقْنَادًا اِنْ لَمْ يَكُنْ جُودًا وَنَذَرِ لَهُمْ  
لوگوں کو اس بات سے بڑا حجب ہوا کہ ہم نے انہیں لوگوں میں سے  
ایک آدمی کے پاس وحی بھیجی کہ (یہ ایمان) لوگوں کو ڈراؤ اور ایمان  
داروں کو اس کی خوش خبری سنادو کہ ان کے لئے جن کے پروردگار کی  
بارگاہ میں ہند رہے۔

۳۔ یونس ۱۵ اَلَمْ تَتَذَكَّرْ اِنَّ اَنْتَ كُنْتَ لَمْ يَكُنْ لَكَ يَوْمَ تُلْقٰى بِطُوْنٍ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ الْاَتَا  
يُذْهِبُ عَنْكَ

(اے رسول) تم کہہ دو کہ مجھے یہ اختیار نہیں کہ میں اسے  
اپنے جی سے بدل ڈالوں میں تو بس اسی کا پابند ہوں جو میری طرف  
وحی کی گئی ہے۔

- ۳۔ یونس ۸۷ وَأَعْنَتَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخْبَدَا أَنْ تَنبُذَا الْقَوْمَ يَكُنَا لِمَكْرَتِهِ  
 تَهْتَكُ  
 اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارون) کے پاس دلی بھیگی کہ میر  
 میں اپنا قوم کے لئے گمراہ ڈالوں۔
- ۵۔ یونس ۱۰۹ وَتَتَّبِعْ نَارًا يُؤْخِرُ حَتَّىٰ إِلَيْكَ وَاضْبَرْ  
 (اے رسول) تمہارے پاس جھوٹی بھیگی جاتی ہے تم اس کی پیروی  
 کرو اور میر کرو۔
- ۶۔ ہود ۱۲ فَلَمَّا كَلَّمَهُ نَادَاهُ فَخَضَّ نَارًا يُؤْخِرُ حَتَّىٰ إِلَيْكَ وَضَاعَ لِي.....  
 جو حج تمہارے پاس دلی کے ذریعے سے بھیگی ہے
- ۷۔ ہود ۳۶ وَتُؤْخِرُ لِي نَارًا لَنْ يُوْثِقَ مِنْ قُوَّةٍ...  
 اور لوح کے پاس یہ دلی بھیگی دلی تھی کہ جو ایمان لا چکا (وہ لا چکا)  
 ان کے سوا اب کوئی شخص تمہاری قوم سے ہرگز ایمان نہ لائے گا۔
- ۸۔ ہود ۳۷ وَاضْمِعْ فُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْنُنَا وَلَا تَجْحَدْ بِمَا فِي الدِّينِ  
 حَلَقْنُوْ  
 ہمارے سرور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ اور جن لوگوں نے ظلم کیا  
 یہاں کے بارے میں مجھ سے سفارش کرنا
- ۹۔ ہود ۳۹ فَلَمَّا مَنَّ رَبُّكَ عَلَىٰ الْمُرْسَلِينَ وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُجَنَّبَةِ مَاءً شَاوِبًا  
 (اے رسول) یہ فیص کی چھ خبریں ہیں جن کو ہم تمہاری طرف دلی  
 کے ذریعے بھیجتے ہیں۔
- ۱۰۔ یوسف ۳ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ لَقَدْ ضَلَّ عَنْ قُلُوبِهِمْ بَنَاتُ لَوْ عَمِنَا إِلَيْكَ لَمَّا  
 الْقُرْآنِ  
 ہم تم پر قرآن نازل کر کے تم سے ایک نہایت مہم قسماں کرتے ہیں۔
- ۱۱۔ یوسف ۱۰۲ فَلَمَّا مَنَّ رَبُّكَ عَلَىٰ الْمُرْسَلِينَ وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُجَنَّبَةِ مَاءً شَاوِبًا  
 (اے رسول) یہ قصہ فیص کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تمہارے  
 پاس دلی کے ذریعے بھیجتے ہیں۔

۱۲۔ یوسف ۱۰۹ وَ مَا لَوْ سَأَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا ظَوِّجْنَا بِهِمْ تَبْنِ الْقُرْآنِ

اور (اسے رسول) تم سے پہلے بھی ہم کاؤں ہی کے رہنے والے کچھ مردوں کو (طیسرے ماکر) بھیجا کہے ہیں کہ ہم ان پر وہی نازل کرتے تھے۔

۱۳۔ ابراہیم ۱۲ مَا وَحْيُ الْفَنِيهِمْ وَ لَكُمُ الْمَوَاقِلُ الْغَالِبِينَ

انہیں کے پروردگار نے ان کی طرف وہی بھیجی کہ (تم تمہارا نہیں) ہم اس سرکش لوگوں کو ضرور غارت کرینگے۔

۱۴۔ انعام ۲۰ وَ اَوْحِيْنَا اِلٰی هٰذَا الْقُرْآنِ لِاَنزِلْنٰكُمْ بِوَقْتِنَ بَلَّغَ

اور میرے پاس یہ قرآن وہی کے طور پر اس لئے نازل کیا گیا تاکہ میں تمہیں اور جسے اس کی خبر پہنچے اس کے ذریعے ادا کر سکوں۔

۱۵۔ انعام ۵۱ — لَیْنِ قَتْلِهِ اِلَّا مَا وَحْيُ اِلَیْهِ —

میرے نہیں جو (خدا کی طرف سے) میرے پاس وہی کی جہاں ہے اس کا پابند ہوں۔

۱۶۔ انعام ۹۳ وَ مِمَّنْ اَعْلَمَ وَ مِمَّنْ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ كُذِّبَ اَوْ قَالَ لَوْحِي اِلَیْهِ وَ لَمْ

یُؤْتِ الْاِلٰهَ شَيْئًا مِنْ قَبْلِ مَا سَأَلُوْهُ بِقَوْلِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اور اس سے جو حکم ظالم کوں ہوگا جو خدا پر جھوٹ (سوت) افتر کر کے کہے کہ ہمارے پاس وہی آئی ہے حالانکہ اس کے پاس وہی دلیہ وہ کچھ بھی نہیں آئی۔ وہ شخص دعویٰ کرے کہ جیسا قرآن خدا نے نازل کیا ہے وہی اس میں متغیر نازل کیا دیتا ہوں۔

۱۷۔ انعام ۱۰۷ اِتَّبِعْ مَا اَوْحٰی اِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ جِدَّ كَمَا تَهَادٰی

پروردگار کی طرف سے وہی کی جائے جس سے ہی پرچار۔

- ۱۸۔ اناہم ۱۳۶ قُلْ لَا أَجِدُ فِي تِلْكَ لُوحِيٍّ إِلَّا نُوحٍ وَكَانَ مَعَهُ كِتَابٌ مَّا عَلَنَ كِتَابُهُ
- (اے رسول) تم کو کہ میں تو جو (قرآن) میرے پاس وہی کے طور پر ہے  
اس میں کوئی چیز اس کو کھائے حرام نہیں پاتا۔
- ۱۹۔ اناہم ۱۳۷ وَمَا لَكُمْ مِمَّا فِي قَبْلِكَ إِلَّا بَعَثْنَا نُوحًا وَقَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مُبِينٌ
- اور (اے رسول) تم سے پہلے آدمیوں کی کوئی ظہیر بنا کر بھیجا گئے جن کی  
طرف ہم وہی بھیجے تھے تو اگر تم خود نہیں جانتے ہو تو ال دکر سے  
پوچھو۔
- ۲۰۔ اناہم ۱۳۸ ثُمَّ لَوْ هُمْ أَكْثَرُ لَآتَيْنَهُمْ خَيْفًا
- (اے رسول) پھر ہم نے تمہارے پاس وہی بھیجی کہ اگر انہم کے طریقہ  
کی پیروی کرو۔
- ۲۱۔ اناہم ۱۳۹ ذَلِكُمْ وَمَا لَكُمْ مِمَّا فِي قَبْلِكَ إِلَّا نُوحٌ وَكَانَ مَعَهُ كِتَابٌ مَّا عَلَنَ كِتَابُهُ
- یہ بات تو حکمت کی ان باتوں میں سے ہے جو تمہارے پروردگار نے  
تمہارے پاس وہی بھیجی
- ۲۲۔ اناہم ۱۴۰ وَإِنْ تَكْفُرُوا أَتَيْنُنَاكُمْ بِهِ الْآيَاتِ لَوْ هُمْ أَكْثَرُ لَآتَيْنَهُمْ خَيْفًا
- اور (اے رسول) ہم نے جو (قرآن) تمہارے پاس وہی کے ذریعے  
سے بھیجا اگر چہ لوگ تو تمہیں اس سے بھگانے ہی گئے تھے تاکہ تم  
قرآن کے علاوہ پھر اور کچھ نہ پاؤ۔
- ۲۳۔ اناہم ۱۴۱ وَلَقَدْ جَاءَنَا الْقَوْمُ مِنْ آثَرِهِمْ لَوْ هُمْ أَكْثَرُ لَآتَيْنَهُمْ خَيْفًا
- اور (اے رسول) اگر ہم چاہیں تو جو (قرآن) ہم نے تمہارے پاس  
وہی کے ذریعے بھیجا ہے (دنیا سے) اٹھالے جائیں پھر تم اپنے واسطے  
ہمارے مقابلے میں کوئی دگر دوز پائے گے۔

۲۳۔ کہہ ۴۷  
وَقُلْنَا يَا لُؤْلُؤْسُ بْنِ لَبَبٍ وَمَنْ هُوَ (اے رسول!) جو  
کتاب تمہارے پروردگار کی طرف سے وہی کے ذریعہ سے نازل  
ہوئی ہے اسکو چھو جا کر

۲۵۔ کہہ ۵۰  
قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ  
(اے رسول کہہ دو) کہ میں بھی تمہارا ہی ایسا ایک آدمی ہوں (لڑی  
اٹا ہے) کہ میرے پاس یہی آئی ہے کہ تمہارا معبود یکساں معبود ہے۔

۲۶۔ لُؤ ۱۳  
وَأَنَّا اخْتَفَيْنَاكَ فَاستَفِمْ فَنُخَبِّرْهُ  
اور میں نے تم کو (ظہیری کے واسطے) غیب کیا ہے تو جو کچھ تمہاری  
طرف وہی کی جاتی ہے اُسے کانٹا کر سنو

۲۷۔ لُؤ ۳۹  
إِنَّا قَدْ لُؤْجِنَ الْفِتْنَةَ لَقَدْ لَبَّ عَلَىٰ غَنٍّ كَذَبٌ وَتَوَلَّىٰ  
ہمارے پاس خدا کی طرف سے یہ وہی نازل ہوئی ہے کہ یہی غلط  
اسی شخص پر ہے جو (خدا کی باتوں کو) جھٹلاتے۔

۲۸۔ لُؤ ۷۷  
وَلَقَدْ لُؤْجِنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ  
اور ہم نے موسیٰ کے پاس وہی بھیجی  
وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا مِّنْهُمْ  
(اے رسول!) ہم نے تم سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو رسول بنا کر

۲۹۔ الیہ ۴  
بھیجا تھا کہ ان کے پاس وہی بھیجا کرتے تھے  
وَمَا لُؤْجِنَا بَيْنَ قَبْلِكَ وَمِنْ قَبْلِكَ إِلَّا مَوْجِنَ  
(اے رسول!) ہم نے تم سے پہلے جب کوئی رسول بھیجا تو اس کے

۳۵۔ الیہ ۴  
پاس ہم ہی بھیجتے رہے  
قُلْ إِنَّمَا لُؤْجِنَ زُكْمٌ بِنَا لُؤْجِنَ  
(اے رسول!) تم کہہ دو کہ میں تو بس لوگوں کو وہی کے مطابق (مذاہب

۱۰۸۔ الیہ ۴  
سے لایا ہوں۔  
قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ  
تم کہہ دو کہ میرے پاس تو بس بھیجا رہی آئی ہے

- ۴۷۔ مومنوں  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 ہم نے کفر کے پاس دینی بھیگی کہ تم ہمارے سامنے کشتی کا آغاز شروع کرو۔
- ۴۸۔ صبرا  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 اور ہم نے مومنوں کے پاس دینی بھیگی کہ تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات کل جاؤ کیونکہ تمہارا بچھا کرنا چاہیے۔
- ۴۹۔ مشکوٰۃ  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 (اے رسول) جو کتاب تمہارے پاس نازل کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو۔
- ۵۰۔ لہذا  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 اور اگر تمہارا راستہ پر نہیں تو اس دینی کے عقل سے جو میرا پروردگار میری طرف بھیجتا ہے۔
- ۵۱۔ لہذا  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 اور ہم نے جو کتاب تمہارے پاس دینی کے ذریعہ سے بھیگی وہ ہر ایک کے لیے ہے۔
- ۵۲۔ زمر  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 (اے رسول) تمہاری طرف سے اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں پیغمبروں کی بھیگی جا چکی ہے۔
- ۵۳۔ شوری  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 (اے رسول) غالب دلائل خدا تمہاری طرف اور جو (خبر) تم سے پہلے گذرے ان کی طرف نہیں دینی بھیجتا رہتا ہے۔
- ۵۴۔ شوری  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 اور ہم نے تمہارے پاس عربی قرآن میں بھیجا تاکہ تم کہہ والوں کو اور جو لوگ اس کے گرد ہے ہیں ان کو ڈراؤ۔
- ۵۵۔ شوری  
 قُلُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ الْبَيِّنَاتُ أَوْ الْكُفْرُ  
 اور (اے رسول) اس کی ہم نے تمہارے پاس دینی بھیگی ہے۔

- ۵۱ شمسی وَمَا كَانَ لِقَوْلِهِ لَنْ يُّكَذِّبَهُ اللَّهُ إِلَّا وَهْمًا  
اور کسی آدمی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر وہی  
سکڑ رہے
- ۵۲ شمسی وَكَذَلِكَ لَوْ خِفْنَا إِلَيْهِ لَوَّحًا مِّنْ أَمْرِنَا  
اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم کی روح (قرآن) تمہاری طرف وہی  
کے ذریعہ بھیجی۔
- ۳۳ رجب فَلَنُصَوِّفَهُ بِقَدَرِ لُزُومِ الْفَلَقِ  
تمہارے پاس جو وہی بھیجی گی ہے تم اسے مضبوط پکڑے رہو  
۹ اطفال إِنَّ تَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُؤْتِيهِ يَلَنِي وَمَا لَنَا إِلَّا مُؤَدُّهُمْ  
میرا تو بس اس کا پابند ہوں جو میرے پاس وہی آتی ہے اور میرا تو بس  
اعلانہ سامنے والا ہوں۔
- ۴ والجمع إِنَّ لَوْحًا وَلَا وَمَنْ يُّؤْتِيهِ  
یہ تو بس وہی ہے جو بھیجی جاتی ہے  
۹ والجمع فَلَوْحٌ يُّلَنِي عَقْدُهُ مَا يُؤْتِيهِ  
خدا نے اپنے بندے کی طرف جو وہی بھیجی۔
- ۱ جن قُلْ لَّوْجِي يَلَنِي أَنَا أَسْتَعِينُ تَقْرِيْنُ لَجِنُ...  
(اے رسول) لوگوں لوگوں سے کہہ دو کہ میرے پاس وہی آئی ہے کہ  
جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن کو) لٹی لگا کر رکھا۔
- ۳ رعد كَذَلِكَ أَوْسَلْنَا إِلَىٰ أَكْثَرِ قَدْحِكَ مِن قَبْلِهِ أَمْ لَمْ يَلْزَمُوا أَهْلَهُمْ  
فَلَقَدْ لَوْ خِفْنَا—  
اسی طرح ہم نے تم کو اس راست میں بھیجا ہے جس سے پہلے اور بھی سی  
احسن گزر چکی ہیں تاکہ تم ان کے سامنے جو قرآن ہم نے وہی کے  
ذریعے تمہارے پاس بھیجا ہے۔
- ۷۰ م فَنُفِخُ فِي سُرُورٍ أَلْمِمْ فَلَوْحٌ يُّلَنِي  
پہ لوگ بھی ان کے پیچھے دڑے چلے جا رہے ہیں

قُلْ إِنَّمَا نَتَّبِعُ مَا يَدْعُوهُنَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ دُونِ اللَّهِ

۲۰۲ اعراف

(اے رسول!) تم کہہ دو کہ میں تو بس اسی وحی کا پابند ہوں جو میرے  
پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتی ہے۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْنَا آتَمَ مُؤَسَّسِينَ لَنُزْجِبَنَّهُ

۷ اعراف

اور ہم نے سوائے اس کی اس کے پاس یہ وحی بھیجی کہ تم اس کو ردودہ چلا لو۔

وَأَنزَلْنَاهُ رَبَّنَا إِلَيْنَا فَتَعَالَى

۶۸ نحل

اور (اے رسول!) تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ  
ہدایت ڈال دی کہ تو پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو اونچی اونچی  
جگہاں (اور مکانات پاٹ کر) کھاتے ہیں ان میں اپنے جگہ بنانا۔

إِنذَنَّا إِلَيْنَا فَتَعَالَى مَا يَدْعُوهُنَّ

۲۸ طہ

جب ہم نے تمہاری (سوائے کی) ماں کو الہام کیا جو اب تمہیں وحی کے  
ذریعہ سے بتایا جا رہا ہے۔

إِنذَنَّا إِلَيْنَا فَتَعَالَى كَذَّبْتُمْ عَنْ

۱۲ اعراف

(اے رسول! یہ وہ وقت تھا) جب تمہارا پروردگار فرشتوں سے فرما رہا  
تھا کہ میں جبریتاً تمہارے ساتھ ہوں۔ تم ایمانداروں کو ثابت قدم  
رکھو۔ میں بہت کافروں کے دلوں میں (تمہارا رعب) ڈال دوں گا  
پس پھر کیا ہے اب (تو ان کفار کی گریزوں پر مدد اور ان کی ہمارے  
مخالفی کر دو)۔

فَنُفِخَ فِي سُورَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ فَنُلْقِيهِمْ مِنَ السَّمَاءِ حِجَابًا

۱۱ سمر

پھر ذکر (اپنے عبادت کے بحر سے) اپنی قوم کے پاس (جہاد  
دینے کے لئے) لئے تو ان سے اشارہ کیا (مسودہ۔ یعنی اشارہ اہم  
بدلیل ایک نقل از میں درمیں صودہ آ رہا فرمودہ است) صبح و شام اس  
کی تسبیح کیا کرو۔



### آيَةُ الْاَنْكَلَمِ فَلَمَنْ فَتَىٰ لَهَا شَوْعًا

مجم ہمارا ہی ہے۔ ہے کہ تم تمہیں رات (دن) برابر لوگوں سے  
ساتھ نہیں کر سکو گے۔

### قُلْ آيَةُ الْاَنْكَلَمِ فَلَمَنْ فَتَىٰ لَهَا شَوْعًا

پدرہ گار میرے (امیتان کے) لئے کوئی کتابی طرہ فرما۔ ارشاد  
• ہمارا ہی کتابی ہے کہ تم تمہیں دن تک لوگوں سے ساتھ نہ کر سکو  
گے۔

۴۱ آل

صورت

### وَأَوْحَىٰ لِي السَّنَةُ أَنْزَلَا

یعنی قدرت (اور ہر آسمان میں اس کے ساطے کی وحی کردی)

### وَإِذْ نُوْحِيتُ بِلِي السَّخَوَلِيْنَ لَنْ آيَنُوْا بِيْنَ وَبِيْذِ سُوْلِي

اور جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر  
ایمان لاؤ۔

۱۲ سورہ

فصلت

۱۱۱

نجمہ

### يَا أَيُّهَا ذِي الْقُرْبَىٰ نَظَرَا

تمہارے پروردگار نے اس کو غم دیا ہوگا

### وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً ۚ سُوْرَةُ الْاَنْكَلَمِ

اور ہم نے ان سب کو (لوگوں کا) نشانہ بنایا کہ ہمارے غم سے ان کی  
ہمایت کرتے تھے اور ہم نے ان کے پاس نیچے کام کرنے اور نماز  
پڑھنے اور ذکر کا رہنے کی وحی بھیجی تھی۔

۵۰ درود

۷۳ النجمہ

-

### وَنَحْنُ الْاَنْكَلَمِ الْاَنْكَلَمِ الْاَنْكَلَمِ الْاَنْكَلَمِ الْاَنْكَلَمِ

۱۱۲ الاسم

### يَذُوْا بَعْضُهُمْ اِلَىٰ بَعْضٍ

ہم نے (خود راہوں کے لئے) شریعتیں اور دینوں کو ہر ایک کا دشمن  
طیلا۔ وہ لوگ ایک دوسرے کو فریب دینے کی غرض سے پچھلی چیز کی  
باتوں کی سرکشی کرتے ہیں

- وَالَّذِينَ الشَّيْطَانُ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ لَوْلَاهُمْ لَفَعَلُوا فُجُورًا...  
اور شیطان اپنے ہوا خواہوں کے دل میں دوسرا شای کرتے ہیں  
تاکہ ہم سے (بیکار بیکار) بھڑکے کیا کریں...
- وَلَقَدْ زَاغُوا أَفْجَاءَ الْكُوَلِ  
اور انہوں نے (خو اس بجز کی کو ایک پار) شب معراج (اور دیکھا ہے  
تَلَوَّاعًا الْقَبَصَ وَمَا كُنْ  
ہیں کی؟ کھلے اور طرف بال ہوتی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔
- لَقَدْ زَاغُوا فِي الْكُنُوزِ  
اور انہوں نے جیتا اپنے پروردگار (کے قدرت) کی بڑی بڑی  
تکلیفیں دیکھیں۔
- فَلَقَّبَهُمُ زُفَا وَتَوَلَّوْا  
پھر اس کی بیکاری اور پرہیزگاری کا سے بھادیا۔
- وَمَا تَسْأَلُهُ إِلَّا كَافَّةً لِّلسَّاسِ بِهَدِيٍّ أَوْ مُنِيرًا  
(اے رسول) ہم نے تو تم کو تمام (دینا کے) لوگوں کے لئے (تجلیوں  
کو بہشت کی) خوش خبری دینے والا اور بدوں سے ڈرنا سے  
ڈرانے والا خبر دیا کریم۔
- يَقُولُ مَا أَجِدُنَا فُلُجًا قُلُوبًا وَآيَاتُ يَوْمٍ  
اے ہادی قوم خدا کی طرف سے نے والی کی بات اور خدا پر ایمان لانا  
وَمَا خَلَقْتَ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُنَا  
اور میں نے جنوں اور آدمیوں کو اسی غرض سے پیدا کیا کہ وہ میری  
معبودت کریں

۱۲۲ الانعام

۱۳ والنجم

۱۷

۱۸

۸ حس

۱۹ سنا

۲۰ لعل

۵۶ القنات

وَسَقْلَانِ اللَّهُ الْهَٰصِلَ قَوْلَهُمْ تَعَالَىٰ ذِكْرُهُمْ خَشِيَ يُنْفَكْنَ لَهُمْ مَا  
يَتَّقُونَ

۲۵ آریہ

خدا کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو حسب ان کو ہدایت کر چکا ہو اس کے بعد  
انہیں مگر نہ کر دے حتیٰ کہ وہ انہیں ان چیزوں کو بتا دے جس سے وہ  
پرہیز کریں۔

وَلَا يَذَّهَبُ عَنْهُ الْمَكْفُورُ

۷ دسر

(خدا) اپنے بندوں سے گھرا ہوا شہری کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا يَهْدِيهِمْ فِي الْقَوْمِ هَادٍ

۱۰۳ ساء

اور (مسلمانوں) دشمنوں کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو۔

لَنْ يَنْتَفِعَكُمْ قَوْمٌ فَبَلِّغْهُمْ قَوْلَ اللَّهِ

۱۳۰ آل

اگر (جنگ احد میں) تم کو دشمن لگے ہے تو اسی طرح (جو میں) تمہارے  
فریق (کٹار) کو دشمن لگ چکا ہے (اس پر ان کی ہمت نہ ٹوٹی) یہ  
اخلاقات زمانہ ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان باری باری الٹ بھیر کیا  
کرتے ہیں اور یہ (اخلاقی شکست اس لئے تھی) تاکہ خدا سچ  
ایمانداروں کو (ظاہری) مسلمانوں سے الگ دیکھ لے۔ تم سے بعض  
کو درجہ شہادت پر فائز کرے اور خدا (حکم رسول سے) سر تابی  
کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

عمر بن

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا

۷۸ مکتوبات

تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف بتوں کی پرستش کرتے ہو اور بھوٹی  
دائمی اپنے دل سے) گڑبٹے ہو۔ اس میں تو شک ہی نہیں کہ خدا کو  
چھوڑ کر جن لوگوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہاری روزی کا اختیار  
نہیں رکھتے۔ پس خدای سے روزی بھی مانگو اور اسی کی عبادت بھی کرو  
اس کا شکر کرو (کیونکہ) تم لوگ (ایک دن) اسی کی طرف لوٹائے  
جائے گے۔

وَقُلْ إِنشَأْنُكَ مِنْ نَفْسٍ لَوْ نَوَلْنَا

۳۳

اور ابراہیم نے (اپنی قوم سے) کہا کہ تم لوگوں کے خدا کو چھوڑ کر  
جس کو صرف دنیاوی زندگی میں ہائیم محبت کرنے کی وجہ سے (خدا)  
بنا رکھا ہے۔ پھر قیامت کے دن تم میں سے ایک کا ایک انکار کرے گا  
اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور آخر میں تم لوگوں کو کالیاں کا جہنم  
ہے اور (اس وقت) تمہارا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔

يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ  
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَتَارِفِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى  
الْكَعْبَيْنِ

۴

اے ایماندار! جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو اپنے منہ اور کہنیوں  
تک ہاتھ دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کر لیا  
کر

إِنَّمَا يَكُونُ الْغُسْلُ بِمَاءٍ زَكَاةٍ

۱۶۵

پتھرروں کے آنے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی محبت باقی نہ رہ جائے  
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي مَوَاقِعَ الْقِتَالِ فَيَنَالُوا  
لَا يَجِدُوا فِي قُلُوبِهِمْ خَوْفًا بِمَا أَصَابَتْهُمُ وَيُؤْمِنُوا بِمَا قِيلَ لَهُمْ  
مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (اسے رسول) تمہارے پورے دھار کی قسم یہ لوگ سچے مسلمان نہیں  
ہوں گے تاہم اپنے ہا ہی مجنوں میں تم کو اپنا حاکم (نہ)  
ہائیں۔ پھر (یہاں تک کہ) جو کچھ تم نہیں کہہ سکتے اس سے کسی طرح دل  
تک بھی نہیں بلکہ خوش خوش اس کو بھی مان لیں۔

۱۶۵

يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُلْ مَا قَرَّبَنِي إِلَٰهَ مِنْ دُونِهِ وَإِنِّي لَمِّنْغِلٍ فَنَقَا  
تَلَعْتُ بِسَاقِي ۖ وَاللَّهِ يَعْنِيكَ مِنَ النَّاسِ

۱۶۷

اے مسلمان! کہو کہ میرا کوئی خدا نہیں ہے اور میری طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے  
پہچان اور اگر تم نے ایمان نہ کیا تو (مجھ کو کہہ) تم نے اس کا کوئی پتا ہی  
نہیں پہچانایا اور (تم نہ کہیں) انصاف کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

الْقُدْرَةِ الْكَمَلَةِ لَكُمْ وَنَهَيْكُمْ وَآتَيْتُكُمْ عَلَيْكُمْ بَعْتِي

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

(تحریر: جب حضرت رسولؐ مغربی حج سے فارغ ہو کر

مدینہ کو واپس پہلے فرماتے ہیں ۸۱ ذی الحج کو ہرم میں تاجپوش ہوئے

نازل ہوئے کہ لوگوں سے شاور اور جو ہم ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے

پہچا دو آپ نے فوراً لوگوں کو رد کیا اور مجمع کثیر کے سامنے ایک خطبہ

خواندنی کے بعد حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اس کُفیت مولاہ

فعلی مولاہ۔ اللہم وال من والا وعلم من عاداہ

والنصر من نصرہ والخلل من خللہ

(میں جس کا حاکم ہوں اس کا علی حاکم ہے۔ خدا یا جو اسے

دست رکھے اسے دست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے اسے دشمن

رکھے اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر اور جو اسے ذلیل کرے

اسے ذلیل کر۔ اس کے بعد لوگوں نے مبارکباد دی۔ چنانچہ حضرت

فرمے بھی کیا اسے علی مبارک ہو کہ ہمارے اور کل مومن و مومنین کے

حاکم ہوئے۔ دیکھو مشکوٰۃ۔ جب یہ سب ہو چکا تو حضرت جبریل

آیت لے کر نازل ہوئے۔ دیکھو تفسیر در مشورۃ جلال اللہ میں سید علی

جلد ۹۲ ص ۲۷۷ مطبوعہ مصر

وَذِيكَ يَخْلُقُ مَا تَزَوَّدُ لَهُمْ وَنَا يُعْلِمُونَ

اور (اسے رسول) یہ لوگ جو انہیں اپنے دلوں میں چمپاتے ہیں اور جو

کچھ ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے۔

وَذِيكَ يَخْلُقُ مَا تَخْتَفُ وَتَحْتَفِطُ ط خَلْقَانِ لَهُمُ الْفُجُوزَةُ ط

شَوْخَنُ اللَّهِ وَنَعْلَى غُثَايَ خَيْرُ كَوْنٍ

تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ختم کرتا

يُنْفِقَتْ مُتَوَرِّدًا لِّكُلِّ قَوْمٍ هَلَا

۴ و

(اے رسول!) تم تو صرف (خوف خدا سے) ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرے والا ہے (۱) "ابن مردودہ، ابن جریر اور ابوسعید نے صرفت میں اور دینی ابن عباس کو اور ابن جہر نے روایت کی ہے کہ جب "یہ" اساتذہ منیرہ ذوالنفل قوم کا "مازل" ہیں تو رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا: "مندر یعنی میں ڈرانے والا ہوں پھر اپنے ہاتھ سے قل کے شانہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "اتھ دہانہ کی باطل ایک نیکوئی (تہجد و نیکوئی)۔ اے علی تم ہی ہدایت کرنے والے ہو اور میرے بعد تمہارے ہی ذریعہ سے ہدایت یافتہ لوگ ہدایت پائیں گے اور اسی روایت کو اختلاف الفاظ ابن مردودہ نے ابوہریرہ اسلمی سے اور ضیاء الدی القاری نے ابن عباس سے اور عبد اللہ ابن احمد نے زوائد سنن اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اسط میں ابوہریرہ نے روایت بھی کی ہے اور ابن مردودہ اور ابن عباس کو نے خود حضرت علی سے یہی روایت کی ہے۔ دیکھو تفسیر در مشد ملا جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۳۵ سطر ۱۲ ۲۰ مطبوعہ مصر۔ اس سے قطعاً حضرت علی کی امامت و خلافت پر فصل ثابت نہیں ہوئی بلکہ رد از وہ امام کی امامت۔ کیونکہ صاف فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے اور رسول نے اس کو منحصر کر دیا امت علی میں تو قیامت تک ہر قوم کے ہادی حضرت علی ہوں گے یا اس کی اولاد"

وَأَن تَنْتَهِ إِلَّا خَلَا فَيُنْفِقُ نُونُ

۳۳ لا

اور کوئی امت (دین میں) ایسی نہیں گزری کہ اس کے پاس (ہمارا) زمانے والا (خیر) نہ آئے۔

وَيَذَرُ نَبِيَّكَ وَنَ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

۸۴ صل

اور جس دن ہم ہر ایک امت میں سے (اس کی خیر کو گواہ) (ہمارے) قیروں سے اٹھا کر آکر پچھنے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاعْلَمُوا  
الْأَمْرَ مِنْكُمْ.

اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اور جو تم میں سے  
صاحبانِ حکمت ہوں ان کی اطاعت کرو۔



## فرہنگ الفاظ و تشریحات

- اصلی ۱۱ سینچہ
- دی شہری
- دی انکشافی
- ۱۲ فلسفہ
- بحرات عالیہ
- اشکال غیر یونی
- بحرات برزخیہ
- حواس خمسہ کاہری
- من مشرق
- ماہیت، آل حقیقت
- عالم مشاہدہ میں روح الامیں کی ذہنی کام ربانی کا نزول اور  
درجہ مواصلاتی
- یوقت الحیات حضور اکرم کی قوت مدد کے حصول کا نفاذ  
کی کمی بھی شے کا اپنی پوری حقیقت کے ساتھ حاضر ہو جانا۔
- شیراء نبوت کا دوسرا مرکز بولہ انسانیت سے بالاتر ہے۔
- میرا دی غریب سے اعلیٰ ترین نورانی معلومات
- بیرونی مادہ کو کہتے ہیں۔ مادی شکلیں بیرونی کہلاتی ہیں جیسے  
ٹانگے اور حوروں کی شکلیں اور صورتیں
- ماہر الطبقاتی نظام میں مادہ سے جدا ہوجانے والی چیزیں  
ہیں جن کو ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ کسی امر کی فی دی  
بینر سے نیلی کاسٹ کیا جانے والا ہر گرام مادہ سے نیلی  
وژن سٹوں تک پہنچنے کی مسافت کے دوران بحرات بر  
زخیہ کی دھیمت دکھتا ہے۔ بلکہ فی دی کے پردہ پر نظر آنے والا  
ہر گرام مہیا ایک طرح غیر مادی اور برزخیہ ہے۔
- مادہ دیکھتے سے سوجھنے دیکھنے اور مس کرنے کی پانچوں  
طاقتوں کو باصرہ، سامعہ، مشامہ، ہواکھ اور لامسہ کہتے ہیں
- دو قوت ہے جو دیکھنے سوجھنے اور چھونے کی صلاحیتوں  
کو یک وقت کنٹرول کرتے ہیں۔



۱۲ " تَلَفُّسُ هِيَ وَخَفَتْهَا نَفْسٌ فِي خَوْفِهَا بِرُقُوتٍ لِمَنْ هِيَ طَائِفَةٌ هِيَ بِمَنْ هِيَ سَبَّحُكُمْ هِيَ  
كل القوری

۱۳ " علم مرلیا علم روایہ تعمیرات خواب کا علم۔ کا خط موصوفہ سب  
علم مناظرہ ہاٹل کے مٹا نہ نظریات و اعتراضات کا جواب دلائی کے ساتھ

۱۴ " تلقی شدن قبول کرنا۔ وہ چیز جو ہم تک پہنچی ہے  
مشاعر شعور کے مراکز اعضاء شعور

۱۵ " قوائیہ نفس نفس کی قوتیں۔ قوت درک قوت ارادہ قوت حرکت وغیرہ  
قوع وہ آواز جو تصادم کا نتیجہ ہو

۱۶ " تلح وہ لٹکانا اور تھانی دھکا کا جو فرض جبکہ ٹھڑا سے پیدا ہو۔  
وہی منلو تلاوت کی جانے والی آیات پر مشتمل دینی۔ یعنی آیات قرآنی

۱۷ " وحی غیر منلو امدادیت قدسہ نفس بتویہ  
آلات ملکی ہاتھ پاؤں، آنکھ کان، ناک وغیرہ

۱۸ " انبطاع قبولیت گھس ہلکہ قبولیت اثر  
انبطاع قوائیہ نفس کی متذکرہ قوتوں کے اثرات خارجی یا داخلی سے متاثر

۱۹ " نفسانی ہونا یا اس کا اس کو قبول کر لینا  
ہر دقہ جلدی آنکھ کی تین بدلوں میں سے ایک بدلویت

۲۰ " مہرسمیں وہ تیار حضرات جو مرض برسام (نمونہ) میں دیکھا ہوں۔ ان  
مہرسمیں پر جب ذریعہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو اس میں تھریک دینی

۲۱ " انبطاع حص مشترک میں اشتہاء ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس داخل و خارج دونوں  
جانب سے جس مشترک میں اظہار کی کیفیت طاری ہوتی ہے

۲۲ " درم ہلزیہ یکپہلوئے کا درم  
انبطاع حص حواس غائبہ کا ہر حواس غائبہ ہاٹل کے اپنے اپنے محل کا

۲۳ " مشترک جس مشترک میں انطباع ہوتا



- ۲۰ شرکہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ لےنا
- ۲۱ تعدوا الیہم یومہمضا (چند بار ہفتہ) حضرت موسیٰ کا ایک ہفتہ یہ بھی تھا کہ آپ اپنا بیب میں اتھ اہل کر نکالتے تھے تو وہ ہفتہ چھ بار ہو جاتا تھا
- ۲۲ فرقہ بصر (دور یا کٹاف) حضرت موسیٰ کا ایک ہفتہ یہ بھی تھا کہ آپ نے دور یا کٹاف میں اپنا صابن اور زور یا کٹاف پہ کر دیا تھا
- ۲۳ قلب عسا (عسا کا مطلب ہے جانا) یہ بھی حضرت موسیٰ کا ہفتہ تھا کہ آپ جب اپنا صابن پہناتے تھے تو وہ اور دھار میں جاتا تھا
- ۲۴ اغمال بے خبری، غفلت، نادانیت، غافل کرنا
- ۲۵ اہم جو سب جگہ میں ہو جس کو نام لوگ جانتے ہیں۔
- ۲۶ اثنین وانضج ذلیل اور سوا ترین
- ۲۷ سبہ تعلق عرب شعرا کے وہ سات سیاری قصیدے جو بے مثال تھے جانے کی وجہ سے خاتم کتب میں نکالے گئے تھے۔
- ۲۸ غزلی خلاصت اہتمام کے دوران کا نام جس میں شہاخان عرب کی دیرری کیا شہر جمع تھے
- ۲۹ لا لکراہ فی الدین دین میں کسی طرح کی زبردستی نہیں ہے
- ۳۰ اَللّٰہُمَّ اَکْمِلْ لَکُم یعنی آج میں نے تمہارے لئے دین (اسلام) کو کمال کیا
- ۳۱ لیسکم
- ۳۲ کتاب علیہ السلام و خمس جیسے کہ آگ آئندہ ان کتاب کے پر اور سورج چھ آسمان میں
- ۳۳ فی رابعة النہار (چار اختلاف واضح رہتا ہے)



آپہ مفلوات لڑ وہ آیت مجزباتی میرے خلق ہے اس کا ذکر سورہ نساء  
مہود نصلاً آیہ انیسویں میں اس طرح کیا گیا ہے

۶۳ **وَإِنْ لَرَأَيْتُمْ** ہوا کر تم ایک بی بی (کو طلاق دے کر اس) کی جگہ دوسری  
بیشتر تقدل زوکر سو بی بی (طالع) کر کے تبدیل کرنا چاہو تو اگر چہ تم ان میں  
إِنَّمَا تُبَيِّنُا سے ایک کو (جیسے طلاق دینا چاہتے ہو) بہت سہیل دے

چکے ہو تا تم اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا (تمہاری بی بی  
غیرت ہے کہ غلام خواہ) کوئی بی بی بن باء عکر یا کجی جرم کا  
کر (واپس نہ لو)

۶۵ **زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ** کا تب دئی تھے آپ سر پائی زبان میں غلوہ کا ترجمہ  
کرتے تھے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں قرآن  
جمع کیا۔ جول بعض ۵۶ ہجری میں انتقال کیا (استیاب  
(۱۹۵)

**انيس ابن مالك** حضور اکرمؐ کے خادم تھے۔ لیکن آل رسولؐ کے دوست نہیں  
تھے اسباب رسولؐ میں سب سے آخر میں ۹۱ ہجری میں  
انتقال کیا

**سعيد ابن جابر** انہوں نے حضرت عثمانؓ کے لئے قرآن جمع کیا تھا۔ یہ کوثر  
اموی کے گور بنائے گئے۔ پھر معاویہ ابن سفیان نے مدینہ کا  
حاکم بنایا۔ معاویہ کے زمانے میں ۵۹ ہجری میں انتقال ہوا۔

**تفسير ابن كثير** علامہ سیوطی کی مشہور و معروف تفسیر سے۔ ان کا ۴۹ جلدی  
الہ بن قنار مصر کے ایک قصبہ "السیوط" میں ۱۳۳۵ء میں پیدا  
ہوئے اور ۵-۵۵۵ء میں انتقال کیا۔

**تفسير ابن كثير** علامہ سیوطی کی مشہور کتاب ہے  
**ابن خلكان** شمس الدین ابن خلكان (۱۲۱۱ء-۱۲۸۲ء) مشہور مورخ  
کاشی اور تہ کرلوں میں تھے۔ چند کتابوں کے مصنف تھے۔

**عبد الملك ابن** خلفائے نبیؐ میں صاحب اقتدار  
مروان

نزل القرآن علی قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے (حدیث)  
شہیۃ آخرہ

۶۹ علامہ محمد حسن اہل پایہ کے عالم دین تھے۔ صاحب جہاد کہہ کر مشہور ہیں  
قرآن مجید کی وہ آیتیں جو بالکل واضح ہیں۔  
قرآن مجید کی وہ آیتیں جن کے معنی بغیر تفسیر کے مشکل ہے  
مُشَابِهَات  
وَمَلَدْنَا الْغَنَاقِلَ  
مذکورہ تمام چیزیں جن پر قرآن مجید مشتمل ہے  
علیہ القرآن من  
المنکورات

۷۱ اَلْقُرْآنُ وَالْصَّيْفُ۔ جیسے اور سب لوگ پڑھتے ہیں ویسے تم بھی پڑھو  
الغنیاس

۷۷ حضور اکرمؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے اور مفسرین میں  
امیر المومنین حضرت علیؓ کے شاگرد اور تمام مصری کے  
مورث اہل رسولؐ نے انھیں فہم دین اور علم تفسیر کی دعا دی  
تھی

عبدلہ بن حمید اعش  
شیخ الطائفہ  
اعش کے دور کے کداوی  
ان کا نام سلطان تھا۔ لیکن کدواں قرآن میں قاری تھے  
جناب شیخ ابو جعفر طوسی صاحب تہذیب و استبصار۔ آپ کی  
یہ دونوں کتابیں کتب بارہویں شمار ہیں  
شیخ الطائفہ کے بارے میں مزید تفصیلات آخر میں ملاحظہ  
ہوں

۷۹ شَهِدَ اللَّهُ وَكَفَىٰ بِهِ اَللّٰهُ نے گواہی دی کہ اس کی گواہی کافی ہے  
شہیدنا

ابن الحدید حنفی مشہور معروف شارح مع ابلاغ  
معتزلی

تجريد البخاری علامہ حسین بن سہارک زبیدی کی عربی کتاب ہے۔ اسی نام  
کی کتاب اردو میں عبداللہ دائرہ جلال کی بھی ہے

۸۴	مُکَلِّفِین	ہندو اسلام	اہلکائے محمد اسلام
۸۹	وَلَسَ تَجِدُ أُمَّتَهُ	تم خدا کی مامت میں ہرگز تغیر نہ پاؤ گے	وہ لوگ جن پر شریعت کے احکام واجب ہو جاتے ہیں۔
	تَبَدُّلًا		
	تسلط	حکم اور فرمان اور نامہ جاری کرنا اور وہی اصطلاح میں کسی چیز پر بحث کرنے یا اچھائی برائی کو پہنچنے کے لئے بولا جاتا	
۸۵	خُلُقًا وَ خُلُقًا	اخلاق اور عادات	اخلاق اور عادات
	اصلاً و فرعاً	اصل اور باخوار فرع اصل جز اور فرع شاخ	
	معلو ضمین جمع	مہذبہ بکھرنے والے سرود گردانی کرنے والے	
	معترض		
۹۱	وَلِیِّ وِلَايَت	حکومت کا، ملک و حاکم	
	راہی گلہ	گلہ پڑکا چیر دیا	
۹۵	تَوْبِدَات مَقْلِبَہ	کئی حوالے جو کئی موت میں پیش کے جائیں	
	بیانات واضحہ	ایسے واضح بیانات جن کی سمت حسوس کی چاکتی ہو	
	حسیہ		
۱۰۱	انفال، آیت ۴۲	أَنزِلْكَ مِنْ هَٰلِكَةٍ مِنْ ذِبْقَةٍ وَ یَحْیٰ مِنْ حَیٍّ	بہشت
		جو شخص ہلک (گرا) ہو وہ (حق کی) رحمت ہونے کے بعد	
		ہلک اور اور جز نکھرے ہو و ہدایت کی رحمت ہونے کے بعد	
		نکھرے ہو	

الا لو تكم علی ما میں نکاح کرنا ہوں اس جبر کے بارے میں جس کے لئے  
 لن تصد لقم علیہ تم آپ میں سواۃت کرتے ہو۔ تم ہلاک نہیں ہو گے ہے  
 لم تھولکوا ایں ولیکم ایک تمہارا ولی اللہ ہے اور امام علی ابن ابی طالب ہے۔ اس  
 اللہ و ان لیسلمکم سے نصیحت حاصل کرو اور اس کی تصدیق کرو۔ اس بات کی  
 علی بن ابی طالب خبر مجھے جبریل نے دی

لما صحره و صو

فوه فاس جبریل

آجہوں بذالك

و حدیث پاک جس میں اہلبیت رسول صلی علیہ وسلم فاطمہ حسن  
 و حسین کا حضور کرم کے پاس ایک چادر میں جمع ہونا  
 اور آیت تفسیر کا نازل ہونا۔ یہاں حضرت بی بی فاطمہ  
 قصیل سے ذکر ہے

علی بنی ہولہ ہارون بن موسیٰ علی میرے لئے ہانکل اس  
 طرح ہیں جس طرح ہارون حضرت موسیٰ کے لئے۔

و حدیث جس میں حضرت علی کو شہد کی کھپوں کی جگہ کی  
 طرح کہا گیا ہے

نص کر۔ نص بیان کر۔ کسی کے لئے صاف و واضح قرآن  
 و حدیث کا حکم

بنی القریض میں تعلق حدیث ہے کہ قریب قیامت دھماکا  
 ہوگا

حضرت مہدی اتران کے ظہور سے قبل ایک سفیانی اصفہان  
 سے خروج کرے گا۔ یہ ملامت ہے کہ اب ظہور قریب ہے

بہیار محل کھنڈ  
 جیسے ہارل کے پیچھے چھاپا ہوا سورج

انہوں نے شیخ الاسلام ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی کے نام

صفحہ ۱۰۳

۱۱۵

کتاب شمس المتغیبة

ورد انصلم

شیخ الطائفة



سے دنیائے اسلام میں شہرت پائی۔ شیخ طوسی کے نام سے بھی مشہور۔ موصوف پر ایک محققانہ اور فاضلانہ مقالہ سال ۱۹۷۱ء میں صدر امر اکبر آبادی نے "شیخ طوسی اور ان کا مہیا ج تفسیر" کے عنوان سے ان کے جشن ہزار سالہ کے موقع پر شہید ابو نعیم رضی اللہ عنہ جلد ۱۹۷۰ء میں پڑھا تھا۔ مضمون عربی میں تھا۔ اصل مضمون "دعوت الفکر" رجب بندہ میں شائع ہوا تھا۔ اس کا خلاصہ ڈاکٹر عابد حسین مرحوم نے "اسلام اور عصر جدید" جلد ۳ شمارہ ۲ بہت اہم ایل ۱۹۷۱ء (جامع گزنی دلی) میں شائع کیا تھا۔ دہلی میں چند مطبعیں درج کی جاتی ہیں۔

"شیخ طوسی کی پیدائش ۲۲۳ ہجری میں آمل طبرستان میں ہوئی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے حصول علم کے لئے رخصت ہو کر یافا، شہر شہر گھومے پھرے۔ مصر، شام اور عراق میں حدیث و تفسیر کی تعلیم حاصل کی اور مستقل طور پر بصرہ میں سکونت اختیار کر لی اور یہیں ۳۶۰ ہجری میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

موصوف اسلامی دنیا کے ان چند نامیہ دار علماء میں تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم باشاں کا نام آپ کی تفسیر ہے۔ جس میں بڑی حد تک سادہ تفسیروں کا انچڑھی آگیا ہے اور ان میں موازنہ کر کے صحیح اور بہتر روایات سے تفسیر میں مدد لی گئی ہے۔ اس تفسیر کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں عبداللہ بن عباس، اہل ابن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب کے مدورہ فکر کی روایات شامل کی گئی ہیں۔ ساتھ ہی ابن حریج اسدی اور ابن اسحاق کی تحریروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنے عہد کا مروج علوم یعنی نحو وغیرہ سے بھی آیات کا مفہوم سمجھنے میں کام لیا گیا ہے۔

تفسیر کا مطالعہ کرنا ہے کہ شیخ طوسی پہلے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی روایات جان کرتے ہیں اور پھر فقہ و جہرہ کے بعد ان میں کسی ایک کو خالص عقلی اور فکری بنیاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ شیخ تفسیر الرائے تاہسہ کرتے ہیں اور اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین سے جو تابعی حقوق اور جن کی مدائی صحت مسلم ہو ان میں شیخ تفسیر کی بنیاد رکھی جاتے۔

شیخ طوسی اپنی تفسیر میں قرأت قرآن پر خاص توجہ دے کر اس کے مختلف مقام و معانی تفسیر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو فن قرأت سے کسی درجہ وابستگی تھی۔ آپ کا شعر اس فن کے اساطین میں ہوتا تھا۔ ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ شیخ نے لن قرأت قرآن پر اٹھارہ جلدوں میں ایک جامع و جہیم کتاب تصنیف کی تھی جس میں قرأت کے تمام اہواز آگئے تھے۔ پھر اس پر ماکہ کر کے قرأت صحیح کی تفسیر کی تھی۔

اسلامی علوم و فنون اور عربی زبان و ادب میں شیخ طوسی کی بہ ثمر تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف موضوعات پر آپ کے ہولے ہولے رسائل بھی ہیں۔



# کتابیات

(صفحہ ۷۷ میں کتابی صفحہ درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا)

- ۱ آیات جل فی شان مولانا علی آغا علی بیگ ترمیثی مطبع بریلی دہلی ۱۹۱۲ء
- ۲ آئینہ تصوف شیخ عبدالحق (مثنوی) ۱۹۰۹ء
- ۳ اراج الطالب علامہ عبید اللہ نکل امرتسری
- ۴ ارمغان الطلاب شاہ مفتی علی اردوان وارثی ۱۹۹۱ء
- ۵ اسد القاب جلد ہفتم (اردو ترجمہ) محمد عبدالکفر لکھنؤ ۱۹۰۹ء
- ۶ اقبال مرتبہ مشتعل خواجہ سلیمان صاحب ترقی اردو (کراچی)
- ۷ اقبال اپنے آئینے میں رئیس دادم جعفری مدنی۔ ہندوستانی انڈینیشن
- ۸ اقبال اور حب الوطنیت المہار سید محبوب دینی پاکستان ۱۹۶۶ء
- ۹ اقبال اور سراج محمد وآل محمد سید احسن مراد لاہور
- ۱۰ اترتھی مولانا سید ابوالحسنات سید علی مدنی (علی سہاں)
- ۱۱ تاریخ تصوف (علامہ اقبال) مرتبہ پروفیسر مبارک گوردی ساہو بارہ لاہور ۱۹۸۵ء
- ۱۲ تاریخ بیانات ایران اردو ترجمہ سید مبارک الدین۔ حیدرآباد
- ۱۳ جوامع النعم از خواجہ بدیع نوار گیسو دراز صبح و شام، حافظ محمد جاوید
- ۱۴ (مثنویات دار شادوات گرامی) صدیق مفتی نکاحی کانپور ۱۳۵۶ھ
- ۱۵ چودہ ستارے سید نجم الحسن کراچی۔ پتار۔ مطبوعہ لاہور
- ۱۶ حدیث سنائی مطبوعہ نوکلور لکھنؤ خواجہ عبداللطیف عباسی ۱۸۸۷ء
- ۱۷ خلافت المہدی پروفیسر محمد سلیمان (برسر ۳ جلد) ۱۹۴۶ء
- ۱۸ دیوان حافظ مطبع مجیدی واقع کانپور ۱۲۷۷ھ (مردہ لکھنؤ)
- ۱۹ دیوان طحطاج کتب خانہ سنائی تہران
- ۲۰ دیوان حکیم سنائی مرتبہ مظاہر مصفا ایران ملو کہ امیر محمد عسکری (فی)
- ۲۱ دیوان شاعر غوث دہلی مرتبہ سائیکل شہرودی (ایران) محمود آباد دوس لکھنؤ

۲۱	دیوان شاهستان بکنده	مرتبہ محمد علی چشتی لاہور ۱۸۹۵ء
۲۲	دیوان خشی تہرہ	مطبوعہ خشی نوکلور بکنہ (نمودہ بکنہ)
۲۳	دیوان سولانا گراہی	مطبوعہ ۱۳۰۲ء شیخ سہاد علی سالار جنگ میریم حیدر آباد
۲۴	خصیت علی	مرتبہ محمد علی عسکری۔ ایمان (نمودہ بکنہ)
۲۵	شرح اسرار خودی	پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی لاہور
۲۶	عروج افغانی	آرہ و ترجمہ سورتہ القرانی در سید محمد ہدایتی کشمیری
۲۷	عہدہ نہایت (طبع ثانی)	سید احمد سولانا سید علی نقی بکنہ
۲۸	علی	مولانا کوثر یاری کراچی
۲۹	علی ادب ہستہ (عربی)	جلد اول و دوم مرتبہ عبدالرحمن شرف قادری بیروت
۳۰	علی ابن ابی طالب امام مظلوم	مرتبہ محمد عبداللہ خواجہ (بیروت)
۳۱	فرہنگ بحیثیت ایران قادری دہلی	دکتر زہرا بی خاٹری کیا (تیرہ ۱۳۲۸ء)
۳۲	فلسفہ بخودی	عبدالرحمن طارق لاہور ۱۹۴۰ء
۳۳	قرآن مجید صحیح ترجمہ	مولوی قربان علی مرحوم
۳۴	کشف المحجوب (لاہور ایڈیشن)	شیخ محمد علی قادری (م۔ ۱۳۷۵ء)
۳۵	کتاب المناقب (مخطوط)	محمود آباد ڈاس قیسراہ
۳۶	کلیات اقبال (اردو)	صدی ایڈیشن لاہور
۳۷	کلیات اقبال (فارسی)	مطبوعہ شیخ نظام علی لاہور
۳۸	کلیات حطار	مطبوعہ خشی نوکلور بکنہ ۱۸۷۷ء (نمودہ بکنہ)
۳۹	کلیات صاحب اسماعیلی	مطبوعہ ایمان (محمود آباد ڈاس بکنہ)
۴۰	کلیات تبر	مرتبہ مولوی عبدالباری آسی۔ مطبوعہ خشی نوکلور بکنہ
۴۱	کوکب درہی	سید محمد صالح کشلی (آرہ و ترجمہ) سہتی ایڈیشن ۱۹۹۳ء
۴۲	لا فلسفہ الا علی (عربی)	حاجہ محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد علی انصاری (نمودہ بکنہ)
۴۳	شعری خواہر الدات (حطار)	کتاب خانہ فیضی خانی (نمودہ بکنہ)
۴۴	شعری حلال اللہ بن سدی	کتاب خانہ فیضی خانی (نمودہ بکنہ)
۴۵	مثنویات	مکتبہ الجماعہ (حطار) کتاب فردوسی روزنامہ شہر ان
۴۶	(اسرار نام الفی نامہ)	شاہ آباد

۴۳	جاس سید احمد سید علی نقی	(نہج شدہ ۱۹۷۱-۱۹۸۵ء) مکتبہ
۴۴	رحمت آل محمد اور اقبال	سید افضل حسین نقوی کراچی
۴۵	مطالعہ تصوف قرآن و سنت کی	ڈاکٹر نظام قادرون (مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی روشنی میں)
۴۶	مناقب الرضی	شاہ محمد علی چدرقند رطوی کاکورہ
۴۷	مناقب بلوچ	مولانا عزیز الحق کوثری مدنی (پارسی)
۴۸	مودۃ القربى	از سید علی محمدی (شاہ محمدان)
	ہمام عدوۃ الوثقی	مرتبہ مولوی سید محمد ابراہیم سرینگر
۴۹	میر سید علی محمدی	ڈاکٹر محمد ریاض سرگزشتیقات قادری دامیان ۱۹۸۵ء
۵۰	مواعد صحت	طہ سخی عبدالملک ہروی مرتبہ سید محمد سلیمان (لاہور ۱۹۳۲ء)
۴۹	نصیر محمدی میں اسلامی تحریکیں	پروفیسر مرتضیٰ مطہری (ترجمہ سید احمد علی عابدی)

## دسالیے

- ۱۔ البرہان لدھیانہ مرتبہ پروفیسر محمد سلیمان لاہور (۱۹۳۸-۱۹۴۳ء) دورہ الاول احسن مکتبہ
- ۲۔ پروانہ میرنہ (۱۹۰۱-۱۹۰۴ء) مرتبہ سید احمد حسن شوکت میرٹھی
- ۳۔ رمانہ کاپور۔ اہبہ فردری ۱۹۲۹ء مرتبہ نقی ابراہیم انجم
- ۴۔ شیرازہ سرینگر۔ اقبال نسر۔ مطبوعہ کنگرل کادری سرینگر ۱۹۷۸ء
- ۵۔ صوفی۔ پنڈی بہاؤ الدین گکرات (پنجاب) اہبہ فردری ۱۹۲۵ء
- ۶۔ صمدیہ۔ دہلی۔ ایڈیٹر سید عابد حسین ۱۹۷۴ء
- ۷۔ مخزن لاہور۔ بخاری ۱۹۰۵ء۔ ایڈیٹر شیخ عبداللہ قادری
- ۸۔ مفتوح لاہور۔ لاہور فرسٹر ۱۹۶۲ء ۹۵۱۔ مفتوح لاہور۔ رسول نسر

### ENGLISH BOOKS

1. The New Encyclopaedia Britannica,  
Vol. v, P641-642, 13th Edition, 1987, USA
2. Grolier International Encyclopaedia (Definitive Edition) p22



عکس

وحی والہام اور برہان امت



(۱)

# وحی والہام

(۲)

## برہان امامت

محاضرہ

حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الامام سرکار شریعتدار

میرزا عبد الکریم زنجانی نجفی مجتہدان اللہ بوجودہ حوزۃ الاسلام

## لَا حَمْدَ وَلَا شُكْرَ إِلَّا لَهُ

موضوعات ہمہ فلسفی، اجتماعی، دینی و مذہبی کہ از حضور مجتہد اکبر و اعلم و فیلسوف اعظم اسلام سرکار میرزا عبدالحکیم زنجانی نجفی سوال نموده شد سائل ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمن من کہ در آن مجلس حاضر بودم جوابائے سرکار مجتہد اعظم موصوف را کہ سه ساعت وقت را مستغرق شد بقدر مقدور ضبط نمودم و تا ازاں جوابها را کہ یکے متعلق بومی و الہام و دیگرے متعلق بہ برہان عقلی و تقسیت چونکہ دینی و مذہبی است فعلاً نشری نمایم برائے تعمیم نفع باقی ما نیز ہر گاہ توفیق مساعد شود نشر خواہم نمود۔



سید حسن جعفری

نواب پلیس۔ ایپریس روڈ۔ لاہور



# محاضرة اول

## بسم الله الرحمن الرحيم

### سوال

وحي چیست - فرق میان وحی و الهام چیست و از کجا معلوم میشود صحیح بودن وحی چون درین تک این مطلب بسیار فہم است - متمنی ہستم جواب را بیان فرمایند با اشارہ بہ خاتم ادیان بودن دین اسلام

### جواب

بسم الله تعالى ولا الحمد ومنه الاستعانة به الشفاعة

این سوال ضمن استفسار از سه مطلب می باشد

اول معنی و متعل فی کلمہ وحی

دوم حقیقت وحی و حقیقت الهام و فرق وحی از الهام

سیم میزان حکم بصحت وحی

### مطلب اول

بدانکہ کلمات مفسرین و غیر ہم در بیان موارد استعمال کلمہ

وحی در قرآن مجید و اقسام کن خالی از اضطراب نیست و اما

چون مجال تفصیل نیست اجمالاً میگوئیم

# محاضرة اول

## بسم الله الرحمن الرحيم

### سوال

وحی کیا ہے۔ وحی اور اہام میں کیا فرق ہے۔ وحی کا صحیح ہونا کس طرح سے معلوم ہو۔ چونکہ اس ملک (ہند) میں یہ مطلب نہایت اہم ہے۔ متنتی ہوں کہ جواب بیان فرمائیں اور اشارۃً یہ بھی فرمائیں کہ دین اسلام خاتم ادیان کس طرح سے ہے۔

### جواب

بسم الله تعالى وله الحمد وحنا لا نستعانة به الشفاعة

اس سوال میں تین باتیں پوچھی گئی ہیں

اول معنی وحی اور یہ کہ کلمہ وحی کس معنی میں استعمال ہوا۔

دوم حقیقت وحی اور حقیقت اہام اور یہ کہ وحی اور اہام میں کیا فرق ہے۔

### مطلب اول

یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کلمہ وحی کے قرآن مجید میں محل استعمال کے حقیقی مفسرین وغیرہ کے بیانات اور وحی کے اقسام اختلاف رائے سے خالی نہیں ہیں چونکہ ہم کو ان کی تفصیل کا موقع حاصل نہیں ہے۔ اس لئے مجملہ بیان کرتے ہیں۔

لفظ وحی قرآن شریف میں سا - معنی میں استعمال ہوا

شده است حبساً بلخنا من باب مذبذبه علم النبى صلى الله عليه وسلم  
 اول وحى النبوة و در پنجاب و در موضع ذکر شده است

و دوم وحى الانعام

سیم وحى الاشاره

چهارم وحى التقدیر

پنجم وحى الامر

ششم وحى الخیر

هفتم وحى الکذب

اول وحى النبوة ذکر شده است

در سوره نساء آیه ۱۶۳

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی فوح والنسین

من بعد و اوحینا الی ابراهیم واسمعیل الخ

و یونس ۳ ۱۵ ۸۷ ۱۰۹

و یسود ۱۶ ۲۶ ۲۷ ۴۹

و یوسف ۲ ۶۲ ۱۰۹

و ابراهیم ۱۳

و انعام ۲۰ ۵۱ ۹۳ ۱۰۷ ۱۲۹

نمل

# محاضرہ اول

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

### سوال

وحی کیا ہے۔ وحی اور الہام میں کیا فرق ہے۔ وحی کا صحیح ہونا کس طرح سے معلوم ہو۔ چونکہ اس ملک (ہند) میں یہ مطلب نہایت اہم ہے۔ متنی ہوں کہ جواب بیان فرمائیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرمائیں کہ دین اسلام خاتم ادیان کس طرح سے ہے۔

### جواب

بسم اللہ تعالیٰ ولہ الحمد جننا لا نستعین وبہما الثقة

اس سوال میں تین باتیں پوچھی گئی ہیں

اول معنی وحی اور یہ کہ کلمہ وحی کس معنی میں استعمال ہوا۔

دوم حقیقت وحی اور حقیقت الہام اور یہ کہ وحی اور الہام میں کیا فرق ہے

سیم معنی وحی کے حکم کی میزان کیا ہے۔

### مطلب اول

یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کلمہ وحی کے قرآن مجید میں محل استعمال کتنے

مفسرین وغیرہ کے بیانات اور وحی کے اقسام اختلاف رائے سے خالی

نہیں ہیں چونکہ ہم کو ان کی تفصیل کا موقع حاصل نہیں ہے۔ اس لئے

بجملہ بیان کرتے ہیں۔

لفظ وحی قرآن شریف میں سا - معنی میں استعمال ہوا

شده است حیبا لغتنا من باب مزینة علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اول وحی النبوة در پنجاه و سه موضع ذکر شده است

دویم وحی الانعام

سیتم وحی الانشاره

چهارم وحی التقدير

پنجم وحی الامر

ششم وحی الخیر

هفتم وحی الکذب

اول وحی النبوة ذکر شده است

در سوره نساء آیه ۱۶۳

انا اوجینا ایاک کما اوجینا الی فوج والنسین

من یحده و اوجینا الی ابراهیم واسمعیل الخ

و یونس ۳ ۱۵ ۸۴ ۱۰۹

و یسود ۱۲ ۲۶ ۲۶ ۴۹

و یوسف ۳ ۱۰۲ ۱۰۹

و ابراهیم ۱۳

و انعام ۲۰ ۵۱ ۹۳ ۱۰۴ ۱۲۶

و نحل ۳۳ ۱۲۳

ہے جیسا کہ باب دہریم علم نبی سے مذہب اور دین میں حقیت علی علیہ السلام سے ہم کو پہنچا ہے ۔

اول وحی النبوة تریس مقامات میں ذکر ہوا ہے

وادم وحی الانعام

یتیم وحی الاشارة

چارم وحی التقدير

پنجم وحی الامر

ششم وحی الخیر

ہشتم وحی الکذب

اول وحی النبوة کا ذکر حسب ذیل مقامات میں ہوا ہے ۔

سورہ نسا آیہ ۱۶۳

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین

من بعدہ و اوحینا الی ابراہیم واسماعیل الخ

و یونس ۳ ۱۵ ۸۷ ۱۰۹

و ہود ۱۲ ۳۶ ۲۷ ۴۹

و یوسف ۳ ۱۰۲ ۱۰۹

و ابراہیم ۱۳

و الانعام ۲۰ ۵۱ ۹۳ ۱۰۷ ۱۲۶

و النمل ۴۲ ۱۲۳

	۸۶	۷۳	۳۶	و بنی اسرائیل
		۱۱۰	۶۷	و کیف
۱۱۹	۷۹	۵۰	۱۳	و طه
۱۰۸	۴۵	۲۵	۷	و انبیاء
			۲۷	و مؤمنون
			۵۲	و شعراء
			۴۵	و عنکبوت
			۳	و احزاب
			۵۰	و سبا
			۳۱	و فاطر
			۶۵	و زمر
۵۲	■	۱۳	۷	و شورجی
			۴۳	و زخرف
			۹	و احقاف
		۱۰	۴	و النجم
			۱	و جن
			۳۰	و مدثر
			۷۰	و ص
			۲۰۳	و اعراف

		٤٣	٢٩	و بنی اسرائیل
	٨٩	١١٠	٢٤	و گفت
١١٩	٤٩	٥٠	١٣	و ط
١٠٨	٢٥	٢٥	٤	و - انبیاء
			١٤	و کهنون
			٥٢	و شعراء
			٤٥	و مشکبوت
			٣	و احزاب
			٥٠	و سبا
			٣١	و فاطر
			٦٥	و زمر
٥٢	٥١	١٣	٢	و شورائی
			٣٢	و زخرف
			٩	و احقاف
		١٠	٢	و وانجم
			١	و بن
			٢٠	و بده
			٤٠	و ص
			٢٠٣	و اعراف



دوم وحی الالهام ذکر شده است

در سوره قصص آیه ۷

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیه

و نحل ۶۸

و ط ۲۸

و انفال ۱۲

سیتم وحی الاشاره ذکر شده است

در سوره مریم آیه ۱۱

فخرج علی قومہ من المہراب فاوحی الیہم ان یتخووا کبرؤ و عشیاً

یعنی اشار الیہم بدلیل اینکه قبل ازین در ہمیں سوره آیه ۱۰

فرموده است

اینتک لا تکلم الناس ثلث لیل سوياً

و در سوره آل عمران آیه ۴۱

اینتک لا تکلم الناس ثلثة ایام الا رخصاً

چهارم وحی التقدير ذکر شده است

در سوره قصص آیه ۱۲

واوحی فی السماء اسودها یعنی قدر فیها

پنجم وحی الامر ذکر شده

در سوره مائده آیه ۱۱۱

دوم وحی الامام کا ذکر ص ۶۰ ذیل مقامات میں ہوا ہے  
سورہ قصص آیہ ۷

و ادخینا الی اثم موسیٰ ان ارضعیه

و فصل ۶۸

و ط ۳۸

و انفال ۱۲

سیم وحی الاشارہ کا ذکر ص ۶۰ ذیل مقامات میں ہوا ہے  
سورہ مریم آیہ ۱۱

فخرج علی قومہ من المحراب فاوحی الیہم ان یتھابکوا بکبرۃ وعلشیا  
یعنی اُن کی طرف اشارہ کیا اس دلیل سے کہ قبل اس کے اسی  
سورہ آیہ ۱۰ میں فرمایا ہے ۔

اینتک لا تکلم الناس ثلث لیل سویتاً

ادہ سورہ آل عمران آیہ ۴۱

اینتک لا تکلم الناس ثلثہ ایام الا رمزا

چہارم وحی التقدیر کا ذکر

سورہ فطرت آیہ ۱۲ میں ہوا ہے

واوحی فی السماء امرها یعنی قدر فیہا

پنجم وحی الامر کا ذکر ص ۶۰ ذیل مقامات میں ہوا ہے

سورہ نازعہ آیہ ۱۱

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْخَوَارِجِينَ إِنَّكُمْ تَأْتُونَ بِيْرَسُولِي  
و در نزال ۵

ششم وحی الخیر ذکر شده است

در سوره انبیاء آیه ۷۳

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اُمَّةً مُّیْمَنَةً بِأَمْرِنَا اُوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ نِعْلَ الْخَبِرَاتِ

بنفتم وحی الکذب ذکر شده است

در سوره انعام آیه ۱۱۳

نَبِیَّائِیْنَ الْاَنْسِ وَالْجِنِّ یُوحِیْ بِعَثْمِهِمْ اِلٰی بَعْضِی

ایضاً انعام ۱۲۲

اهم معانی و اقسام مذکوره وحی النبوة می باشد که محل بحث

است نه از حدیث حقیقت لغوی یا شرعیه یا منشریه بلکه از حدیث

حقیقت و ماہیت

در طلب دوم حقیقت و ماهیت و کیفیت آن را بیان خواهیم کرد

**مطلب دوم**

در بیان حقیقت وحی النبوة است

وحی بر دو قسم است

اول وحی شهودی

دوم وحی انکشافی

اما قسم اول پس میگوئیم در بیان آن که در محل مناسب از علم

وَاِذَا دُعِيتَ اِلَى الْخَوَارِیْنِ اَنْ اَسْتَوَابَ وَرَسُولُ

و در نزاع آید •

ششم دجی الخیر کا ذکر

سورہ انبیاء آیت ۳۶ میں ہوا ہے

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اُمَّةً یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاجِئْنَا اِلَیْهِمْ نَصْرًا خَیْرًا

ہم تم کو دجی الکذب کا ذکر

سورہ انعام آیت ۱۱۶ میں ہوا ہے

شَیْطَانِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بِعَضُوْهُمْ اِلٰی بَعْضٍ

ایضاً انعام ۱۲۲

معانی دجی اور اقسام مذکورہ میں سب سے اہم دجی النبۃ ہے

جو کہ ہمارا عمل بکثرت ہے حقیقت لغت یا شریعت یا تشریع

کی رو سے نہیں بلکہ حقیقت اور اہمیت کی حیثیت سے

دوسرے مطلب میں حقیقت اور حقیقت اور کیفیت اُس کی بیان کریں گے

**مطلب دوم**

دجی النبۃ کی حقیقت کے بیان میں

دجی دو قسم کی ہوتی ہے

اول دجی شہودی

دوم دجی انکشافی

قسم اول اس بیان میں کہ دجی شہودی کا ذکر محل مناسب علم

کلام و در قسم آتی از فلسفه به بر این قطیعه معلوم نموده ایم که  
 بسبب زیادی صفا و قریب لطافت و شدت نورانیت و کمال  
 تجرد نفس نبویه اتصال مستمر بمجرات عالیه و اتحاد کائنات حق تعالی  
 دارد و عداقه بسیار قلیل و مختصرش به بدن عنصری و صیغه مادی  
 که برائت ضرورت تبلیغ رسالت باشمال قوای ظاهریه و  
 بالغیه است به یج وجه عاجب و عایقش نمیشود - چنانکه سائر  
 حجب مادی نیز در مقابل آن شدت صفای نفس عاجب  
 نیست - باین جهت نفس نبویه مشاهد میفرایند کلیه صور  
 مشایه و مثل نوری و اجسام لطیفه غیر مادی و اشکال غیر سیولان  
 اصناف لماکله و انسانی و حی - و سایر مجرات برزخیه را که قابل  
 مرئی شدن برائے انبیاء و اصفیاء میباشد و این مشاهد بطور  
 عادی بواسطه انطباع صور آنها در بنفاسیا (حس مشترک)  
 از طریق خارج بواسطه حس ابصار میباشند - و هم چنین  
 میشوند اصوات و کلمات آنها را از آیات و امکام غیر لایحه دیگر  
 قوا و ظاهریه و باطنیه هر نفسی در وقت وضع و شدت و صفا  
 تابع و متناسب آن نفس می باشند و بنفاد (النفس فی رحتها  
 کل القوی) جمیع قوئی و مشاعر ظاهریه و باطنیه شئون نفس الهیه  
 میباشند پس مشاعر و قوای نفس نبویه که از شئون آن نفس  
 منقسمه میباشند باقوئی و مشاعر سائر افراد بشر با مقدار فرق

کلام و فلسفہ انبیاء میں ہم نے قطعاً برہانوں سے معلوم کیا ہے کہ زیادتی صفا اور فرط لطافت کی وجہ سے اور شدت نورانیت اور کمال جہود کے سبب سے نفس نبویہ مجردات عالیہ کے ساتھ اتصال دائمی اور روح القدس کے ساتھ اتحاد کامل رکھتا ہے اور نہایت کم اور مختصر علما و نفس موصوف کا بدن عنصری اور قلعہ یعنی جسم مادی کے ساتھ جو تبلیغ رسالت کی ضرورت سے تو اسے ظاہری اور باطنی کے استعمال کے لئے ہے کسی وجہ سے عاجب اور مانع نہیں ہوا چنانچہ تمام پرودے مادی بھی شدت صفا سے نفس کے مقابل میں رکاوٹ نہیں کرتے اس جہت سے نفس نبویہ جملہ صور مثالیہ کا اور نمونہ ہائے نوریہ اور اجسام لطیفہ غیر مادی اور اشکال غیر بیولانی اقسام طائغہ اور امتدادی کا اور تمام مجردات برزخیہ کا جو کہ انبیاء اور اصفیاء کے دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں مشاہدہ کرتا ہے اور یہ مشاہدہ عادت کے طور پر ان کی صورتوں کے جس مشترک میں باہر کی طرف سے جس بینائی کے وسیلہ سے چھپ جانے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور اسی طرح ہر ان کی کوازاں اور کلمات آیات اور احکام و فیروہ کو سنتا ہے۔ اسلئے کہ قوار ظاہری اور باطنی ہر ایک نفس کے قوت اور ضعف اور شدت اور رخا میں اس نفس کے تابع اور مناسب ہوتے ہیں اور مطابق اس قول کے (النفس فی وحی تہا مل القویۃ نفس اپنی وحدت میں قوی کاکل ہوتا ہے جملہ قوی اور ظاہری اور باطنی راستے یعنی حواس خمسہ ظاہری اور باطنی نفس ناقصہ

دارد که نفس نبویّه از نفوس سایر بشر فرق دارد و لذای میبندد می  
شنود چیز را که دیگران نمی بینند و نمی شنوند - و بدیهی است که این  
شود مشاهدۀ انبیاء و سماع ایشان بمراتب فوق العاده اقوی تر از  
رؤیت اجسام مادیّه و سماع اصوات مشکوّه بتوجهی هوا که حاصل  
از قریب یا قلع است میباشد زیرا که خطاب برای سایر افراد بشر در  
ابصار و آیات و در سماع اصوات در عالم ماده بسیار واقع میشود  
چنانکه در علم مرایا و مناظر بیان شده است لیکن در مشاهدۀ و  
سماع انبیاء چون مشاهدۀ اعیان نفس حقایق بطور حقیقت واقع  
شده است بواسطه شتت قوت قلبی و فراط معنای نفوس آنها  
پس هیچ وجه خطائے در آنها ممکن نخواهد شد این یک قسم حق است  
که وحی شهودی است و در او وصف مندرج است یکے  
آیاتے که لازم است معانی حکم بعین الفاظ بیغّه که تلقی شده است  
تبلیغ بشود مثل قرآن مجید دوم آنکه عمده مقصود تبلیغ معانی و  
احکام می باشد بر تعبیر کافی و وافی بوده باشد آن را منت و  
حدیث نامیده اند اگر کسی صنف اول را بوحی القرآن یا وحی متکو  
و صنف دوم را بوحی غیر متکو نامیده باشد در تسمیه تراش غیبت

کے مدارج میں پس مشاعر اور قوائے نفس نوحی جو کہ مدارج اُس نفس متقدس کے ہیں تمام افراد بشر کے مشاعر اور قوتی سے اسی مقدار میں فرق رکھتے ہیں کہ جتنا کہ نفس نبوی تمام نفوس بشر سے فرق رکھتا ہے لہذا وہ ان چیزوں کو دیکھتا اور سنتا ہے کہ جن کو دوسرے بشر نہیں دیکھتے اور نہیں سنتے ہیں اور بدیہی ہے کہ انبیاء کے اس قسم کے مشاہدے اور سماعتیں اجسام مادی کی رویت اور آوازوں کی سناعتوں سے جو تلوچ ہوا کے قرع اور قطع سے پیدا ہوتی ہیں بدرجہا فوق العادہ قوی تر ہو کر تے ہیں۔ کیونکہ تمام افراد بشر سے ادبیات کے دیکھنے اور آوازوں کے سنتے ہیں عالم ادبیات میں بہت خطائیں واقع ہوتی ہیں جیسا کہ علم مرایا اور مناظر میں بیان کیا گیا ہے لیکن چونکہ انبیاء کے نفس کے قوتی کی قوت کی شدت اور اُن کے نفس کے صفا کی زیادتی کے سبب سے اُن کا مشاہدہ عین نفس حقائق بطور حقیقت کے واقع ہوتا ہے لہذا کسی وجہ سے اُن کے مشاہدے اور سماعت میں خطائیں نہ ہوں گی یہ ایک قسم دوحی کی ہے جو کہ دوحی شہودی ہے اور اس میں دو منفہ نہ رہتے ہیں ایک آیات کہ لازم ہے کہ اس کے معانی ٹھکر اصل الفاظ بعد میں جڑ ہم تک پہنچے ہیں تبلیغ کے جائیں مثل قرآن مجید دوم وہ جو عمدہ مقصود تبلیغ معانی اور احکام کا ہوتا ہے ہر معنی میں کافی اور وافی ہوتا ہے اس کو سنت اور حدیث کہتے ہیں اگر کوئی حنفی اہل کو دوحی قرآن یا دوحی شلو اور حنف دوم کو دوحی غیر شلو کہے تو ان اسوں سے موسوم کرنے میں تردد نہیں ہے۔



المآتم دوم - وحی انکشافی است و حقیقت آن اینست کہ  
 نفس نبویہ بسبب استغراقش در عالم غیب و اتصال مستمرش  
 بکلیہ مجردات عالیہ و عقول مجرده و سایر عوالم جبروت و ملکوت اعلا  
 و ملکوت ادنیٰ و دہر و سرہ و اعلاہ اش بمراتب ابداع و انزعاج  
 و الواح قدسیہ - مطالب نبویہ از انعوالم و از عقل فعال و غیرہ  
 برائے او کشف میشود - و چوں ایں مجردات محضہ قابل مشاہدہ  
 و البصار عادی نیستند پس ایں علوم منکشفہ و مستفادہ از ایشان  
 برائے نفس نبویہ نظیر انعکاس انوار در مرآہ حاصل میشود لہذا  
 ایں نحو از علوم نبویہ و معلومات غیبیہ اش در حصولش مستغنی میباشد  
 از کلیہ توفی و اصلاً امکان ندارد انعکاس انہا در آلات مادیہ و  
 انطباعش در قوای نفسانیہ از قبیل جلیدیہ و بنطاسیا (حس  
 مشترک) و خیال و غیرہ حتی از طریق داخل چنانکہ بعض فلاسفہ گفتہ اند  
 زیرا کہ انعکاش و انطباع در حس مشترک کہ مانند آئینہ ذو جہین است  
 از طریق داخل نقطہ در امور ممکن است کہ خیال و دہم مدخلیت  
 در انہا داشتہ باشند کہ بسبب قوت خیال و شدت و اہمہ ازراہ  
 داخل در بنطاسیا (حس مشترک) منتش و منطبع میگردد و  
 حالت مشاہدہ حاصل میگردد چنانکہ در میکسکس و مجاہین و بعض  
 مرتاضین از اصحاب شطیحات پیدا میشود لیکن چون علوم نبویہ  
 مذکورہ صرف انکشاف حقایق و اقصیہ ماعیانہ از روی حقیقت و

لیکن قسم دوم وحی انکشافی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس  
 نبوی پر عالم غیب میں اپنے استغراق کی وجہ سے اور کلیہ مجردات  
 عالیہ اور عقول مجردہ اور جملہ عوالم جبروت اور ملکوت اعلیٰ اور  
 حکومت ادنیٰ اور دہر اور سرمد کے ساتھ اپنے دائمی اتصال کمال کے  
 سبب سے اور ابداع اور اختراع اور الواح قدسیہ کے مراتب پر اپنے  
 اعلا کی جست سے اور عقل تعالیٰ وغیرہ کے ذریعہ سے نون عالموں کی  
 پوشیدہ باتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں اور چونکہ یہ تجربات محض مشاہدہ اور  
 عادت دیکھنے کے قابل نہیں ہیں پس یہ علوم جو ان سے ظاہر اور مستفاد  
 ہوتے ہیں نفس نبی کے لئے مرایا میں ضوون کے انعکاس کی مانند  
 حاصل ہوتے ہیں۔ لہذا نبی کے اس قسم کے علوم اور اس کے مخلوقات  
 فیہی اپنے حصول میں جملہ قوی سے مستغنی ہوتے ہیں اور ان کا انکشاف  
 آہستہ مادی میں اور انطباع قوای نفسانی میں خلل پرہ جلییدی اور جس مشترک  
 اور خیال وغیرہ کے یہاں تک کہ راہ داخل سے جیسا کہ فطرت کہتے ہیں  
 ہرگز ممکن نہیں ہے اس لئے کہ جس مشترک میں اشتقاق اور انطباع جو  
 مانند آئینہ دو رویہ کے ہے فطرتی داخل سے نون امور میں ممکن ہے  
 کہ خیال اور وہم جنہیں کوئی دخل رکھتے ہوں کہ قوت خیال اور شدت واہمہ  
 کی وجہ سے داخل کی راہ سے مشترک میں منتقل اور منطبع ہو جاتا ہے اور حالت  
 مشاہدہ حاصل ہوتی ہے جیسا کہ خبر میں (انعکاسات) انساب میں درم از تریہ  
 کہ جس سے پذیراں ہوتا ہے، یعنی ہر سام کے احوال اور مخزنوں اور بعض یہ نسبت یہ

واقعیت از تاجیه مجزوات محضه بانکاس حقیقی در نفس نبویه حاصل  
میباشد و اصلاً قوه و هم قوه خیال را در حصول آن مدخلیت  
نیست پس انطباع بصورت آنها در حس مشترک ممکن نخواهد بود.  
از این پس مختصر معلوم شد بطور این آنچه بعضی بزرگان فلاسفه و  
سوفیه در موضوع وحی گفته اند و مردم را بفضالت انداخته اند  
مختص مآل فلاسفه اینست چون حس مشترک مانند آینه دو  
رود و وجه داخل و وجه خارجی دارد پس انطباع صورتها در آن از  
طریق داخل نیز ممکن است مثل طریق خارج و چون حقیقت  
ابصار و مشاهده همان انطباع صورت در حس مشترک میباشد  
اگر چه از طریق داخل بوده باشد و شرط نیست از طریق خارج  
بوده باشد زیرا که مشاهده بالذات همان صورت منطبق در حس  
مشترک است و صاحب آن صورت که در خارج و مادی  
میشود مشهور بالعرض است پس نفوس نورانی تا بجای  
قلوب علائی جسیه و حواجز مادی و بسبب احاطه آنها بخواص  
متناهی اتصال بمادی عالیه دارند آنچه بسبب این اتصال  
از عالم غیب بصورت کلیه اخذی نمایند قوه خیال که محاکات  
درا و طبیعی میباشد آن صورت کلیه را در خود خیال بصورت جزئی  
منطبق می نماید و چه حس مشترک متعلق می نماید پس محسوس و مشهود  
میشود زیرا که حقیقت احساس و مشاهده انتقالش و انطباع

کرنے والے اہل شطیات و مجذوب میں ظاہر ہوتا ہے لیکن  
 چونکہ علوم نبویہ کو مافوق فائق و انعب کا انکشاف ہے جو اپنی حیثیت کے  
 از روئے حقیقت و واقعیت مقام مجردات و مجردات سے بڑھ کر انکشاف حقیقی کے  
 نفس نبویہ میں حاصل ہوتا ہے اور اصل میں قوت و ہم اور قوت خیال کو  
 اس کے حاصل کرنے میں کوئی دخل نہیں ہوتا پس ان کی صورت کا  
 اطلاع جس مشترک میں ممکن نہ ہوگا اس بیان مختصر سے اس کا بطلان  
 ہو گیا چونکہ بعض بزرگان فلاسفہ اور صوفیہ نے موضوع وحی کے بارہ  
 میں کہا ہے اور آدمیوں کو مگر ابی میں ڈالا ہے یہاں فلاسفہ کا خلاصہ  
 یہ ہے کہ جس مشترک ایٹم دور کی مثل ہے روحی و داخلی اور روحی و  
 رکھتا ہے پس لطیف باطنی صورتوں کا داخل کے راستہ سے بھی ہونا ممکن ہے  
 جیسا کہ باہر کے راستہ سے اور چونکہ حقیقت دیکھنے اور مشاہدہ کی وہی صورت  
 کا جس مشترک میں چھپ جانا ہوتا ہے اگرچہ اندکی طرف سے کیوں نہ ہو اور یہ  
 شرط میں ہے کہ خارج سے ہی ہو کیونکہ مشاہدہ بالذات وہی  
 صورت و اطلاع جس مشترک میں ہوتی ہے اور صاحب اس صورت کا جو باہر ہے  
 اور مادی ہے وہ مشہور بالعرض ہے پس نفوس نورانیہ و انبیاء و ائمه علیہ السلام کے  
 سبب سے اور مادی رکاوٹوں کی وجہ سے اور جانب متجاوزہ کی طرف مبادی  
 کے ساتھ انکے گھیر لینے کی جست سے اتصال رکھتے ہیں اور چونکہ اس اتصال کے سبب  
 سے عالم غیب سے بصورت کلیہ اندکے تھے قوت خیال جس میں حکایت یعنی نقلی  
 طبعی ہوتی ہے اس صورت کے کو خود خیال میں بصورت جزئیہ مطلع کرتی ہے اور

صورت در تن مشترک میباشد خواه بطور صعود از عالم ماده  
 بواسطه حس ابصار یا ظاهری بوده باشد و خواه بطور نزول از  
 عالم نفس به خیال و حس مشترک از طریق داخل باشد و همچنین  
 است حال سائر اصوات فلاسفه این را وحی صریح نامیده اند  
 یعنی وحی را شبیهه اولیاء مبرزین توهم نموده اند و این عقیده باطل  
 است چنانچه بسبب بطلان آن اشاره نمودیم گفتیم که افعال قوه  
 خیال و واهمه را در وحی انکشافی بالاتصال که بوسیله واسطه تلقی  
 میشود هیچ حقیقتی نمی باشد و محاکات قوه خیال در عالم نفس  
 منحصر است بافعال ایجادیه نفس از تصورات و افانات جزیه  
 و تطبیق کلی بر افزودن قطعه و در این مقام ممکن نیست و در  
 وحی شهودی از طریق خارج الطبیاع صور و اصوات و حس مشترک  
 حاصل میگردد نه از طریق داخل به تفصیلیکه بیان نمودیم -

فلاسه چون قاعده الواحد لا یصدق منه الا الواحد  
 را مسلم دانسته اند و بگویند همین قاعده و براسه رابطه حادث بقیم  
 عقول عشره مجرزه اثبات نموده اند انهارا عقول طولیه نامیده  
 اند بجهت اینکه هر عقل سابق را علت وجود عقل لاحق تصور نموده  
 اند و عقل حاضر را که عقل فقال نامیده اند بدتر کلیه عالم گویند دانسته اند

حس مشترک کی طرف منتقل کرتی ہے پھر محسوس اور مشہد ہو جاتی ہے کیونکہ  
 احساس کی حقیقت اور انتفاش کا مشاہدہ صورت کا حس مشترک میں طبع ہو  
 جاتا ہوا کرتا ہے خواہ بطور محدود عالم اور سے بذریعہ حس نظر ظاہری کے ہو یا  
 بطور ترول عالم نفس سے خیال اور حس مشترک کے ساتھ اندر کے راستہ سے  
 ہو اور یہی حال آوازوں کے سننے کا ہے۔ فلاسفہ نے اس کا نام وحی صریح  
 رکھا ہے یعنی وحی کو برسام کے پیاموں کے ادغام کے شبیہ تو ہم کیا ہے  
 اور یہ عقیدہ باطل ہے چنانچہ اس کے باطل ہونے کے سبب کی طرف ہم نے اشارہ  
 دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ اصل میں قوت خیال اور واہمہ کو وحی انکشافی یا اتصالی  
 میں چونکہ بے واسطہ حاصل ہوتی ہے کوئی دخل نہیں ہے اور عالم نفس میں  
 قوت خیال کی نقال اُن افعال پر منحصر ہے جو کہ نفس تصورات  
 اور اذعانات جزئی اور نقطہ افراد پر تطبیق کلی سے ایجاد کرتا  
 ہے اور اس مقام میں یہ ممکن نہیں ہے اور وحی شہودی میں خارج کے راستہ سے  
 محدود کا نقش اور تواریر حس مشترک میں حاصل ہوتی ہیں طریق داخل سے نہیں جیسا  
 کہ ہم نے متصل بیان کر دیا ہے۔

فلاسفوں نے چونکہ یہ کلیہ تسلیم کر لیا ہے کہ واحد سے صرف  
 واحد شے نکل سکتی ہے اور اسی قاعدہ کے ماتحت اور حادث  
 کا ربط قدیم کے ساتھ قائم کرنے کو مقول عشر و مجرہ کو ثابت کیا ہے اور ان  
 کا نام مقول طولیہ رکھا ہے کیونکہ ہر عقل سابق کو عقل لاحق کی علت  
 مانتا ہے اور عقل بالشرکوس کا نام عقل قبل رکھا ہے تاہم عالم کوئی گاہ تبرجھا

بنابر این اصول خودشان وحی را نیز منحصر مأخوذ از عقل نقال دانسته اند و گفته اند که جبرئیل در لسان شارع عبارت از عقل نقال می باشد و عقل نقال مجرد صرف است قابل مشاهد و انطباق در قوای نفسانیہ هیچ وجه نمی باشد لهذا مجبور شد و گفته اند که مشاهد و احساس جبرئیل یعنی عقل نقال بواسطه خیال بطریق انطباق داخله حاصل شده است۔

ما میگوئیم۔ اولاً ما معتقد بودیم بجزوات صرف و مجردات مثالی می باشیم بک اعداد اتقول عشره و علیت ہر سابقی آنرا برای لائق مدبر پدید عقل عاشر و عقل نقال، برای کل عالم تکوین ہر دعادی بدو دلیل می باشد چنانچہ در علم فلسفہ تفصیلاً اثبات نموده ایم۔

ثانیاً عبارت بودن جبرئیل در لسان شارع از عقل نقال نیز از عاقل ہر دین دلیل است۔ دلیل عقیدہ و تقیہ باین معنی نیست بکہ از عقل و شرع خلاف ایشمعنی ثابت شده است در سورہ (الانجم) آیات ۱۷ و ۱۸ ملاحظہ شود

ثالثاً منحصر دانستن وحی بیک قسم مأخوذ از مجردات سبب وجہ است چنانکہ در بیانات معلوم شد کہ وحی شہوی قسم دیگر است علیحدہ۔

اپنے اس اصول کی بنا پر وہی کو بھی عقل فقال سے مأخوذ ہونے پر منحصر سمجھا ہے اور یوں کہا ہے کہ جبریل مسموع شارع میں عقل فقال سے مراد ہے اور عقل فقال جو مجرد صرف ہے مشاہدے کے اور تواری نفسانیہ میں انطباع کے قابل کسی درجہ سے بھی نہیں ہوتی اس لئے فلاسفہ مجرد ہو گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبریل مسموع عقل فقال کا مشاہدہ وحاسہ خیال کے درجہ سے انطباع داخلی کے طریق سے حاصل ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ اولاً ہم وجود مجردات صرف اور مجردات مثالیہ کے معتقد ہیں لیکن عقول عشرہ کی تعداد اور ان کے ہر سابق کا ہر لاحق کے لئے علت ہونا اور عقل عاشع (عقل فقال) کا کل عالم تکوین کا مدبر ہونا یہ تمام دعادی بلا دلیل ہیں چنانچہ علم نفسہ میں ہم نے تفصیلاً ثابت کیا ہے۔

ثانیاً جبریل کا مسموع شارع میں عقل فقال سے تعبیر کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے کوئی دلیل عقلی یا دلیل نقلی اس کے متعلق نہیں ہے بلکہ عقل اور شرع کی رو سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔

سورہ النجم آیات ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ ملاحظہ ہوں۔

ثالثاً دجی کو ایک قسم میں منحصر جانا بھی مأخوذ از مجردات جانا بے درجہ ہے جیسا کہ ہمارے بیانات سے معلوم ہوا کہ وہی شہودی ایک دوسری علیحدہ قسم ہے ♦



## بیان الہام

الہام چار قسم است

اول۔ الہام فطری است کہ از شئون تکوینیہ است  
مثل اینکه باری تعالیٰ بخلقت عقل فطری برائے نفس باطنیہ  
الہام خیر و شر و خیر و تقویٰ فرمودہ است سورہ الشمس آیہ ۸  
و مثل الہام وحی نحل کہ سابقاً ذکر شد۔

دوم۔ الہام حدسی است چون نفوس بشریہ برائے  
استکشاف حقایق و استفاضہ علوم نظریہ از مبادی مایہ محتاج  
می باشند بقوہ خیال و بفکر و ترتیب مقدمات و حدود و سطی  
و تنظیم اولہ و برابریاتیہ و نتیجہ تا اینکه بہ نتائج انہا برسند مکن  
از کیا، ما کا ہے بطریق حدس نتیجہ وحدہ وسط و نتیجہ حاصل میشود  
باسرع وقت این است الہام حدسی۔

سیتم الہام خطوری است برائے ہمہ بشر بطور افعال  
فروری است و مبادی صدور کلیتہ افعال بشری باشد بعد از  
خطور تصور قائمہ و ملائمت یا منافرتش میشود و از ان تصور  
قائمہ ملائمت شوق حاصل میگردد و از مائکتہ شوق عزم حاصل  
میشود و از قوت عزم جزم پیدا میشود بعد از ان انبعاث  
عضلات میشود فعل حاصل گردد۔

چهارم۔ الہام التنبؤیہ است کہ عمدہ مقصود ما نیست

## بیان الہام

الہام چار قسم کا ہے

اول الہام فطری ہے کہ تکوین کی شان سے ہے مثل اس کے کہ باری تعالیٰ نے عقل فطری کے ساتھ نفس ناطقہ کے واسطے الہام خیر اور شر اور فجور اور تقویٰ فرمایا ہے مثل سورہ وشمس آیہ اور مثل الہام وحی نمل کہ سابقاً ذکر ہوا (ص ۷)

دوم الہام حدسی ہے چوں کہ نفوس بشری حقائق کے دریافت کرنے کے لئے اور علوم نظریہ کے مبادی عالیہ حاصل کرنے کے لئے قوہ خیال اور فکر اور ترتیب مقدمات اور حدود و سطح اور تنظیم ادقہ اور براہین بقیہ اور بقیہ کے محتاج ہیں تاکہ ان کے نتائج کو پہنچیں لیکن اذکیا کو کبھی حدس کے طریقے سے نتیجہ اور حد اوسط دفتہ حاصل ہو جاتے ہیں جس میں دیر نہیں لگتی ۲ الہام حدسی ہے۔

سوم الہام خطوری ہے۔ تمام آدمیوں کو خطور افعال ضروری ہے اور خطور اول میں ایک بات کا آنا محدود کلیہ افعال بشر کا مبداء ہوتا ہے فائدہ و طاقت و پسندیدگی یا منفرت کا تصور دل میں فعل کے خیال آنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور اس تصور سے فائدہ اور ملائمت سے شوق حاصل ہوتا ہے اور شوق کے تاکد سے عزم حاصل ہوتا ہے اور قوہ عزم (ارادہ سے جزم) (مستطال) حاصل ہوتا ہے۔ بعد اس کے عضلات میں اجرائے حرکت ہوتا ہے۔

چارم الہام نوتہ ۱۔ یہی اصل مقصد ہا محنت کا ہے

و آن بر دو قسم است

اول امام نتائج . دوم امام مبادی

اول اینست که نفوس شریفه انبیاء از حیث قوت و

شدت صفا و فیاض فطری در مرتبه یکا و زیاده ای نباشد و علم حسنه بلکه بالاتر از آن می باشند و حاجتی بمسائل فکری از قوه خیال ندارند - لهذا دفعتاً انبعاث نتائج نظریه و علوم حقیقیه و معلومات و افعیه بدون حجاب و تردید بطور عین الیقین بآمون از هر خطا و غلطی در نفوس نبویه حاصل میشود بدون توسط ملک یا مشایده -

دوم اینست که چون بمقادیر کلّی بعمل علی شاکله نبویه خطورات قلبیه بشر اثرات فطرت و رشحات لطینت و یا ثمرات ملکات کتبه میباشد و هر خطوریه فقط مقتضی است برای صدور فعل علت تامه نیست باین سبب هیچ اعتراضی بر اخبار و احادیث لطینت متوجه نمیشود -

پس خطورات نفس نبویه که از رشحات آن نفس متحصّله است و از ملکات حاصله از مدرّس و علمک مالک تک تعلم ناشی میشود و ثمره اخلاق سامیه انک لعلی خلق عظیم می باشد با تکیه مبادی صلاح مجتمع بشری و موجب سعادت عمومی است در هر دو نشاء

اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔

## اول الہام نتائج دوم الہام مبادی

اول یہ ہے کہ انبیاء کے نفوس شریفہ قوت اور شدت صفا

اور فیاض فطری کے سبب سے مرتبہ میں یکاد زیتہا بعضی دلولہ نمسہ (مغریب ہے کہ آگ روشن ہوئے اس کا تیل اگر چراگ نے نہ چھو آہو بلکہ اس سے بھی بالاتر ہوتے ہیں اور قوا خیال کی آتش فکر سے اتصال کی حاجت نہیں رکھتے لہذا نفوس نبویہ کو دفعتاً نتائج نظر پر کی براہیگیگی

اور علوم حقیقیہ اور معلومات واقعیہ بلا حجاب اور تردید کے اور بطور میں یقین اور ہر خطا اور خلاف سے محفوظ رہتا وسط ملک یا مشاہدہ حاصل ہوتے ہیں دوم الہام مبادی یہ ہے کہ بموجب شخص اپنے طریق پر کام کرتا ہے

تمام خطورات قلبی بشر فطرت کے اثر اور طینت کے قطرے لہذا مکات کتبہ کے پھل ہوتے ہیں اور ہر خطور فقط صدور فعل کا متغنی ہوتا ہے لیکن علت قائمہ نہیں ہوتا اس لئے کوئی اعتراض اخبار اور احادیث طینت پر نہیں ہوتا۔

پس نفس نبویہ کے خطورات جو کہ اس نفس مقدسہ کے قطرات ہوتے ہیں اور مکات حاصل تعلیم گاہ و علم ملک مالم یکن تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں اور اخلاق سامیہ کے ثمراتک فعل خلق عظیم سے تمام تر جماعت بشری کی صلاح کے مبادی اور سعادت عمومی کے موجب دونوں جہاں میں ہوتے ہیں۔

انہیست اہام مبادی فرق ہر دو قسم الہام النبویہ یا ہر  
دو قسم وحی النبویہ واضح است۔

## مطلب سیم

میزان صحت قول مدعی وحی و نبوت اجتماع امور

است۔

اول آنکہ باید متصف بوده باشد بکلیہ اوصاف حمیدہ  
و خصائل محمودہ و جمیع مکارم سامیہ۔ مثل شرف نسب و  
علیت و عصمت و عقلیت و شجاعت و بہادری باشد از  
عیوب منفردہ خلقاً و خلقاً و اصلاً و فرعاً و فاعلاً امور قبیحہ نہا۔  
دوم۔ آنکہ بنی مسلم النبوتہ تکذیب نفرمودہ باشد نبوت  
آں مدعی نبوتہ را نہ بعنوان خصوص و نہ بعنوان عمومی مثل  
لا نبی بعدی زیرا کہ در این صورت عقل فطری حکم کند  
آں مدعی خواہد کرد۔

سیم۔ آنکہ تعالیم آں مدعی منافی و مخالف با مستقذات  
احکام عقلیہ نبودہ باشد مثل شرک، تعدد الہ، و عبادت  
غیر خداے تعالیٰ، از این جہت بعضی کتب مقدسہ مثل این  
قبیل تعالیم مخالفہ را تحریف شدہ میدانیم۔

چہارم۔ آنکہ باید اظہار مجرہ و عارقی عادت نہ نماید یعنی  
خداے تعالیٰ بدست او عارق عادات اظہار بفرماید تا اینکہ

یہ الہام مبادی ہے۔ دونوں قسم کے الہام النبویہ کے فرق  
مع دونوں قسم وحی النبویہ کے واضح ہیں ۔

### مطلب سیم

مدعی وحی اور مدعی نبوت کے قول کی صحت کی میزان چند امور  
کا معیار ہوتا ہے۔

اول یہ کہ وہ مدعی کینہ اوصاف حمیدہ اور خصال محمودہ اور  
کل مکارم سامیہ مثل شرف نسب و اعلیٰ و عصمت و اقلیت  
و شجاعت سے متصف ہو اور نفرت دلانے والے عیوب سے خلص  
اور خلصاً اور اصلاً اور فرعاً مبرا ہو اور امور قبیحہ کا ترکب نہ بننا ہو  
دوم یہ کہ بنی مسلم الثبوت نے اس مدعی نبوت کی نبوت کی تکذیب  
بخصوصی طور پر نہ عمومی طور پر مثل لانی بعدی نہ فرمائی ہو کیونکہ  
اس صورت میں عقل فطری اُس مدعی کے کذب پر حکم لگاتی  
ہے۔

سیم یہ کہ اس مدعی کے تعلیم احکام غیبیہ مستقل کے مٹانی  
اور مخالف نہ ہوں مثل شرک تعددِ اولیاء اور عبادات غیر خدا کے تعلق  
ہم اس لئے بعض کتب مقدسہ کو جو اس قسم کی تعلیم مخالف پر  
مشتمل ہیں تحریف شدہ سمجھتے ہیں۔

چہارم یہ کہ مجوزہ اور خارق عادات دکھلائے یعنی خدایتجا  
اُس کے لائق سے خارق عادات ظاہر فرمائے۔ یہاں تک کہ

انعام و مغلوبیت اولازم نیاید -

پس! در قرآن مجید برائے انبیاء معجزات و خوارق  
 عادات اثبات فرموده است از قبیل ید بیضاء و قرق بحر و  
 و قلاب عصا با زردی و احیاء موتی و ابراهیم و اکت و ابراهیم و اکت  
 ناکه از معجزه عصا و امثال اینها و چون رسول اکرم صلی الله علیه و آله بشخص قرآن مجید  
 اشرف و اعظم و خاتم انبیاء می باشد پس البته معجزه اش نیز  
 اشرف و اعظم از معجزات مذکوره سائر انبیاء می باشد و  
 همتی در ثبوت معجزه عظمایش اجمالاً کافی است اگر چه تفصیل  
 و تعیین آنها را ذکر ننماییم زیرا که معقول نیست در کلام آیهی  
 ان همه معجزات برائے دیگر انبیاء اثبات نماید و خودش که  
 اشرف و اعظم از همه آنها بوده باشد نظیر معجزه آنها را اظهار  
 فرموده باشد بلکه اعظم از معجزات آنها نداشته باشد - بلی  
 هرگاه کسی معجزه نداشته باشد معجزات انبیاء را نیز انکار نماید  
 تا بتواند ادعا کند که نبی بلا معجزه است مثل موسی بن مزهیب  
 باطله از قبیل فرق ضلالت بهائیه و امثال آنها و اگر بعض اتباع  
 آنها بعد از مدتی فهمیده است که اساس نبوت بدون  
 معجزه غلط است برائے اغفال عوام الناس نفوذ و پیش  
 رفت یا معجزه قرار داده است فهمیده است که ثبات اندام  
 لازم از اوضاع مقامات است پس غلط شمع و انفع از غلط متبعوش می باشد

اُس کا لا جواب ہونا اور اُس کی مطلوبیت لازم نہ آئے۔

اسناد قرآن مجید میں معجزات اور خوارق عادات انبیاء کو ثابت فرمایا ہے جیسے یہ بیضا فرق بحرِ قلب عصا بالروح اور مودوں کو جملانا اور اندھے اور مہر و س کو تندہ رست کرنا اور سخت پتھر سے ناقہ کا نکالنا وغیرہ اور چونکہ رسول اکرم نفع قرآن مجید سے اشرف اور اعظم انبیاء ہیں۔ پس البتہ آپ کا معجزہ بھی اشرف اور اعظم معجزات مذکورہ تمام انبیاء سے ہوگا اور یہی آپ کے معجزہ عظمیٰ کے ثبوت میں مجملہ کافی ہے اگرچہ ان کی تفصیل اور قیاس کا ہم ذکر نہیں کرتے کیونکہ یہ بات مستعمل نہیں ہے کہ کلام الہی میں تمام معجزات دوسرے نبیوں کیسے ثابت کریں اور خود جو اشرف قیام ہوا ان کے معجزوں کی نظیر باہر نہ ملے گی۔ بلکہ اُن کے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ مذکور ہے ہواں جس وقت کئی شخص معجزہ دکھاتا ہو وہ دوسرے قیام کے معجزوں سے انکار کرتا ہے کہ یہ دعویٰ کر سکے کہ نبی بلا معجزہ ہے جیسے مذاہب باطلہ کے ہانی مثل فرقہ گمراہ بھائی اور مثل بن کے اور اگر بعض ان کے پیروعت کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ بنیاد نبوت کی بلا معجزہ غلط ہے تو لوگوں کو ماضی کرنے کے لئے نفوذ اور ترقی کو معجزہ قرار دیتے ہیں اور نہیں سمجھتے ہیں کہ ثابت کرنا خاص ملزوم کا اہم لازمہ کے ذریعہ سے ظاہر ترین مغالطہ ہے اور یہ غلط قیاس تراود افصح تر اس کے ماننے والوں کی غلط کاری سے ہوتا ہے۔



قرآن مجید در بلاغت و فصاحت و محتویاتش اعظم ترین  
معجزات می باشد که ان عارف الهی و مصلح اعظم دینی و  
اجتماعی و مخبر از مغیبات خاتم انبیاء صلی الله علیه و آله و سلم  
در مقام تحدی آورده است و دعوتش بر ضد ادیان و اخلاق  
و عادات و ریاست و سلطنت و اہوار ان مردم بوده است  
و ازل فصاحت عالم که تخصیص در فصاحت و بارع در  
بلاغت و اہل لسان و خبرہ و صاحبان سلطنت و صولت و  
اقتدار و ثروت بودند ہمیں قدر قانع شد کہ یک سورہ نظیر قرآن  
را بیاورند تا اینکه از دعوائی خودش دست بردار و اہل فصاحت  
نتوانستند و عاجز شدند و حاضر شدند بکشتہ شدن اسادت  
عیال و اولاد و اضمحلال ثروت و سلطنت و عقائدشان و  
نتوانستند یک سورہ نظیر قرآن را بیاورند تا محفوظ بمانند  
ہمیں مجر ایشان بران بزرگے می باشد برائے اثبات اعجاز  
قرآن شریف بے اتان کہ اہل لسان و خبرہ بودند نفہمیدند و  
شناختند فصاحت و بلاغت خارج از حد طاقت بشر را  
انہا مانند فیر اہل لسان از مستشرقین اورپا و متعرجین سائر  
ملاک نہ بودند کہ نفہمیدہ تزیینی الفاظ و تحسین عبارات و تنسیق  
کلمات را فصاحت و بلاغت پندارند نفہمیدہ اعتراضات نمایند  
شعر عجب نبود کہ از قرآن نفہمیش نیست جز حرفی کہ از خورشید

قرآن مجید اپنی بلاغت اور فصاحت اور مضامین کے اعتبار سے اعلیٰ ترین معجزہ ہے کہ اس خدا شناس اور مصلح اعظم دینی اور دنیوی حالات غیب خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام مقابلہ میں پیش کیا ہے اور اُس کی دعوت بر خلاف دینوں اور اخلاقوں اور عاداتوں اور ریاستوں اور سلطنتوں اور ہوا کے نفسِ ان آدمیوں کے رہی ہے اور اُن نصیبیوں عالم سے جو کہ فصاحت میں مخصوص تھے اور بلاغت میں بڑے ہوئے تھے اور اہل زبان اور صاحبانِ علم کامل اور صاحبانِ سلطنت اور صولت اور اقتدار اور ثروت تھے صرف اسی قدر پر قناعت کی کہ ایک سورہ نظیر قرآن کا لایں تاکہ آپ اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں نصیبی نہیں لاسکے اور عاجز ہو گئے اور مارے جانے لگے اور عیالِ اطفال کے قید ہونے کو اور دقت اور سلطنت اور اپنے عقاید کے مضحمل ہونے کو قبول کیا اور ایک سورہ مثل قرآن کے پیش نہ کر سکے تاکہ محفوظ رہتے پس یہی ایسی عاجزی اعجاز قرآن شریف کے ثبوت میں دلیلِ بزرگ ہے۔ ہاں وہ لوگ جو اہل لسان اور عالمانِ کامل تھے سمجھ گئے اور جان گئے کہ یہ فصاحت اور بلاغت حد طاقتِ بشر سے خارج ہے وہ لوگ غیر اہل زبان مستشرقین یورپ اور تمام ممالک کے عربی دانوں کی مانند نہ تھے کہ بغیر کچھ ہوئے الفاظ کی ملتج کاری خوبی عبارات ترتیب کلمات کو فصاحت اور بلاغت تصور کرتے ہیں اور کچھ ہوئے عرض کرتے ہیں شعریات کی باتیں کو بڑبڑا کر کہہ کر کوئی

جز گرمی نه بیند چشم تابینا - انما شایسوار این میدان فصاحت  
و بلاغت و انشاء کنندگان احوال معلمات بعد بودند دانستند  
که در موضوعات سامیه موجوده در قرآن شریف از انحاء تعالی  
و فنون معارف و انواع علوم و معنیات با آن خواهان مقاومت  
مسک و اطرا و بحری و مطابقت مقتضیات احوال بر آیه  
بشریک آیه ممکن نیست بتواند نیکران را بگوید غزل و حماسه  
و نسیب و مدح و تشبیب نه بود تا که خیالات فصاحت عرب  
باند وجه برسد - باین جهت انها در توقف حیرت و دہشت  
ایستادند از شدت مہوتی از غارتش سحرش نامیدند بعد تسلیم  
شدند چنانکہ سحرۃ فرعون چون اہل خبر بودند از مشاہد و اعجاز  
کلیم اللہ مہوت و تحیر شدند - بے اہل لسان و اہل خبر  
فہمیدند و مہوت شدند و قتیکہ دیدند کہ از ہمیں حروف میست  
و ہشتگانہ و از ہمیں کلمات مألوف و متلفہ از اہل حروف قدرت  
خداوندی ترکیب و تألیف ایجاد نموده است بشر و اقوۃ سعادت  
ان نیست - لہذا عاجز ماندند اگر یک آیه در معارضہ گفتہ بودند  
تاریخ ان را ضبط میکرد -

ایں نبی اعظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صاحب معجزات غلظی  
تعالیم و قوانین و احکامی از جانب حضرت رب العزۃ جلّت غلظتہ

سواگری کے اندھا کچھ نہیں پاتا۔ وہ عرب کے لوگ تو فصاحت اور  
 بلاغت کے میدان کے شہسوار اور سب سے معلقہ سی نکلنوں کے کہنے  
 والے تھے وہ سمجھ گئے تھے کہ اس طرح کی استقامت مسک اور  
 روانی بیان اور مطابقت مقتضیات احوال کے ساتھ طرح طرح  
 کے حقائق اور فنون معارف اور قسم قسم کے علوم اور انور فہم کے تعلق  
 قرآن مجید کے بلند مضامین میں کہ ممکن نہیں ہے کہ انسان ایک ایسے  
 کی بھی نظیرہ سکے۔ غزل حساست (بہادری) توصیف زنان  
 مدح تشبیب نہ تھی تاکہ خیال فحائے عرب اس درجہ تک پہنچتے  
 اتنے وجہ سے وہ مقام حیرت اور خوف میں کھڑے رہ گئے شدت مہوتی  
 سے اور اس کی خارقیت سے سحر کئے گئے اور بعدہ مان گئے جس  
 طرح پر فرعون کے جادوگر جو بڑے بڑے کامل تھے اعجاز کلیم اللہ  
 کو دیکھ کر مہوت اور متحیر ہو گئے۔ ہاں اہل لسان اور کاملین علم  
 سمجھ گئے اور مہوت ہو گئے جس وقت انہوں نے دیکھا کہ انہیں  
 ۲۸ حرفوں میں سے اور انہیں کلمات رائجہ اور مرکبہ محدود میں  
 سے قدرت خداوندی نے ایک ترکیب اور تالیف ایجاد کی ہے  
 بشر کو قوت اس کے مقابلہ کی نہیں ہے لہذا عاجز رہے اگر ایک  
 آیت بھی اس کے مقابل کہتے تو تاریخ میں لکھا ہوتا۔

یہ تہی اعظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صاحب معجزات عظمیٰ تعلیم  
 اور قوانین اور احکام حضرت رت العزیز جلالت عظمت،

آوردہ است کہ برائے عموم بشر در جمیع اقطار و اعمار  
واکنہ و از منہ تا قیام قیامت کافی است و بہمین جہتین  
اسلام ناسخ جمیع ادیان و خاتم ادیان است۔

بالتفصیل فلسفہ دیانت و تشریحی تجدد ادیان و بسبب  
عقلی خاتمیت دین اسلام را مفصلاً در رسالہ مخصوصہ ذکر  
نمودہ ایم ایں مقام گنجائش بسط و تفصیل ندارد۔

اجمالاً میگوئیم تعالیم و قوانین دین اسلام روی یک  
اساس متین و محکم از حکمت بنا شدہ است کہ لے الہیہ  
ہیچ وجہ رخنہ و ترغیع در اں ممکن نیست مبادی اسلام  
بالتام مطابق عقل فطری عاری از شوائب اوام است و  
مبنی می باشد بر اساس مستحکم حسن و قبح عقلی کہ ساری است  
در عموم بشر و ذوی العقول در جمیع از منہ و اکنہ و تہرا می باشد  
از کلیہ خرافات اعتقادات و فاسدات عادات و انکافات  
عنصری و قومی ایں امتیاز برائے ہیچ یک از ادیان و شرائع  
سماویہ حاصل نیست۔ لہذا دعوت بسوی دین اسلام  
عمومی و ابدی شدہ است۔

ف  
ارکان تعالیم اسلام۔ اول اقرار بصفات واحد و اعتراف  
بہدایت بطورے صریح و واضح مقرر شدہ است کہ  
مزید بر اں تصور و معقول نیست۔ لہذا در توحید انصلاً

کی جانب سے لائے ہیں کہ عموم بشر کے لئے جمیع اقطار اور  
امصار اور کمز اور ازمہ میں تاقیام قیامت کافی ہیں اور اسی  
وجہ سے دین اسلام تمام دینوں کا تاریخ ہے اور تمام دینوں کا خاتم ہے  
ہم نے فلسفہ دیانت کی تفصیل اور حجتہ ادیان کا سبب عقل  
خاتیت دین اسلام کو مفصلاً رسالہ مخصوصہ میں ذکر کیا ہے یہ  
مقام بسط اور تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

اجمالاً یہ ہے کہ تعلیم اور قوانین دین اسلام ایک اساس  
منفیوط اور محکم حکمت پر مبنی ہیں کہ ابد تک کسی وجہ سے اس  
میں رخنہ اور جنبش ممکن نہیں مبادی اسلام تمام مباحث مطاعی عقل  
فطری ہر مشبہ اور فہم سے خالی ہیں اور بنیاد مستحکم  
حسن اور قبح عقل پر مبنی ہیں جو کہ عموم بشر اور ذوی العقول تمام  
زمانوں اور مقاموں میں جاری اور ساری ہے اور کلیہ خرافات اعتقادات  
اور فاسدات عادات اور عنصری اور قومی طاؤلوں سے پاک ہے  
یہ امتیاز کسی ایک دین کے لئے دینوں میں سے اور شرایع  
میں سے کسی شرع سادہ کو حاصل نہیں ہے لہذا دعوت  
طرف دین اسلام کے عمومی اور ابدی ہے۔

ارکان تعلیم اسلام یہ ہیں۔ اول اقرار صانع واحد کا اور اقرار  
قیامت کا ہے۔ یہ امور ایسے مرتج اور واضح طریق کے ساتھ مقرر ہوئے  
ہیں کہ اس سے زماوہ تصور اور معقول نہیں ہیں۔ لہذا آوحد من خدا

غرضی و شوائبی از حلول و اتحاد و تشبیه و تعطیل و امثال  
انها که در ادیان دیگر پیدا شده است نیست -

و در معاد مقدار ضروری که لازم لایتنکب اقرار بصران  
و تکالیف است مقرر گردیده است -

صفات ذاتیه و صفات فعلیه در ذات احدیت و بقا  
و امامت از اقسام این رکن می باشند که براس شرح این  
اجمال کتابها ضرور است -

دوم - افعال بشری است که تعلق بنشأ آخرت دارد  
عبادات می باشند که هر یک از افعال عبادات مستقلاً از  
موجبات سعادت حقیقیه و توجهات خصوصی ارواح و نفوس  
بسوی غلظت مقام شاخ الوهیت و از اسباب استمرار  
تذکر و طایف عبودیت و رخص انعماس در علایق مادیه و  
بدنیة و بگانه علاج منحصر مقتضیات شهوات و غضب قوائ  
نفسیه میباشد الصلوة معراج المؤمن (حدیث نبوی)  
ان الصلوة تنفی عن الفحشاء والمنکر و قرآن مجید

احصاء اسرار عبادات و محسنات انها را بجلدات ضخیمه  
ضرور است که اقسام حدیده درین رکن و در رکن سیم  
مندرج می باشد که در کتب فقهیه و مبنیه کاملاً بیان  
شده اند -

بھی شک و شبہ ملول اور اتحاد اور تشبیہ اور تعلیل کا اور  
 مثل ان کے جو دوسرے دینوں میں پیدا ہو گیا ہے نہیں ہے۔  
 اور معاد میں مقدار ضروری جو اقرار صانع حقیقی اور کالیف  
 کی لازم لایعنی ہے۔ مقرر کر دی گئی ہے۔

صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ ذات خدا ہیں اور نبوت اور  
 امامت اسی رکن کے اقسام ہیں سے ہیں کہ اس اجمال کی شرح  
 کے واسطے کتابیں چاہئیں۔

دوم افعال بشری ہیں جن کا تعلق عالم آخرت سے ہے  
 وہ عبادتیں ہیں کہ ہر ایک اُن عبادتوں میں سے جو مستقل ہیں  
 موجبات سعادت حقیقیہ اور توجہات خضوعی ارواح و نفوس  
 عظمیٰ الوہیت کے مقام بلند کی طرف اور یاد دائمی کے  
 اسباب سے اور وظائف عبودیت اور علانی مادی اور بدنی میں  
 غوطہ زنی سے بچنے کے لئے اور یگانہ علاج منحصر تفصیلات طہارت  
 وغضب قوائے نفسانیہ ہوتا ہے (الصلوٰۃ معراج المؤمن)  
 (صحیح) ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر (ترمذی)  
 عبادات کے اسرار اور خوبیوں کے شمار کرنے کو  
 مجلدات ضخیمہ مطلوب ہیں کہ اقسام جدیدہ اس رکن کے  
 اور رکن سیم کے یکے جائیں جو کہ کتب فقہیہ اور دینیہ میں  
 کافی بیان ہوئے ہیں۔



یستم - افعال بشری متعلق با تنظیم امور عترتیه و تمدن بشری و اصلاح احوال معاش است دین اسلام در این موضوع هدایت بے پایانی است که مقتضیات فطرت و طبیعت را کاملاً مرعی داشته قانونی برائے بشر وضع کرده است که عقل و وهم بشر را هیچ طبع مزید بر این باقی نیست دین از ادیان سادی و قانونی از شرائع وضعیه عشر مشرب هزارم آن را متکفل نیست اصول تساوی را در کلیه مراتب حیویه و سایر حقوق و معاملات مابین عموم بشر از مسلم و غیر مسلم مقرر فرموده است -

محاسن و موضوع تعلیمات و قوانین اسلامی را کافی دانسته طریقه دعوت را منحصر بشیر معارف اسلامی و حکومت عقل نظری فرموده لا اکره فی الدین را عنوان دعوت مقرر فرموده است -

جهاد مفروض فقط بجهت رفع تعرض معاندین و مانعین از نشر دعوت اسلامی و برائے فتح طرق دعوت بود که ممکن شوند از نشر قوانین اسلام در اقطار عالم که منتظر ظهور اسلام بودند پس از بعد از فتوحات احمدی را مجبور یا اعتناق اسلام فرموده اند تحصیل علوم را فریضه عمومی قرار داده اند تهذیب اخلاق و تکمیل مکارم را اہم مقاصد دغایات نبوتش مقرر فرموده

یستم افعال بشری انتظام امور دینی اور تمدن بشری اور اصلاح احوال معاش سے تعلق ہیں اور اس مقام میں دین اسلام دریا سے بے پایاں ہے جس نے مقتضیات فطرت اور طبیعت کو کامل طور سے مرعی رکھ کر قانون بشر کے لئے وضع کر دیا ہے اور عقل اور دہم بشر کو کوئی خواہش اس سے زیادہ کی نہیں ہے ادیان سادیہ میں سے کوئی ایک بھی دین اور شریعت وغیرہ میں سے ایک شریعت بھی اُس کے ہزاروں حصہ کے دسویں حصہ کی بھی مستغفل و ضامن نہیں ہے۔ اصول مساوات کی بنا پر جملہ فوائد متعلق بہ امت اور تمام حقوق اور معاملات درمیان عموم بشر مسلم و غیر مسلم مقرر فرمادیئے ہیں۔ قوانین اور وضاحت تعلیمات اور قوانین اسلامی کو کافی جان کر طریقہ دعوت کو نشر معارف اسلامی اور حکومت عقل فطری پر منحصر فرما دیا ہے لا اکرہ فی الدین کو عنوان دعوت معین کیا ہے۔

جہاد جو فرض کیا گیا ہے وہ فقط رفع روک ٹوک مع دین اور دینین نشر دعوت اسلامی کے لئے اور راہ دعوت کے کھل جانے کے لئے تھا تاکہ اقطار عالم میں جو کہ منتظر اور اسلام کے حق قوانین عام کے نشہ پھجن جہانین پسند بعد فتوحات کسی کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا اور تحصیل علوم کو فریضہ قرار دیا تہذیب اخلاق اور تکمیل مکارم کو اہم مقاصد اور آپ کی نبوت کے غایات مقرر فرمایا

است - رنگ خرافات و اوهام را بصیقل توحید از الراج  
 حقول زائل نموده است وین اسلام بشر را بسوی ترقیات  
 روحی و جسمی و فکری سوق میدهد و راهی شرافت بردی  
 جمیع بشر گشوده است بدون امتیاز منصری و جنسی و منفی  
 هر نفسی را در کلیه درجات کمالات و فضائل ذی حق قرار  
 داده است میتواند در سایه سعی و کوشش ان را عاثر  
 شود بدین واسطه علو هست و اعتماد بر نفس و مکارم سایر  
 را در نفوس بشر ایجاد نموده است عموم افراد ملت را  
 باتباع برایین متقنه و دلائل محکم امور فرموده همه را بمقتل  
 فطری را مخاطب و حاکم قرار داده است امر معروف و  
 نهی از منکر را ایجاب و عامل استمراری و دائمی برای تنبیہ  
 عقول عموم ناس بمعارف حق و تعیل و تهذیب اخلاق  
 و دروغ از اخلاق رذیله و تکمیل سعادت دارین در هر عصر  
 و دورے الی الأبد قرار داده است بعد از تبیین این دین  
 کامل و مکمل بنوع بشر خطاب الیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ  
 متوجه فرموده است پس محتاج بهیچ کمال نیست کالتار  
 علی المنار و الشمس فی رابعة النهار میسر رشد حاجت  
 به بروز دهنده دیگر ندارد -

مادامیکه عقل فطری در افراد بشر بحکم خلقت و غریزه

ہے ننگ خرافات اور ادھام کو مہقتل توحید کے ذریعہ سے۔  
 عقلوں کی تختیوں سے وہو ڈالا ہے۔ دین اسلام بشر کو  
 ترقیات روحی اور جسدی اور فکری کی طرف لے جاتا ہے  
 شرافت کے دروازوں کو جس بشر کے سامنے کھولتا ہے۔  
 بلا امتیاز غنری اور جنسی اور معنی ہر نفس کو تمام درجات  
 کمالات اور فضائل کیلئے حق دار قرار دیا ہے اور ہو سکتا ہے  
 کہ سہی اور کوشش کے سایہ میں ان پر قابض ہو جائے۔  
 اسی واسطے علو ہمت اور اعتماد بر نفس اور مکارم بزرگ  
 کو نفوس بشر میں ایجاد کیا ہے عموم افراد ملت کو ہر اہر تقنی  
 اور دلائل محکمہ کے اتباع پر مامور فرمایا ہے ہر جگہ عقل فطری  
 کو مخاطب اور حاکم قرار دیا ہے امر معروف اور نہی منکر کو  
 ایجاب و عامل استمراری اور دائمی معارف حق سے مقول عموم  
 اس کی آراستگی اور تعمیل اور تہذیب اخلاق اور ہر سزا  
 اخلاق رفیعہ اور سعادت دارین کی تکمیل کیلئے ہر عمر میں اور ہر  
 دور میں ابد تک قرار دیا ہے۔ اس دین کامل اور مکمل کی تبلیغ  
 کے بعد نوع بشر کو خطاب ایوم اکملت لکم دینکم کی طرف  
 متوجہ فرمایا ہے پس اب کسی کبتل کی حاجت نہیں ہے مانند  
 ملے المنار اور مانند خمس فی رابۃ ہند کہتا ہے کہ دیکھو ہندو کی خدمت  
 جب تک کہ عقل فطری افراد بشر میں بموجب خلقت کے

موجود است تعالیم اسلامی کند و مضحمل نخواهد شد مجتهد  
 لازم نیست و چون حضرت حق تعالی این تعالیم را برایش  
 نازل بشر تا قیام قیامت کافی وضع فرموده است - لهذا  
 رسول اکرم صلی الله علیه و آله وسلم را خاتم النبیین در قرآن  
 مجید ملقب و مخاطب فرموده است و بامر حق فرموده است  
 لَا نَبِيَّ بَعْدِي پس هیچ نحو نبوت بعد از او صحیح نیست و  
 هر مدعی نبوت باید تکذیب شود علی الخصوص کسانی  
 که ادعای سقنا قضا نموده اند زیرا که بیداهت حکم  
 استقلالی عقل فطری تناقض باطل و محال است حتی  
 الذی یستلزم التضاد عصمنا الله تعالی جمیعاً  
 من اتباع الهوی والتقول علی الله تعالی ووقفنا  
 لمرضاته ولی التوفیق والسلام علی من اتبع الهدی

---

اور فطرت کے موجود ہے تعالیم اسلامی کہنے اور مضمحل نہ ہو گئے  
 اس لئے مجتہد و لازم ہیں ہے اور چونکہ حضرت حق تعالیٰ نے  
 ان تعالیم کو نوع بشر کے واسطہ تا قیام قیامت کافی وضع  
 فرما دیا ہے۔ لہذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن  
 میں خاتم النبیین سے ملقب اور مخاطب فرمایا ہے اور امر  
 حق سے آپ نے فرمایا ہے لابی بعدی پس کسی نحو سے  
 نبوت بعد آپ کے صحیح نہیں ہوتی اور چاہئے کہ ہر مدعی نبوت  
 کی تکذیب کی جائے علی الخصوص ان لوگوں کی جنہوں نے  
 ادعا کئے متناقضہ کئے ہیں اس لئے بیدار ہست حکم استقلال  
 عقل فطری متناقض باطل اور محال ہے حتی الذی یستلزم  
 التضاد کقمتنا اللہ تعالیٰ جمیعاً من اتباع الہوئی والتقول علی  
 اللہ تعالیٰ ووقفنا لمضاتہ انہ ولی التوفیق والسلام علی من تبع الہدٰی

---

(۲)

# برهان امامت

## محاضرة دوم

بسم الله الرحمن الرحيم

### سوال

در ظهور امام دوازدهم چه می فرمائید تعیین وقت  
ظهور ایشان شده است یا نه - آیا ممکن است کسی واقعا  
نماید ایشان را در زمان غیبتش یا نه -

### جواب

چون در خصوص امام دوازدهم علیه السلام جناب

(۲)

# برہان امامت

## محاضرہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### سوال

امام دوازدهم کے ظہور کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ کے ظہور کا وقت مقرر ہے یا نہیں۔ آیا آپ کے زمانہ خیریت میں کسی کی آپ سے ملاقات ممکن ہے یا نہیں۔

### جواب

چونکہ امام دوازدهم علیہ السلام کے بارہ میں خاص کر جنت



سید محمد علی جعفری صاحب فاضل سید عبداللہ رضوی  
صاحب و بعض دیگر از محرمین سوالات نموده اند و  
توضیح جواب از جمیع سوالات لازمست بیان امامت  
بطور اختصار و اقتصار بدلیل عقل پس لابدی باشم از  
اشارہ بچند مطلب :-

## مطلب اول

موضوع ہر مسئلہ از مسائل و ہر قضیہ از تضایا یک  
درجہ و مرتبہ معینہ از علم دارد کہ تقدیم آن مسئلہ بر مسائل  
سابقہ برا و موجب اختلاف بحث در او میشود و ہر علم  
در مرتبہ مخصوصہ نسبت بعلوم دیگر مقرر است کہ مبادی  
مسائل علم متاخر دلائق در علوم سابقہ بر او باید معلوم و  
اثبات شدہ باشد پس باید مبادی ہر مسئلہ و مسائل سابقہ  
برا و قبل از بحث از اں مسئلہ مسلم بودہ باشد و  
مورہ ہیچ اعتراضی نباشد - فعلم ہذا مرتبہ مسئلہ امامت  
کہ بعد از توحید و عدل و نبوت است - بادائہ قطبیہ و  
براین عقیدہ ثابت و محقق شدہ است کہ صالح این عالم  
حادث خداے واحد قادر عالم عادل حکیم غنی مرید کلمات  
کارہ معاصی می باشد و محاستہ صدور قیوح و احوال باطاف  
واجبہ از خداوند حکیم متعال جلالت عظمتہ -

سید محمد علی جعفری صاحب و جناب حاج سید عبداللہ رضوی صاحب اور بعض اور محرمین نے سوالات کئے ہیں جواب کی توفیح میں تمام سوالات کے جواب لازم ہیں اختصار اور اقتصاد کے ساتھ اور دلیل عقل سے پس لابد چند مطالب کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

## مطلب اول

مسائل میں سے ہر مسئلہ اور قضایا میں سے ہر قضیہ کا موضوع ایک درجہ اور مرتبہ معینہ کسی علم سے رکھتا ہے کہ پہلے بیان کر دیتا اس مسئلہ کا مسائل سابقہ سے بحث میں خلل پڑ جانے کا موجب ہو جاتا ہے اور ہر ایک علم اپنے مرتبہ مخصوص میں دوسرے علموں کے ساتھ مقرر ہے کہ علم متاخر اور لاحق کے مسائل کے مبادی پہلے علوم میں قبل اس کے کہ اس مسئلہ میں بحث کی جائے ہو چکے ہوں اور کسی اعتراض کے وارد ہونے کا عمل باقی نہ رہے۔ پس علیٰ ہذا القیاس مرتبہ مسئلہ امامت کو جو بعد از وفات محمد اور قبل از نبوت ہے قطعی دلیلوں اور عقیدہ پرمانوں سے ثابت اور تحقیق ہو چکا ہے کہ اس عالم حادث کا ماسبقہ خدا نے واقعہ قاعد عالم عادل حکیم متنی مرتبہ طاعت کا اور معاصی سے کراہت کرنے والا ہے اور قبیح امور کا عداور ہونا اور اطاعت واجبہ خداوند حکیم متعال جلالت عظمیٰ میں خلل پڑنا محال ہے۔

ایضا مبرهن شده است که تکالیفی که از روی حکمت  
 بواسطه انبیاء عظام و کتب مقدسه سماویہ بر بندگانش  
 مقرر فرموده است صرف بجهت اکمال احسانست بر آنها  
 و برای اتمام نعمت و اکمال ادیان و شرائع مبعوث  
 فرموده است حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم  
 را بر جمیع بشرو جن و انس با قرآن و شریعتی که ناسخ جمیع  
 ادیانست و باقی خواهد ماند تا قیام قیامت و علت غائی  
 خلقت عالم و آدم معرفت و عبادتست و اعلیٰ ترین درجہ  
 معرفت و کامل ترین مراتب عبادت دریں شریعت محمدی و  
 دین اسلام ابدی است و این نبی اکرم خاتم جمیع انبیاء  
 است و متصف بجمیع و جمیع صفات محمودہ و خصال  
 حمیدہ و مکارم سامیہ و مبرا از جمیع عیوب منفورہ خلقت و  
 خلقاً اصلاً و فرعاً می باشد۔

ایں مبادی و مسائل را باید مسلم دانست بعد ازاں  
 در امامت گفتگو نمود۔ اگر کسی در یکی از مطالب مذکورہ  
 تردید داشته باشد مذاکرہ و مناظرہ یا او در امامت یهود  
 و نعو خواهد بود یا بد مذاکرہ را در مورد تردیدش قرار داد  
 و بعد از رفع تردیدش در امامت با او گفتگو کرد۔

اسی طرح سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ تکلیفیں جو از روی  
 حکمت انبیاء عظام اور کتب مقدسہ آسمانی کے ذریعہ سے عبادوں  
 کے لئے مقرر فرمائی ہیں وہ صرف ان پر احسان پورا کرنے کو مقرر  
 کی ہیں۔ اور اتمام نعمت اور دینوں اور شریعتوں کے پورا کرنے  
 کو حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام بشر و  
 جن و انس کے لئے مع قرآن اور شریعت کے جو تمام دینوں  
 کا نسخہ ہے اور قیام قیامت تک باقی رہے گا مبعوث فرمایا  
 ہے اور علت غائی خلقت عالم و آدم معرفت اور عبادت  
 ہے اور اعلیٰ ترین درجہ معرفت اور کامل ترین مرتبہ عبادت  
 کا اس شعبہ توحیدی میں اور دین اسلام میں ابدی ہے اور  
 یہ نبی اکرم تمام انبیاء کا خاتم ہے اور عصمت اور جمیع صفات  
 محمودہ اور خصائل حمیدہ اور مکارم سامیہ سے متصف ہے۔  
 اور جملہ عیوب منفورہ سے خلصاً و مطلقاً و طرماً پاک ہے۔  
 ان مہادی اور مسائل کو مسلم مان کر امامت میں بحث  
 ہو سکتی ہے اگر کوئی شخص مطالبہ مذکورہ میں سے کسی کی تردید  
 کرتا ہو تو خاکہ اور مناظرہ امامت میں یہودہ اور لغو ہوگا  
 چاہئے کہ اس کے ساتھ جس کی وہ تردید کرے اس میں مذاکرہ  
 قرار پائے اور اس کی تردید کے دور ہو جانے کے بعد امامت میں  
 گفتگو کرنی چاہئے۔

## مطلب دوم

در علم کلام و علم تولوجیا (آہی یعنی اخلاص) ثابت و  
مبرہن شدہ است کہ نقض غرض قبح است بر حکیم و بحکم  
استقلالی عقل فطری صدور قبح و افعال بالطاف واجبہ از  
حکیم محال است ۔

پس بعد ازینکہ در مطلب سابق معلوم شد وجوب اعتقاد  
باینکہ خداوند حکیم علی الاطلاق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم را بر عموم بشر مبعوث فرمودہ است (و اما رساناک  
الاکافۃ للناس) سورہ سبا (۲۸) و برجن (اجیبوا داعی اللہ)  
سورہ احقاف (۳۱) و اورا خاتم جمیع انبیاء قرار دادہ است  
قرآنش را نسخ جمیع کتب سادیہ نمودہ است دینش را  
نسخ جمیع ادیان مقرر فرمودہ است و علت غائی از خلقت  
عالم و آدم معرفت است ما خلقت الجن والانس الا ليعبدن  
(الذاریات) (۵۶) اسے ليعرفون و بجنۃ احسان بر بشر شریع  
و ادیان را فرستادہ است و علت غائی بر اسے جمیع انہا و  
اہم مقاصد الیہ دوام شریعت محمدیہ و بقا و دین اسلام مکمل  
تا قیام قیامت می باشد جلال محمد صلال اسے یوم القیامہ  
و حرام محمد حرام اسے یوم القیامہ حدیث نبوی پس ہر چیزیکہ  
بقاے دین اسلام الی الامد محفوظ ماندنش از تحریف و

## مطلب دوم

علم کلام اور علم اتقولوجیا (اچھی بمعنی انصاف میں ثابت اور ظاہر ہو گیا ہے کہ حکیم کے لئے نقض غرض قبیح ہے اور عقل نظری مستقل کے مطابق قبیح فعل کا صادر ہونا اور لطاف واجبہ میں خلل پڑنا حکیم سے محال ہے۔

پس بعد اس کے کہ مطلب سابق میں معلوم ہوا اس افتقار کا واجب ہونا کہ خداوند حکیم علی الاطلاق نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عوام بشر کے واسطے (ماہر سنانک اللہ کافہ فلتاس سورہ سبا ۲۸) اور جن کے واسطے (اجیبوا داعی اللہ سورہ احقاف ۳۱) مبعوث فرمایا ہے اور آپ کو تمام انبیاء کا خاتم قرار دیا ہے قرآن کو ناسخ جمیع کتب سماویہ کا کیا ہے) اور آپ کے دین کو ناسخ تمام دینوں کا قرار دیا ہے اور علت فانی عالم اور آدم کی معرفت ہے (ما خلقت الجن والانس الا ليعبدن سورہ الذاریات ۵۶ یعنی یعرفون) اور احسان کی وجہ سے بشر پر شریعتوں اور دینوں کو بھیجا ہے اور علت فانی ان سب کے لئے اور اہم مقاصد الہیہ شریعت محمدیہ اور دین اسلام مکمل کی بقا تا قیام قیامت ہے۔

(حلال محمد تا قیامت حلال اور حرام محمدیوم قیام تک حرام حدیث نبوی) پس ہر وہ چیز کہ جس سے دین اسلام کا بدستور ہونا اور

تبدیل و تغیر با و موقوف بوده باشد لازم است خداوند  
حکیم آن را مهیا و مقرر فرماید اگر نکند نقض غرض نموده  
است و نقض غرض قبیح و محال است از خداوند حکیم متعال

### مطلب سیم

چنانچه بعد حضرت رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم  
بر خداوند تعالی لازم و واجب بود بر اوست تبلیغ دین  
اسلام بجهت مصلح ابدیه و دائمیه بشرایع جمیع لازم و ضروری  
است باید خداوند تعالی جمیع لوازم حفظ آن قانون الهی را  
تا قیام قیامت مقرر فرموده باشد بطوریکه هیچ تغیری و  
تبدیلی و تحریفی در دین و قرآن مجید الی الابد واقع نشود  
و اگر خداوند تعالی منصوب و معین فرموده باشد یک  
شخص را یقیناً که محافظت نماید بعد از رحلت رسول  
اکرم صلی الله علیه و آله و سلم آن قانون الهی را که علت فاعل  
خلق عالم و آدم و نتیجه ابدت جمیع انبیاء و تشریع شرایع  
سابقه است و آن دین ابدی و قانون الهی را بخود بشر  
و انذار فرموده باشد که آنچه آراء و اهواء و ادوای و اجتناب  
آنها مقتضی شود بدین خودشان در دین مبین عمل نمایند  
البته با لیدیه این وضع سبب تحریف و تغیر و تبدیل  
دران دین و قانون الهی میشود که بمورد اعصار و تقلب

تحریف اور تبدیل اور تفسیر سے اس کی وجہ سے محفوظ رہنا موقوف ہو لازم ہے کہ خداوند حکیم اس کو حیا اور مقرر فرمائے اگر نہ کرے تو نفس غرض کی ہے اور نفس غرض قبیح اور محال ہے خداوند تعالیٰ سے

## مطلب سیم

چنانچہ بعثت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند تعالیٰ پر لازم اور بفرض تبلیغ دین اسلام واسطے مصالح ابدیہ و دائمیہ بشر کے واجب تھا اسی طرح پر لازم اور ضروری ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جلد لازم حفاظت کو اس قانون الہی کے لئے تاقیام قیامت مقرر فرمایا ہو اس طور پر کہ کوئی تفسیر اور تبدیلی اور کوئی تحریف دین اور قرآن مجید میں ابد تک واقع نہ ہو۔ اور اگر خداوند تعالیٰ نے ایک شخص غائی کو منصوب اور معین نہ کیا ہو کہ محافل بعد از رحلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قانون الہی کی کرے جو کہ حلت غائی خلقت عالم اور آدم اور نتیجہ بعثت جمیع انبیاء اور تشریح شرایع سابقہ کی ہے اور اس دین ابدی اور قانون الہی کو خود بشر کے ذمہ چھوڑ دیا ہو کہ جو کچھ ان کی رائے اور خواہش اور وہم اور اجتہاد ان کے چاہیں اپنے دل کی مرضی سے دین مبین میں عمل کریں البتہ بالہدیت یہ طریقہ تحریف اور تفسیر اور تبدیل اس دین اور قانون الہی کا سبب ہو جائے گا کہ زمانے کے گزرنے اور



احوال مضمحل و نابود میگردد و اگر باقی بماند فقط اسم  
 بے مستی میماند و بالاخره بکفر منجر و قتی گردد و این نقض  
 غرض است که از حکیم متعال قیوح و محال است (و اما کان  
 لیفضل قوماً بعد از هدیهیم حتی مبتین لهم ما یتقون توبه ۱۱۵)  
 (و لایرضی لعباده الکفر زمرة)

پس ممکن نیست بقای شریعت بدون نصب امام  
 از جانب خداست تعالی زیرا که نقض غرض و محال لازم آید  
 و هم چنین ممکن نیست تعیین امام را بخود بشر و اگذازد  
 و محمول فرموده باشد زیرا که باز مستلزم نقض غرض محال  
 میشود بسبب اینکه امام باید متصف باشد باوصافی که  
 ذکر خواهیم کرد و طیف امامت بدون اوصاف امام بان  
 اوصاف حاصل نمیشود پس غیر عالم السر و الخفیات  
 را ممکن نیست تعیین او - ممکن است مردم یک نفر  
 خائن و غیر لایقی را انتخاب نمایند باز نقض غرض الهی  
 میشود و باید بحکم جهات مذکوره برائے ان امام نیز  
 اوصیاء ائمه بهمان اوصاف از جانب خداوند حکیم متعال  
 نصب و تعیین و معرفی شود تا قیام قیامت مادامیکه  
 تکالیف و نبیة اسلام در عالم باقی و مطلوب میباشد  
 زیرا که اگر یک عصر از امام منصوب خالی شود نقض

حالات کی تبدیلیوں سے مفصل اور تاخیر ہو جائے گا اور اگر باقی رہے گا تو اسم بے مسئلہ باقی رہے گا اور بالآخر کفر کی طرف منتقل ہو جائے گا اور یہ نقص غرض ہے کہ حکیم متعال سے قبیح اور محال ہے (حاکان اللہ لیفضل قوماً بعدا ذہد یہیم حتی یبتین لهم البتون تو بہ ۱۱۵) اور (لایر فی لبادہ الکفر سورہ زمر ۷)

پس بدون نصب امام خدائے تعالیٰ کی طرف سے بقائے شریعت ممکن نہیں ہے کیونکہ نقص غرض اور محال لازم آتا ہے اور اسی طرح پر ممکن نہیں ہے کہ تقرر امام کا خود بشر پر چھوڑ دے اور اس پر محول کر دے کیونکہ پھر نقص غرض اور محال لازم آتا ہے۔ اس سبب سے کہ امام ایسے اوصاف سے متصف ہونا چاہئے کہ حکام ذکر کریں گے امامت کا کام بدون ایسی صفات کے امام کے حاصل نہیں ہوتا پس سولے عالم ستر و خفیات کے اس کا تعین ممکن نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ لوگ ایک نفر خائن غیر لائق کو انتخاب کر دیں پھر نقص غرض الہی واقع ہوگی اور ہمت مذکورہ کی بنا پر اس امام کے وحی بھی انہیں اوصاف والے خداوند حکیم متعال کی جانب سے نصب اور تعین اور معرفی کئے جائیں تا قیام قیامت جب تک نکالیف دینیہ اسلام عالم میں باقی اور مطلوب ہوں کیونکہ اگر ایک زمانہ امام منصوب سے خالی ہو تو نقص

غرض حکیم و محال لازم میآید۔

## مطلب چهارم

بمفاد نص صریح آیه مبارکه (هو الذی انزل علیک الکتاب) منہ آیات حکمات متن ام الکتاب و آخر تشابهات فاما الذین فی قلوبهم زینغ فیتنبون بان شبابه منہ ابتعاد الفتنة و ابتغاء التأویل و ما یعلم تأویلہ الا اللہ و تراسخون فی العلم الی آخر الآیہ کل عمران (۱) قرآن مجید مشتعل است بر محکمات و تشابهات و نیز مشتعل است بر تاسخ و منسوخ و عام و خاص و مجمل و مبین و مطلق و مقید و مقدم و مؤخر و منقطع معطوف و منقطع غیر معطوف و لفظ عام با اراده خصوص و لفظ خاص با اراده عموم و لفظ جمع بمعنی واحد و لفظ واحد بمعنی جمع و حرفی مکان حرفی و ماضی بمعنی مستقبل و نسخ نصف آیه و الباقی نصف دیگرش بحال عمل و آیات مختلفه اللفظ متحدہ المعنی و آیات متفقہ اللفظ و مختلفہ المعنی و تخصیص لازم الاخذ بعد از عزیمت و تخصیص بالاعتیار و تنزیل التأویل و مختلف التأویل و التنزیل و در برزاق و در جہنم و دہریم و ثنویہ و قدیمیہ و مجتہدہ و عبیدہ اوثمان و یهود و احتیاج بر نصاری و آیات متضمنہ بیان صفات حق تعالی و ابواب معانی ایمان و شرائع اسلام و فرائض احکام

غرض حکیم اور محال لازم آتا ہے ۔

## مطلب چہارم

آیہ مبارکہ نص صریح مستندہ قرآن کی بنا پر دہو الہی انزل  
 علیک الکتاب من آیات حکمات ہن ام الکتاب واخر تشابہات  
 فانما الذین فی قلوبہم ذریع یشیبون بالتشابه من ابتغاء الفتنة وابتغاء  
 تاويله وما يعلم تاويله الا الله والراسخون فی العلم انی آخر الا یہ کل عمران (۱۱)  
 قرآن مجید حکمات اور تشابہات اور نیز تاج و منسوخ  
 وعام و خاص و مجمل و مبین و مطلق و مقید و مقدم و مؤخر و منقطع  
 معطوف و منقطع غیر معطوف و لفظ عام بارادہ خصوص و  
 لفظ خاص بارادہ عموم و لفظ جمع بمعنی واحد و لفظ واحد بمعنی  
 جمع و حرفے مکان حرفے و ماضی بمعنی مستقبل و نسخ نصف آیہ  
 و ابقاے نصف دیگر بحال عمل و آیات مختلفہ اللفظ متحدہ  
 المعنی و آیات مختلفہ اللفظ و مختلفہ المعنی و ترخیص لازم الاخذ بعدہ ازجہ  
 و ترخیص بالاختیار و متحد التاویل و التزیل و مختلف التاویل  
 و التزیل و رد و ممانعہ و محرم و دہریہ و ثنویہ و قدریہ و  
 مجزئہ و عبثہ اذہان و یسود و احتیاج بر نصاری و آیات  
 متضمنہ بیان صفات حق تعالی و ابواب معانی ایمان  
 شرائع اسلام و فرائض احکام

و اخبار انبیاء و ائم و علم قضا و قدر و غیر ذلک من  
الآتسام الکثیره -

و واضح است که فهمیدن امور مذکورہ از قرآن مجید  
بدون بیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دائمہ را سخین  
در علم جانشینان او علیہم الصلوٰۃ والسلام برائے سایر مردم  
ممکن نیست - و لهذا فرقی ضالہ و اصحاب مذاہب باطلہ  
متخالفہ ہر یک بآیہ از قرآن مجید استدلال نموده اند حتی مجتہدین  
زیرا کہ جاہل بودند بر معانی و مقاصد قرآن شریف و صاحبان  
اہواء باطلہ بودند - پس معلوم شد کہ وجود قرآن مجید و شریعت  
محمدیہ در میان ناس بدول وجود یک شخصے کہ عالم بودہ باشند  
با سرار نبوت و علوم نبویہ و مقاصد الہیہ و اسرار آیات قرانیہ  
و ہدایات و جمہلات و جمیع احکام موضوعات موجودہ و موقوفات  
متجددہ الی یوم القیمۃ بتعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم  
و تعیین و نصب او و وصیاء او از جانب یکم متعال واحد  
بعد واحد کفایت نہ میکند بر بقا و دوام دین اسلام تا آخر  
دنیا بالبدیہ و دفع نقض غرض فی کند -

و اٰخِباۃً اٰنبیاء و اٰم و عِلْمٌ تَضَادُّ قَدْرُهُ غَیْرُ ذٰلِكَ مِنْ  
الْاَنْصَابِ الْكَثِیْرَةُ بِمِثْلِ هٰذَا۔

اور واضح ہے کہ سمجھنا امور مذکورہ کا قرآن مجید میں بدون  
بیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واثمہ راستین در علم جو  
آپ کے جانشین ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام آدمیوں کے  
لئے ممکن نہیں اور اسی واسطے گمراہ فرقے اور باطل متخالف  
مذہبوں کے اصحاب ہر ایک قرآن مجید کی کسی ایک آیت سے  
استدلال کرتے ہیں یہاں تک کہ مجتہد بھی کیونکہ وہ معانی اور  
مقاصد قرآن شریف سے جاہل اور باطل خواہشوں کے مانک  
تھے پس معلوم ہوا کہ وجود قرآن مجید کا اور شریعت محمدیہ کا  
آدمیوں کے درمیان بغیر وجود ایک ایسے شخص کے جو کہ اسرار نبوت  
اور علوم نبوی اور مقاصد الہیہ اور اسرار آیات قرآنیہ اور  
مہمات اور جملات اور تمام موضوعات موجودہ کے اور موضوعات  
متجددہ تا یوم القیامت کے بمنہ احکام کا عالم پہنچا یہ تعلیم رسول اکرم  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اُس کا تعین اور نصب اور اس کے اوصیا  
کا تعین اور نصب خداے حکیم متعال کی جانب سے ایک کے بعد ایک  
ہوا ہو بقاد اور دوام دین اسلام کے لئے آخر دنیا تک بالبداہتہ کانی  
نہیں اور دفع نقص غرض نہیں کرتا۔

کل مدت نبوت حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعد از بعثت بیست و سه سال می باشد و دوازده سال  
در مکه معظمه با قلت مسلمین و گرفتاریهای فوق العاده  
هنوز اكمال دین و شریعت و اتمام نزول قرآن مجید نشده بود  
و غالباً عمل بآیات منسوخه بود هنوز ناسخ اغلب آنها نازل  
نشده بود و واضح است که در مکه معظمه اكمال دین و بیان کلیه  
اسرار شریعت و قرآن مبین نشده است - یازده سال بعد  
از هجرت در مدینه طیبه با آل همه گرفتاریها بحروب اصلاحات  
و غیر ذلک وقت کافی نبود با اینکه رسول اکرم صلی الله علیه و آله وسلم  
بالمباشرة جمیع احکام دین و اسرار مذکوره را جمیع ناس تبلیغ  
بفرمایند پس لزوماً بحکم بر این مذکوره در مطالب سابقه  
همه اسرار و احکام را در نزد وصی و جانشین خودش بامر  
خدا تعالی ایداع فرموده و معرفی نموده است -

پس در صورتیکه بعد از رحلت رسول اکرم صلی الله علیه و آله وسلم  
و ستم اکابر امراء صحابه مسأله قطع سارق و میراث جدّه و  
حکم کلاله و آیه مخاللات در مهور نساء و معانی الفاظ بسیط  
و آسان قرآن مجید را ندانستند چنانچه در احادیث و تواتر  
معتبره ثابت است آیا معقول است کسی ادعا نماید که  
تبلیغ کامل شده بود و حاجت بامام منصوب از جانب

بعثت کے بعد بیست و سہ سال ہوتی ہے اور بارہ برس مکہ معظمہ میں جہاں مسلمان کی قلت تھی اور فوق العادہ مصیبتوں کا سامنا اور ابھی تکمال دین و شریعت نہیں اپنے پایا اور نزول قرآن مجید تمام نہیں ہوا تھا۔ اور غالباً عمل آیات منسوخہ پر ہوتا تھا اور ابھی ان میں سے بہت سی آیتوں کی ناسخ آیات نازل نہیں ہوئی تھیں واضح ہے کہ مکہ معظمہ میں تکمال دین اور بیان کلیہ اسرار شریعت و قرآن بمبین نہیں ہوا تھا، ہجرت کے گیارہ برس کے بعد مدینہ طیبہ میں لڑائیوں اور اصلاحات وغیرہ کی تمام منہر و فیتوں کی وجہ سے اس کے لئے کافی وقت نہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود مشغول ہو کر تمام احکام دین اور اسرار مذکورہ آدھیوں کو جمع کر کے پہنچائیں پس لازماً براہین مذکورہ کی بنا پر مطالب سابقہ میں بیان ہوئے جملہ اسرار احکام اپنے وحی اور جانشین کے نزدیک خدا لئے تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے پورے فرض فرما دے اور یہی خواہ دئے ہوں۔ اس صورت میں کہ بعد از رحلت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے امرا ہی صحابہ قلیح سارق اور میراث جہدہ اور حکم کلالہ اور آیہ مغالات از مور نساء اور معالی الفاظ بسیطہ و آسان قرآن مجید کو نہ جانتے تھے جیسا کہ احادیث معتبرہ اور تواتر رخ سے ثابت ہے تو کیا یہ بات معقول ہے کہ کوئی دعویٰ کرے کہ تبلیغ کامل ہو گئی تھی اور حاجت امام منصوب کی خدا اور رسول کی حائف



خدا و رسولش نه بود -

اگر کتاب الله کافی بود و احتیاجی بامام معصوم از جانب خدا و رسولش برائے بیان و تفسیر قرآن نه بود پس چه گونه آن اختلافات عظیم نسبت بقرآن مجید و آیات قرآنیہ بعد از رحلت رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم و اقل مدتی پیدا شد در عهد حضرت عثمان اختلاف بکنے رسیده بود که اگر کسی آیه از قرآن مجید را براسے سائل تفاوت میکرد سائل و سامع میگفت من کافر هستم یا پس لهذا حضرت عثمان منوم شد امر نمود قرآن را بکتابت زید ابن ثابت و ابی سعید ابن العاص الاعمی و مسعد بن ابی عامر و کثیر بن افح و انس بن مالک جمع نمودند و سائر نسخهای قرآن مجید را از صحف و صحائف با هم سوزانیدند - در تفسیر ائمان و در کتاب الله المنشور روایت نموده است قرآن را بعد از جمع بنظر حضرت عثمان رسانیدند (نظر فیه فقال احسنتم و اجهلتم اری فیه شیئاً من لکن سینیه العرب بالنسبها)

ابن حنبلان در ترجمه حجاج نقل کرده است ناس بعد از جمع حضرت عثمان قرآن را میخواندند لیکن بعد از چهل و چند سال در ایام عبدالملک مروان باز تصحیف قرآن پیدا شد قرآن مجدد که اہم محضرات نبویہ است فصحی و بلغاد عرب

سے نہ تھی۔

اگر کتاب اللہ کافی تھی اور کوئی امتیاج نصب امام کی قدا  
ور رسول کی جانب سے بیان و تفسیر قرآن کے لئے نہ تھی پس  
کیونکر وہ اختلافات عظیمہ قرآن اور آیات قرآنہ میں بعد رحلت  
رسول اکرم تھوڑی مدت میں پیدا ہو گئے حضرت عثمان کے  
عہد میں اختلاف اس درجہ ہو گیا تھا کہ اگر کوئی ایہ قرآن مجید  
کو کسی سائل کے واسطے پڑھتا تھا تو وہ سائل اور سامع کہتا  
تھا۔ میں تو اس سے منکر ہوں۔ پس حضرت عثمان پر  
لازم ہوا حکم دے دیا قرآن زیر لیں ثابت کی کتابت  
سعید ابن عاصم الأموی کے اظہار ملک ابن ابی عامر  
اور کثیر ابن الفخ اور انس ابن مالک کی مدد سے جمع کیا اور  
جملہ نسخہائے قرآن خواہ بصوت اور آواز بصوت کتب باتمام ہلا دیئے۔  
تفسیر ائمہ اہل کتاب قد مشوریں روایت ہے کہ قرآن کو جمع کرنے کے بعد  
حضرت عثمان کی نظر سے گندہ آمد حضرت عثمان فرمادے کہ اگر تم کو شبہ ہے کہ تم نے  
کیا میں نے تم کو یہ کہہ دیا کہ ایک ہمارے لئے لکھا ہوا ہے کہ ابی بن کعب نے  
ابن عثمان نے سورہ حجاج میں نقل کی ہے کہ لوگ حضرت عثمان  
کے جمع کرنے کے بعد قرآن پڑھا کرتے تھے لیکن چالیس اور چند  
سال کے بعد عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں تصحیف بہت ہو  
قرآن شریف جو معجزات نبویہ میں سب سے اہم ہے نصیر و مخلص العرب

از معارضه اش، یکسوره بلکه یک آیه عاجز ماندند و تا قیام  
 قیامت بقای دین اسلام بقاء قرآن مجید منوط خواهد بود  
 آیا محزون نازل شده بود. آیا خدا و رسولش تعدیل و تقویم  
 قرآن مجید را محمول نموده بودند بان عربی که میان خداوند  
 خالق سموات و ارضین و مابینها و میان انجشاپ و احجار فرقی  
 نگذاشتند و تمیز ننمیدادند تا زمان بعثت رسول اکرم صلی الله  
 علیه و آله و سلم بت پرست بودند سنگسار او چو بهار را تراشیده می  
 پرستیدند عاشا و کلا -

بہتے کار خدا سے تعالیٰ و برگزیدگان خدا را ہر گاہ ساز و بشر  
 منصفی شوند ہمیں طور ہا میشود علاوہ بر لحن معترف بہ چہ  
 قدر تقدیم و تأخیر مخیر المعنی نیز ہست

مثال در ذکر قصہ احد (نساء ۱۰۴) ولا تقنوا فی ابتغاء  
 القوم الی آخر متعمم آیه مذکورہ در آل عمران (۱۷۱) ان یمسکم  
 قرح الی آخر ذکر شدہ است ہر دو آیه متصل بہم نازل شدہ  
 در معنی متصل بہم ہستند در تالیف قوم نصفش در سورہ نساء  
 و نصفش در آل عمران نوشتہ شدہ است -

مثال دیگر در سورہ (عنکبوت) بعد از آیه (۱۷) آیه (۲۴)  
 متصل با و نازل شدہ است در تالیف قوم انفصال و تأخیر  
 حاصل شدہ است شش آیه در میان آنها بر وزن سجع ربط ناملا شدہ است -

اس کے مقابل ایک سورہہ بکہ ایک آیہ لانے سے عاجز رہے اور قیام قیامت تک دین اسلام کا بقا قرآن کے بقا سے وابستہ رہے گا قرآن کیا محسوس کے ساتھ نازل ہوا تھا آیا خدا اور اس کے رسولؐ نے قرآن مجید کو تعبدی اور تقویم کے لئے ان عربوں کے حوالے کر دیا تھا جو کہ درمیان خداوند خالق سلوات وارضیں اور جو کچھ بیچ ہیں ان کے ہے اور نیز دریا نکل رہی اور پتھر کے کچھ فرق نہیں کرتے تھے اور تیز نہیں رکھتے تھے اور انسان بعثت رسول اکرمؐ بت پرست تھے پتھروں اور کٹروں کو تراش کر پوجتے تھے انہیں ہاتھ نہ ملے تھے اور ہرگز یہ گمان خدا تعالیٰ کے کام کا سر نہ جاسم سائر بشر کرنے لگیں تو اسی طور سے ہوا کہ نزلہ ملا وہ محسوس کے جس کا اثر ہے نیز رکعہ پہلے کی آیتیں بھی اور پیچھے کی پہلے بن سے معنی میں تغیر ہو گیا سمجھو یہاں مثال قصہ احد کے ذکر میں (نساء ۱۰۱) ولا تفسدوا فی ابتغاء النعم الی آخر متم آیہ مذکورہ دال عمران ۱۰۱ میں ان میسکم الی آخر الی ہے دونوں آیتیں متصل ساتھ ساتھ نازل ہوئیں اور معنی میں ساتھ ساتھ ہیں اور قوم نے جو جمع کیں نصف سورہ نساء میں اور نصف آل عمران میں مکہ دی ہے۔

مثال دیگر سورہ عنکبوت میں بعد آیہ (۱۷) آیہ (۲۲) ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہے اور قوم نے فاصلہ اور تاخیر کر دی ہے۔ ان کے درمیان آتش مدون کسی ربط کے فاصلہ رکھ دی ہیں

اختلاف دیگر از اختلافات عادی بعد از رحلت رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اختلاف قوم است در معنی حدیث  
(نزل القرآن علی سبعة احراف) سیوطی در تفسیر اتفاق گفته  
است عدد اقوال مختلفه در معنی حدیث مذکور تا چهل رسیده  
است و این حدیث از طرق اہل سنت و جماعت از مشاہیر  
صحابه نقل شده است مثل ابی بن کعب انس بن مالک  
حذیفہ بن الیمان معاذ بن جبل ہشام بن حکیم ابن ہجرہ  
ابو جحیم زید بن ارقم سمرہ بن جندب سلیمان بن صرد ابن عباس  
ابن مسعود عمر بن ابی سلمہ عبد الرحمن بن عوف حضرت عثمان  
حضرت عمر عمرو بن عاص ابوسعید الخدری ابو ہریرہ ابو  
طلحہ الانصاری -

لیکن بمقتضای احادیث مستفیضة از طرف شیعه  
القرآن نزل بحرف واحد من عند الواحد صاحبواہر الکلام علامہ  
محمد حسن قزوینی قدس سر فرمودہ است ضروری مذہب ما اینست  
القرآن نزل بحرف واحد علی نبی واحد چنانچہ شیعه از جهت  
معرفت محکمات و متشابہات و سائر ما اشکل علیہ القرآن  
من المذکورات ہم آسودہ ہستند زیرا کہ از باب مدینہ  
علوم نبویہ و اوصیاء معصومین او ہمہ را تعلیم نمودہ اند -  
و ہمہ ہم از اختلاف قراءات راحت ہستند

دوسرے اختلافات جو حادث ہوئے ہیں بعد وفات رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ اختلاف معنی حدیث میں ہیں انزل  
القرآن علی سبعۃ اعراف اسیوطی نے تفسیر اتقان میں کہا ہے ۔  
حد و اقبال مختلفہ حدیث مذکور کے معانی میں چالیس تک پہنچتے  
ہیں اور یہ حدیث اہل سنت و جماعت کی طرف سے مشاہیر صحابہ  
سے نقل ہوئی ہے۔ مثل ابی بن کعب انس بن مالک حذیفہ بن  
ایمان معاویہ بن جبل ہشام بن عکیم ابن جبرہ ابو جہم زید بن  
ارقم سمیرہ بن جندب سلیمان ابن عمرو ابن عباس ابن مسعود  
عمر بن ابی سلمہ عبد الرحمن بن عوف حضرت عثمان حضرت عمر  
مروان حاص ابو سعید الخدنی ابو ہریرہ ابو طلحہ الانصاری۔

لیکن موافق احادیث کے جو شیعوں کی طرف سے پہنچی ہیں  
ایک یہ ہے کہ قرآن ایک طرح پر ایک نسخہ کہا اس سے نقل ہوا چھ سو ہزار کلام  
علاء محمد حسن قزوینی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ضروری مذہب ہمارا یہ ہے  
کہ قرآن ایک طرح پر نسخے ماخذ کے پاس بھی ماخذ کے پاس بدل ہوا چھ سو ہزار کلام  
معرفت حکمت و مشاہدات و سائر ما اشتل علیہ القرآن  
من المذکورات بھی آسودہ ہیں اس لئے کہ باب مدینہ علوم پر  
اور ادعیاء مصومین نے سب کو سکھایا ہے ۔

اور اسی طرح پر اختلاف قرآنت کی طرف سے راحت میں ہیں

بسمتہ اینکہ قرائت اہلبیت علیہم السلام یکے است و آل  
 نزد شیعہ معلوم است و بحکم اقرؤا کما یقرء الناس بایشان  
 توسعہ داده شدہ است پس شیعہ هیچ وجہ اختلاف و جیرتے  
 در قرآن مجید مابین خود نشان ندارند و قرآن مجید را بحجت  
 میدانند و بمقاد حدیث نبویؐ لاتی تارک نمیکم الثقلین ما  
 تمسکتہم بہا لکن تفضلوا بعدی کتاب اللہ و عمرتی ابل یتی اتما  
 لکن یفرقا حتی یردا علی المحض (بتفسیر اہل بیت علیہم السلام  
 عمل می نمایند۔

پس کلیہ اختلافاتے کہ در این مطلب چارم ذکر شدہ  
 است راجع باہل سنت و جماعت است۔  
 اختلاف دیگر در قرآن مجید اختلاف قراء است۔  
 در قرائت از صحابہ : از تابعین مشاہیر قراء ہفت تن  
 از تابعین می باشند۔

۱۔ قاری مدینہ نافع بن عبدالرحمان

۲۔ قاری مکہ معظمہ عبداللہ ابن کثیر

۳۔ قراء کوفہ عاصم

۴۔ حمزہ

۵۔ کسائی

۶۔ قاری شام عبداللہ بن عامر

اسیے کہ قرائت اہلبیت علیہم السلام کی ایک ہے اور شیعہ کو معلوم ہے اور موافق حکم راقی و اکما یقر الناس ان کو وسعت دے دی گئی ہے پس شیعہ کسی وجہ سے کوئی اختلاف اور حیرت قرآن مجید میں اپنے درمیان نہیں رکھتے اور قرآن مجید کو حجت جانتے ہیں اور بغداد حدیث میں تمام درمیان وہ چیزیں بہت سنگین اور عزیزانی تھوڑا ہوں خدا کی کتاب اور اپنی عزت اہلبیت جب تک کہ تم قرآن اور میرے اہلبیت سے تمسک کرو گے مگر ابی میں نہ پڑو گے۔ قرآن اور میرے اہلبیت مفارقت نہیں کریجئے یہاں تک کہ دونوں باہم میرے پاس جھڑک کر نہ بیٹھیں۔ پس کل اختلافات جن کا اس مطلب چہارم میں ذکر ہوا اہل سنت و جماعت سے متعلق ہیں۔

لیکن اختلاف قرآن مجید میں اختلاف قاریوں کا ہے۔ قرائت میں صحابہ میں سے اور تابعین میں سے مشہور قاری سات شخص ہیں جو تابعین میں سے ہیں۔

۱۔ قاری مدینہ نافع بن عبد الرحمن

۲۔ قاری مکہ معظمہ عبد اللہ بن کثیر

۳۔ قراء کوفہ عاصم

۴۔ حمزہ

۵۔ کسائی

۶۔ قاری شام عبد اللہ بن عامر

یہاں تک کہ تم قرآن اور میرے اہلبیت سے تمسک کرو گے مگر ابی میں نہ پڑو گے۔



۷۔ قاری بصرہ ابو عمر بن العلا

قراء غیر مشہور چاروں شخصوں پر

۱۔ در مدینہ یزید بن قعقاع و شیبہ بن نعناع

۲۔ در مکہ حمید بن قیس الأعرج و محمد بن یحییٰ

۳۔ در کوفہ یحییٰ بن وثاب و سلیمان الأعمش

۴۔ در بصرہ عبد اللہ بن ابی اسحاق و عیسیٰ بن عمر

و عاصم المہدوی و یعقوب الحضری

۵۔ در شام عطیہ بن قیس الکلابی و اسلمیل بن

عبد اللہ بن المهاجر یحییٰ بن حری الذہلی

و شریح بن یزید الحضری۔

و از روایت قرائت ہر یکے از قراء سب سے مشہورین دو

نفر مشہور شدہ اند۔ از عاصم الکبیر بن عیاش و شخص ذکر

اسامی بقیہ موجب تطویل است۔

اختلافات مغیرۃ المعانی از مشاہیر قراء مذکورین مستفی

از بیانست گا ہے دو نفر راوی از یکے از قراء مشاہیر نیز

اختلاف نموده اند لازمست فقط یک مثال ذکر نمایم شاہد

باشد بر اختلاف قراء سب سے و اختلاف دو راوی از یکے از

انہا سورہ مائدہ (۷) یا ایہا الذین امنوا اذا قمت الی الصلوۃ

فاغسلوا وجہکم و ایدیکم الی المرافق و امسحوا برؤسکم و

۷۔ قاری بصرہ ابو عمر بن اعلا

قاری غیر مشہور چودہ شخص تھے۔

۱۔ مدینہ میں یزید بن قسطلج اور شبیبہ بن نصاح

۲۔ مکہ میں حمید بن قیس الأعرج اور محمد بن یحییٰ

۳۔ کوفہ میں یحییٰ بن ذئاب و سیبآن الأعمش

۴۔ بصرہ میں عبد اللہ بن ابی اسحاق اور عیسیٰ بن عمر اور

عاصم الحمدری اور یعقوب الحمضری۔

۵۔ شام میں عطیہ بن قیس الکلابی اور اسمعیل بن عبد اللہ

بن المهاجر یحییٰ بن حری الذہاری اور شریح

بن یزید الحمضری۔

اور روایات قرائت میں سے ساتوں مشہور قاریوں میں

سے دو نفر مشہور ہوئے ہیں عاصم سے ابو بکر بن عیاش اور

حفص باقی کے نام دینا طویل کلام ہے۔

ایسے اختلافات جن سے معنی بدل جاتے ہیں جو مشہور

قرآن مذکور میں ہیں بیان سے مستغنی ہیں کی بھی دو نفر راوی

مشہور قاریوں میں سے ایک سے بھی اختلاف ماے کرتے ہیں

لازم ہے کہ صرف ایک مثال بیان کر دیں جو سات قاریوں

کے اختلاف اور دو راویوں کے اختلاف ان میں سے ایک سے

کے واسطے شہادت ہو جائیگی۔ سورہ مائدہ (۵) ۱۱ ما الذین امنوا انما نتم

ارجلکم الی الکعبین -

دریں آیه تاقع و ابن عامر و کسایی ارجلکم را بنصب خوانده اند -

حمزه و ابن کثیر و ابو عمرو بن العلاء بجزء خوانده اند -

و البکر از عاصم بجزء روایت کرده است -

حفص از عاصم بنصب روایت کرده است -

واضح است که بنا بر قرائت نصب ارجلکم معطوف

میشود بر وجکم و ایدیکم بنا برین غسل یعنی شستن پاها

در وضو واجب میشود -

و بنا بر قرائت جزاء ارجلکم معطوف بر وجکم میشود پس

مسح پاها در وضو واجب میشود وضوء که شرط رکنی است

برای نماز و نماز که عمود دین است و حد فاصل در این

کفر و ایمان می باشد بموجب احادیث متفیضه پس اگر

مسح پاها در وضوء واجب بوده باشد البته شستن پاها

بنا بر قرائت نصب سبب بطلان وضوء و تشریع محرم و

تبدیل شریعت است و بطلان وضوء سبب بطلان تمامه

و موجب انهدام رکن و عمود دین میشود -

بلکه ترجیح قراء جزاء ثابت است و قرائت جزاء قرائت اهل

سنت علیهم السلام است و در اغلب کتب اهل سنت مجامعت

الی الصلوٰۃ فافعلوا وجہہ وایدیکم الی المرافق و مسوا برؤسکم و ارجلکم الی کعبین  
اس آیت میں تاق و اتق عامر و کسائی نے ارجلکم کو نصب سے  
پڑھا ہے۔

حمزہ و اتق کثیر و ابو عمرو بن العلاء نے ارجلکم کو جر سے پڑھا ہے۔  
اور ابو بکر نے عاصم سے جر سے روایت کی ہے۔

حفص نے عاصم سے نصب سے روایت کی ہے۔

دافع ہے کہ بنا بر قرائت نصب ارجلکم معطوف ہوتا ہے  
وجہکم اور ایدیکم پر اس بنا پر غسل پائینے پاؤں کا دھونا وضو  
میں واجب ہو جاتا ہے۔

اور قرائت جر کی بنا پر ارجلکم معطوف بردسکم پر ہوتا ہے  
پس مسح پاؤں کا وضو میں واجب ہوتا ہے اور وضو جو کہ نماز کے  
لئے شرط رکنی ہے اور نماز محمود دین ہے اور مابین کفرو ایمان  
حد فاصل ہے۔ بموجب احادیث کے جو پہنچی ہیں پس اگر مسح  
پاؤں کا وضو میں واجب ہوا تو ضرور پاؤں کا دھونا قرائت  
نصب کی رو سے وضو کے باطل ہونے اور تشریح محرم اور  
تبدیل شریعت کا باعث ہوگا اور باطل ہونا وضو کا نماز کے باطل  
ہونے کا سبب اور نماز کا باطل ہونا موجب انہدام رکن محمودین ثابت ہوتا ہے۔  
ماں تزیج قاریوں کی جر کے ساتھ ثابت ہے اور قرائت جر  
قرأت اہل سنت غنیم السلام سے اولیٰ سنت و حماقت

از ابن عباس روایت شده است **انّ قال فی کتاب  
الله المسح (یعنی البحر) ویأیی الناس الا الغسل**

در کتاب الله المنشور روایت کرده است از ابن عباس  
قال **ابی انّ مسّ الا الغسل ولا اجد فی کتاب الله الا المسح**  
عبد ابن حمید از اعمش نقل کرده است که میگوید کانوا  
یقرؤنها برو سکم وارجلکم بالخفض وکانوا یفسلون

شیخ الطایفه در کتاب نهذیب تفسیح کرده است باینکه  
قرائت نصب هائز نیست غرضم ذکر مثال و اشاره  
بمطلب بود براسه تحقیق این مطلب کتاب مستقل لازم  
است با این همه اختلافات متنوعه که از جهات عدیده در  
قرآن مجید شده است با اقل قلیل از انها اشاره مختصری  
نمودیم اگر امامی از جانب خداے تعالیٰ منصوب و معین  
نشده باشد آیا ممکن است کسی بگوید که اتمام حجت بر  
عموم بشر تا قیام قیامت شده است و ناس را بر خدائے  
تعالیٰ حجتے باقی نیست بمقاد (ثلاثا یكون للناس على  
الله حجة من بعد الرسل) نساء (۱۴۵)

کی بہت زیادہ کتابوں میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ کتاب خدا میں مسح ہے (یعنی جڑ سے) اور مسح پاؤں کا حکم ہوا ہے لیکن مروج سوا سے پاؤں دھونے کے اختیار نہیں کرتے۔ کتاب و منشور میں مذہبیت کی ہے ابن عباس سے کہا گوشت کھار کیا ہے انہیں سوا پاؤں دھونے کے اور یہ نہیں بلکہ قرآن خدا میں دھوئیں سوائے پاؤں کا مسح کرنے کے۔ عبد بن حمید نے اعمش سے نقل کیا ہے۔ کہ (عجب سے کتنا تھا کہ لوگ فقط ارچکم کو کسر سے پڑھتے تھے جو دھوئیں پاؤں کے مسح کا موجب ہے باوجود اس کے دھوئیں اپنے پاؤں دھوتے تھے)

شیخ الطایفہ نے کتاب تہذیب میں یہ تصریح کی ہے کہ قرائت نصب جائز نہیں ہے۔ میری غرض مثال کے ذکر اور مطلب کی طرف اشارہ تھا ورنہ اس مطلب کی تحقیق کے لئے مستقل کتاب چاہئے یہ تمام طرح طرح کے اختلافات جو متعدد صورتوں سے قرآن میں پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے ہم نے کم سے کم کی طرف مختصر طرح پر اشارہ کر دیا ہے اگر امام خداے تعالیٰ کی طرف سے منصوب اور معین نہ ہوا ہو تو کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ اتمام حجت تا قیام قیامت عموم بشر پر ہو گئی ہے اور انسان کی خدایتاً پر حجت باقی نہیں ہے بخلاف (مثلاً یكون للناس على الله حجة من بعد الرسل) نساء (۱۶۵)

یا ایس ہمد اختلافات در الفاظ و احزاب و معانی آیات  
کتاب اللہ مضافاً بر اشتمالش بحکمت و منشا بہات و  
سایر مذکورات آیا مسلم عاقل منصف بے غرض می تواند  
مجمویدہ احتیاجی بنصب امام از جانب خدا و رسولش نداریم  
(حسبنا کتاب اللہ)

شہد اللہ تعالیٰ و کفی بر شہید حیرت مستمردارم کہ وجود  
نص صریح آیہ (۶۶ نساہ) فلا وربک لا یؤمنون حتی یمکونک  
فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویستموا  
تسلیمًا۔

چہ گوئہ روا شد منع رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از کتابت  
و گفتن حسبنا کتاب اللہ (شرح نہج البلاغہ طبع معترایف  
ابن الحدید حنفی معتزل جلد دوم ج ۶ صفحہ ۲۰ تجربہ اخباری طبع

(لاہور ۱۴۸ - ۱۴۹)

فتیحات و رصدا سلام کشف از کفایت کلام اللہ

باوجود ان تمام اختلافات کے اضافہ و اعراب و معنی آیات کتاب اللہ میں جن میں حکمت اور متشابہات اور سائر مذکورات کے سوال ہونے کا اضافہ ہوا یا کوئی مسلمان عاقل منصف بے غرض کہہ سکتا ہے کہ خدا و اس کے رسول کی جانب سے نصب الام کی حاجت ہم کو نہیں ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی (یعنی ہم احتیاج کتابت اور وصیت اور نوشتہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں رکھتے ہیں)۔

شہد اللہ تعالیٰ و کفٰی بہ شہید اگر مجھ کو حیرانی دائمی رہتی ہے کہ باوجود ان صریح آیہ (۶۵ نساء) ایسا نہیں ہے تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ کبھی مومن نہ ہوں گے۔ جب تک کہ ان جھگڑوں میں جو ان کے مابین پڑے ہیں۔ تم کو حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں۔ اور اس کو اس طرح تسلیم کر لیں۔ جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتابت سے منع کرنا اور چسپا کتاب اللہ کہنا کیونکر روا ہو سکتا ہے و شرح نہج البلاغہ طبع مصر تألیف ابن الحدید حنفی محضری جلد دوم جزء ۶ صفحہ ۲۰۔ تجربہ بخند طبع لہجہ مصر صفحہ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔

مصدر اسلام میں فتوحات کا ہونا مکرم اللہ کے کافی



میکند بنگه در بهان فتوحات صدر اسلام که بطور ملوکیت  
و توسعه ملک واقع شد مقصد الهی و غرض نبوی از دین اسلام  
ضائع شد چنانچه در موارد مناسبه بیان نموده ایم -

ازین بیانات ظاهر و واضح شد که قرآن شریف سفره امانی  
نیست و رفع نقض غرض نه میکند پس بدون شبهه نقض  
غرض که محال و ممتنع است از حکیم تعالی واقع نشده است  
و البته رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم شخصی را تربیت و  
تعلیم فرموده است و اسرار قرآن شریف و علوم نبوی و احکام  
دینی و کلیه لوازم سعادت بشر را یوم القیامه را با و تودیع  
فرموده است و بمردم نیز معرفی و تبلیغ فرموده است بجهت  
انتقال امر الهی یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک من قبل  
فما بلغت رساله و الله یعصمک من الناس (مائده ۶۸)  
و بعد از نصب و معرفی او عموم بشر را از افراد محققه الوجود  
و افراد مقدره الوجود الی یوم القیامه مخاطب قرار داده فرموده  
است (الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (مائده ۳)  
زیرا که بدیهی است اکمال دین که خدا میکند باید که کامل بوده  
باشد که بعد از آن هیچ اختلاف و ضلالت تا روز قیامت واقع  
نشود و آل بنصب امام حاصل میشود با تمکین مردم اگر ملو  
از اکمال دین همین وجود قرآن مجید و احکام بوده باشد

ہونے کو ظاہر نہیں کرتا ہے بلکہ انہیں فتوحاتِ صدر اسلام میں جو کہ بطور ملکیت اور توسیع ملک و مرقع بنائے مقصد آئی اور اغراض نبوی بنی اسلام سے ضائع ہو گئے۔ چنانچہ مناسب مقامات پر ہم نے ذکر کیا ہے۔

ان بیانات سے ظاہر اور روشن ہوتا ہے کہ قرآن شریف منفرد کافی نہیں ہے اور نقضِ غرض کو رفع نہیں کرتا پس بلاشبہ نقضِ غرض کہ محال اور منتزع ہے حکیمِ تعالیٰ سے واقع نہیں ہوا ہے اور البتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو تربیت اور تعلیم کیا ہے اور اسرارِ قرآن شریف اور علومِ نبویہ اور احکامِ دینیہ اور سعادتِ بشر کے لئے کل لوازمِ یومِ قیامت تک کے واسطے اُس کے سپرد کئے ہیں اور آدمیوں کو بھی بغرض تعلیل حکم آئی اُس کی معرنی اور تبلیغ فرمادی ہے۔ دیا ایھا الرسول بلغ ما انزلنا لیک من ربک لمن لم یفعل فایبلغت رسالتہ واللہ یشک من الناس ما تہ ۶۸) اور اس کے منصب اور معرنی کے بعد عام آدمیوں کو افرادِ محققۃ الوجود اور افرادِ عقیدۃ الوجود تا یومِ قیامت مخاطب قرار دے کر فرمایا ہے (آج کے دن پورا کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور تمام کوئی تمہارا اپنی نعمت) کیونکہ یہی ہے کہ اکمالِ دین جو کہ خدا کرتا ہے چاہئے کہ ایسا اکمال ہو کہ بعد اس کے کوئی اختلاف اور مگرابی قیامت تک واقع نہ ہو اور بات تکمیلِ مردم کے ساتھ منصبِ امام سے حاصل ہو سکتی ہے اور اگر مراد اکمالِ دین سے یہی وجودِ قرآن مجید اور احکام ہوں۔

با این همه اختلافات که حاصل شده است پس کمال غرضی نیست که لایق انتقاد در وحی الهی بوده باشد پس برانصاف امام است که بسبب نصب امام اکمل دین و اتمام نعمت از جانب حکیم متعال شده است و این همه اختلافات نیز به عدم تمکین ناس است از امام منصوب و اجبار نمی کند خداے تعالی معصیت کار را و کافر را بترک عیال و کفر بجهت اینکه این نشاۃ دایره اختیار است و اجبار موجب بطایان جزاء و ثواب و عقاب میشود۔

مقصود من از این بیانات تثبیت بآیات و احادیث و ادوات منقولہ برائے اثبات امامت نیست بلکه خواستم باین جزئی اشارہ قلیله و توضیحات مختصره مطلب را روشن و محسوس نمایم که مطابقت نقل و حق و عقل درین موضوع معلوم و آشکار شود۔

## مطلب پنجم

اگرچه بر این امتناع نقض غرض از حکیم متعال و اثبات عقلی امامت و وجوب نصب امام از جانب حق تعالی کافی است لیکن بجهت تاکید بر این عقیده دیگرے ذکر می کنیم و میگوئیم چون مستمم و بدیسی است اینکه اخلال بواجبات و ارتکاب محرمات بر مکلفین جائز و ممکن است در ہر زمانے از آن منہ

تو باوجود ہن تمام اختلافات کے حاکم حاصل ہوئے ہیں وہ اکمال خدا  
 نہیں ہے کہ وہی انہی کے لئے قابل امتحان ہو پس مراد نصب  
 امام ہے اور نصب امام کے سبب سے اکمال دین اور تمام نعمت  
 حکیم متعال کی طرف سے ہوئے ہیں اور تمام اختلافات نتیجہ انسانوں  
 کے اس امام منصوب پر قائم نہ رہنے سے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ  
 گنہگار اور کافر کو ترک عیال اور کفر کے لئے مجبور نہیں کرتا ہے کیونکہ  
 یہ عالم دار اختیار ہے اور جبر کرنا ثواب اور عقاب کے بطلان  
 کا سبب ہوتا ہے۔

مقصود میرا ان بیانات سے آیات اور احادیث اور ائمہ منقولہ  
 کو اثبات امامت کے لئے پکڑے رہنے کا نہیں ہے بلکہ میں نے یہ  
 چاہا کہ اس مجزیٰ قلیل اشارہ اور مختصر توضیحات سے مطلب  
 کو روشن اور محسوس کر دوں تاکہ مطابقت عقل اور حس اور عقل سے  
 اس مقام پر معلوم اور آشکار ہو جائے۔

### مطلب پنجم

اگرچہ برہان امتناع نقض غرض حکیم متعال سے اثبات عقلی  
 امامت ہیں اور نصب امام کا جانب حق تعالیٰ سے واجب ہونا کافی  
 ہے۔ لیکن تاکید کی جہت سے ہم ایک دوسری برہان عقلی کا ذکر  
 کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہ مسلم اور بدیہی ہے کہ واجبات میں  
 خصل پڑنا اور حرام باتوں کا ارتکاب مکلفین سے ہر زمانے میں

بعد از رحلت حضرت رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم و  
واضح است که وجود امام زاجر و رادع و مانع از وقوع انست  
و مکلفین را بطاعات مقرب است و از محرمات مبیح است  
پس وجود امام زمان و نصب او از جانب خداست  
طفاً است در تکالیف و اجبه در هر زمانه از ازمه و از  
مبادی مسترد و شبهه در علم کلام است که هر لطیف ثابت  
در واجبات و تکالیف لازمه واجب است بر خداست  
زیرا که اگر آن طفاً واجب نباشد قبح میشود تکلیف مکلفین  
بآن واجبات و تکالیف لازمه - پس نصب امام واجب است  
بر خداست تا او امیکه تکلیف الهی بواجبات و محرمات  
در عالم باقی است و نیز مقرر شده و ثابت است که حصول  
منقصد الهی در حفظ دین اسلام و قرآن مجید از تبدیلات بوجود  
امام منصوب و تحقق الطاف و اجبه در تکالیف الزامیه و تقریب  
عباد بطاعات و ابعاد ایشان از معاصی متوقفست باصفاف  
آن امام منصوب باوصاف عصمت و شجاعت و اعلیت در  
جمع ما محتاج الیه الاثمه و الفضلیت و اکملیت و اعلی بودن و  
اقرب بودن بخداست و مستعمل بودن در عصر خود و مبرا  
بودنش از جمیع عیوب منفرة خلقاً و خلقاً و اسلاً و فرماً و مخصوص  
بودن باشد بمعجزات و کرامات و از واضح است که احدی جز از

بعد از رحلت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جائز اور  
 ممکن ہے اور واضح ہے کہ زجر کرنے والے اور نہ کرنے والے اور منع  
 کرنے والے امام کا وجود ان واقعات کے باعث سے ہوتا ہے اور  
 مکلفین کو طاعات کے قریب کرنے والا اور محرمات سے دور  
 کرنے والا ہے پس امام زماں کا وجود اور اس کا خدائے تعالیٰ  
 کی بات سے نصب ہونا تکالیف واجبہ میں ہر زمانے میں ایک  
 لطف خداوندی ہے اور علم کلام کے مبادی مستفہ و مشبوتہ میں سے ہے۔  
 کہ ہر لطف ثابت و اجبات میں اور تکالیف لازمہ میں خدا تعالیٰ  
 پر واجب ہے۔ کیونکہ اگر وہ لطف واجب نہ ہو تو تکلیف مکلفین  
 ان واجبات اور تکالیف لازمہ کے ساتھ قبیح ہو جاتی ہے پس نصب  
 امام واجب ہے خدا تعالیٰ پر جب تک تکلیف انہی واجبات  
 اور محرمات عالم میں باقی ہے اور یہ بھی مقرر ہوا اور ثابت ہے کہ  
 حصول مقصد الہی یعنی بذریعہ امام منصوب کے وجود کے دین اسلام اور قرآن مجید  
 کا تہدیلیوں سے محفوظ رہنا اور لازمی تکالیف میں الطاف واجبہ کا منتہی ہونا  
 اور تقرب بندوں کا طاعات سے اور ان کا قدر رہنا معاصی سے ایسے امام منصوب  
 کے وجود سے کامیاب ہو سکتا ہے جو کہ معصوم ہو فہلج ہو اعلم ہو جلا سیر  
 میں جکی امت محتاج ہو افضل ہو اکمل ہو سب سے زیادہ سخی ہو اور خدا سے  
 اقرب ہو اور اپنے زمانہ میں متقل ہو اور کام عیوب منفرد سے متفاد و متفاد و فرقا  
 پاک ہو اور ہجرات و کرات میں مخصوص ہو اور انصاف میں سے ہے کہ کوئی ایک شخص سوائے

خداوند تعالیٰ بر سرائر طریقے بنمیدان این اوصاف باطنیه و  
 کمونات سرائر ندارند. پس ناممکن نیست انتخاب امام  
 متصف با اوصاف مذکوره و نصب او مگر از جانب خدا تعالیٰ  
 و الا لطف واجب مذکور حاصل و محقق نمی شود (و ربک یعلم  
 ما تکن صدوریم و ما یعلنون قصص ۳۹) (و ربک یخلق ایشاء  
 و ینتارها ما کان لهم الخیرة سبحان الله و تعالیٰ عما یشرکون قصص ۴۸)  
 بے انتخاب حضرت موسیٰ کلیم الله هفتاد نفر از اخبار و صلحا  
 بنی اسرائیل را بر خلاف ظاهراً به تاجه برسد با انتخاب سائر  
 ناس پس ثابت و معلوم شد که هر زمانه از از منته تکلیف  
 خالص از وجود امام معصوم منصوب نمی شود خواه مردم با ایشان  
 تمکین نمایند خواه تمکین نه نمایند و عدم تمکین مردم با امام  
 موجب سقوط وجوب نصب امام از خدا تعالیٰ نمی شود -  
 زیرا که در علم کلام معلوم و ثابت شده است که وجود امام  
 و نصبش فعل خداوند تعالیٰ است لیکن تمکین ناس با امام  
 فعل مکلفین است بعلمت اینکه هر چه تمکین و عدم تمکین  
 هر دو بمکلفین راجع است پس عدم تحقق فعلی از جانب  
 مکلفین موجب نمیشود که فعل خدا تعالیٰ حاصل نشود

خداوند تعالیٰ کے جو مطلع بر سر اتر ہے کوئی طریقہ ان اوصاف باطنیہ  
 اور چھپے ہوئے مجیدوں کے سمجھنے کا نہیں رکھتا۔ لہذا انتخاب  
 ایسے امام کا جو مذکورہ صفوں سے متصف ہو اور اس کا نصب کرنا  
 سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی سے ممکن نہیں ہے ورنہ بطف  
 واجب مذکور حاصل اور محقق نہیں ہوتا (در بیگ یل علم یا مکن صدر ہم  
 و ما یعلنون قصص ۶۶) (در بیگ یل محقق یا یشاء و ینتار ما کان بعم  
 الخیر قد سبحان اللہ تعالیٰ عما یشرکون قصص ۶۸) اہل حضرت موسیٰ کا  
 کا ہمتاد نفر کو اختیار و صلوات بنی اسرائیل میں سے انتخاب کرنا  
 برخلاف ظاہر ہوا پھر ساثرناس کے انتخاب کا کیا حشر ہوگا۔ پس  
 ثابت اور معلوم ہو گیا کہ ہر زمانہ تکلیفوں کے زمانوں میں سے  
 وجود امام معصوم کے نصب ہونے سے خالی نہ ہوگا۔  
 خواہ لوگ اس کی تمکین کریں یا نہ کریں اور تدبیر کا امام کی تمکین نہ کرنا  
 موجب ستودہ و وجوب نصب امام از طرف خدا تعالیٰ نہیں ہوتا اسلئے  
 کہ علم کلام میں معلوم اور ثابت ہو چکا ہے کہ امام کا وجود اور اس کا نصب  
 خداوند تعالیٰ کا فعل ہے لیکن تمکین اس امام کے ساتھ نہ فعل مکلفین  
 کا ہے کیونکہ تمکین میں تعریف اور عدم تمکین میں مذمت دونوں نہیں  
 مکلفین سے متعلق ہیں پس مکلفین کی طرف سے کسی فعل کا تئیں نہ ہوا



بلکہ برائے اتمام حجت بر آئنا میک تمکین ندارد ضرورت نصب  
 اتمام وجودش از جانب حق تعالیٰ منکاة میشود نظیر ایں کہ  
 عصیان مأمور و مکلف و علم خداے تعالیٰ بر عصیاں انہادر  
 ازل موجب عدم توجیہ تکالیف بران مأمور نمی شود و بلکہ لزوم  
 توجیہ بجهت اتمام حجت شدید میشود و چون ایں عالم عالم اقتیاء  
 است لهذا ممکن نیست خداوند تعالیٰ مروم را مجبور بتمکین  
 فرماید۔ والّا بطلاں ثواب و عقاب و جزاء اعمال لازم میآید  
 ابتداء انبیاء و اوصیاء باعداء الہ الہ و معارضین برائے  
 امتیازات الہیہ سنتہ اللہ است در اعم ، نبیہ و حضرة (و لکن  
 نتجہ سنتہ اللہ تبذیرا۔)

دلیل دیگر برائے تنویر موضوع اینست کہ  
 از ضروریات بدیہیہ است ہر جائے و ہر آمرے کہ عند ذلک  
 تنظیم مصالح جمعی بودہ باشد و جز از مصلحت آن جماعت منکاة  
 دیگرے نداشته باشد ہر گاہ حکمے را کہ مصلحت آن جماعت بان  
 بودہ باشد خودش مباشرت بتنفیذ اونہاید لازم است کہے را  
 معین نماید برائے تنفیذ ان حکم والّا مستحق مذمت و توبیخ از  
 عقلا و مرکب قبح میشود۔

اس بات کا موجب نہ ہوگا کہ فعلِ خداے تعالیٰ حاصل نہ ہو بلکہ اتمامِ حجت کے لئے اُن پر جو کہ تمکین نہیں کرتے ضرورتِ نصبِ امام اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے متناکذ ہو جاتا ہے۔ نظیر اس کی یہ ہے کہ امور اور تکلف کا گناہ اور خدا تعالیٰ کا علم ان کے عصیان کے متعلق ازل میں اُس امور کے مکلف ہوئیگی وجودِ موجود نہ ہونے کا موجب نہیں ہو سکتا بلکہ قویہ کا لازم ہونا اتمامِ حجت کے لئے شدید ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ عالمِ عالم اختیار ہے لہذا ممکن نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ لوگوں کو تمکین پر مجبور کرے ورنہ ثواب اور عذاب اور جزاء اہل کا بطلان لازم ہوگا۔ فسادِ دُشمنوں اور معارضین سے انبیاء و اوصیاء کا ابتلا گزشتہ اور حاضر امتوں میں امتحاناتِ الہیہ کیسے سنتے آتے تھے (وَلَنْ تَجِدَ لِسْتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا)

دلیل دیگر موضوع کی وضاحت کے لئے یہ ہے کہ ضروریاتِ بدیہیہ میں سے ہے کہ ہر حاکم اور ہر آمر جو کہ تنکیم مصالح جماعت کا ذمہ دار ہے اور سوائے مصلحت اس جماعت کے پیش نظر کچھ نہیں رکھتا ہے جس وقت کہ ایسا حکم ہو کہ مصلحتیں اس جماعت کی اس سے وابستہ ہوں اور خود وہ اس کی تنفیذ میں مشغول نہ ہو تو لازم ہے کہ کسی دوسرے کو معین کرے تاکہ تنفیذ اس حکم کی کرے ورنہ مستحقِ نہ موت و توخی عطا کے نزدیک مرکبِ قبیح ہوگا

و لہذا بروائی ولایت و یا راعی قطبہ اگر انہا غیب شہ  
بدون تقییدین قائم مقام و حافظ مصالح انہا البتہ مستحق توبیخ  
و ذم از غفلت خواهد بود۔

پس خداے تعالیٰ کہ حاکم علی الاطلاق است بمومنین  
و علاقہ مند است کاملاً بمصلح و احکام مکلفین در جمیع ازمہ  
پس واجب است برائے تنفیذ ان احکام و مصالح کہ قابل  
مباشرتش نیست امام لایق در ہر عصرے نصب فرمودہ باشد  
و اگر اغلال بمصلح عباد و ترک واجب بفرایہ قبیح است و  
صدور قبیح از حکیم متول متش و محال است چنانچہ در ہم کلام  
و حکمت بیان شدہ است۔ تائبہ امیگویم حضرت رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عموم مکلفین را امر و تحریص فرمودہ است  
بوصیت نسبت بامور طغیفہ۔ پس معقول نیست خود انحضرت  
در بارہ دین با عظمت و قرآن مجید مملو از اسرار ایسہ و مصالح  
اسلام و مسلمین کہے را وحی خود قرار ندادہ باشد و وصیت  
نفرمودہ باشد است مانند تنارخ از ہما کہ ریاست و  
امارت گذاشتہ باشد و این امر عظیم را بخود مکلفین و اگدار  
فرمودہ باشد باینکہ حب ریاست و میل بزخارف دنیا غریبی  
و طبعی بشر است بشر امتحاب نمی کند مگر کہے را کہ باغراض  
شخصہ اش اصلاح باشد واضح است این چنین متنبین حافظ

لہذا ہر وہی ولایت اور راعی گھ اگر غائب ہو بدون تعیین  
تاقم مقام و بدون حافظ مصالح رعایا تو ضرر و غفلت کی توجیح اور ذمہ کا  
مستحق ہوگا۔

پس خدا یہ چاہے کہ حاکم مطلق عموم عنون کا ہے اور مصالح اور  
احکام مکلفین کے ساتھ تمام زمانوں میں کا یا علاقہ مند ہے پس  
واجب ہے کہ واسطے تمییز ان احکام اور مصالح کے جو خود اپنے مشغول ہونے  
کے قابل نہیں ایک امام لائق ہر زمانہ میں مقرر کرے اور اگر مصالح  
عیاد میں اغلال اور ترک واجب فرمائے تو قبیح ہے اور صدور قبیح  
نیکم شمال سے متنع اور محال ہے جیسا کہ علم کلام اور حکمت میں بیان  
ہوا ہے۔ تاہذا کتابوں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے عموم مکلفین کو حکم اور تخریص فرمائی ہے وصیت کرنے کے لئے  
داسطہ امور نام کے پس معقول نہیں ہے کہ خود آنحضرت نے اس  
دین با عظمت کے بارہ میں اور قرآن مجید کے بارہ میں جو کہ اسرار الہیہ  
اور مصالح اسلام اور مسلمین سے بھرا ہوا ہے کسی کو اپنا وصی قرار  
نہ دیا ہو۔ اور وصیت نہ فرمائی ہو۔ امت کو تیر اور تناسخ میں  
ریاست اور امارت کے لئے چھوڑ دیا ہو اور اس امر عظیم کو خود مکلفین  
پر واگذار کیا ہو باوجودیکہ حسب ریاست اور میل و تعارف دنیا کی  
طرف بشر کیلئے جہلی اور طبعی ہے بشر انتخاب نہیں کرتا اگر اس شخص کا کلام  
کے اغراض شخص کے لئے اصلاح ہو۔ واضح ہے کہ ایسے متعجبین حافظ

دین و ناموس اکبر آبی نمی شود بلکه مانند رؤسای جمہوریات  
 بعضے ملک پیشود کہ ملت یک شخصی را بر اسے ادارہ شئون  
 سیاسی و انتظامات دنیوی یک مملکت انتخاب می نمایند  
 یعنی نمایندہ آنکہ از کلام حضرت عمر در سقیفہ در ضمن انتخاب  
 حضرت ابو بکر کہ خطاب با حضرت کردہ گفت (اَکْثَرُ نَظاکِ  
 لَدُنْیَانَا) شرح نہج البلاغہ بن ابی الحدید حنفی معتزلی جلد ۱ صفحہ ۱۸۷ استفادہ  
 می شود کہ اگر انتخاب نیز بر اسے شئون دنیوی بود نہ بخت دین  
 مابین سبب فتنات در صدر اسلام ملوکانہ شد و مقصد دینی از  
 بین رفت چنانچہ سابقاً اشارہ نمودیم بلکہ اس قبایع امامت  
 کہ بشر بریدہ است و بدون ضرورت اقصاف امام  
 بدعات سابقہ الذکر و بدون معجزہ بقامت ہر فردے از  
 افراد بشر مسا است و اینست سبب اینکه ہر ناقص و ہر  
 دباے یا مختل العقل ادعای امامت و مددیت یا مجد دیت  
 نمودہ اند و ایں ہرج و مرج را دیدہ اند کم کم ترقی کردہ ادعای  
 نبوت بلکہ الوہیت نمودہ اند البتہ دست مل و دول کفر نیز در کار  
 بودہ است بعد از اشارہ بہ براین عقیدہ و مبادی مسلمہ لازمہ  
 در مطالب خمسہ مذکورہ بمقصد اصلی خود کہ تعیین امام پورہ باشد  
 شروع نمائیم۔

در امامت مسلمان مسلمان سہ قول ہست :-

دین اور ناموس اکبر الہی کے نہیں ہو سکتے بلکہ اندر وہ سائے  
 جمہوریات بعض حکام کے ہوتے ہیں کہ ملت ایک شخص کو بہت سیاسی  
 کے حکم کے لئے اور ایک مملکت کے انتظامات دینی کیلئے انتخاب کرتے ہیں  
 غرضی نہ رہے کہ کلام حضرت عمرؓ نے جو انہوں نے سقیفہ میں وقت  
 انتخاب حضرت ابوبکرؓ کو قاطب کر کے کیا تھا (آیا ہم تمہاری ریاست پر  
 واسطہ امور دنیا کے راضی نہ ہوں) (شیخ نجیب الدین بن ابی الحدید حنفی مستدرک  
 جلد ۱ صفحہ ۱۸۵) ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انتخاب بھی بہت دنیا کے لئے  
 تھا نہ کہ دین کے لئے اور اس سبب سے فتوحات دین صدر اسلام  
 کے وقت ملو کا نہ ہوئیں اور مقصد دینی درمیاں سے مفقود ہو گیا  
 جیسا کہ سابقاً ہم نے اشارہ کیا ہے۔ بلکہ یہ قبا امامت کی کہ بشر  
 نے یونہی ہے۔ اور امام کے صفات مذکورہ سابق سے متصف ہونے کو  
 بغیر ضروری قرار دیئے ہوئے اور بلا مجروح کے ہر فرد بشر کے قاصد پر جا  
 پڑتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر ناقص اور ہر اہل یا مختل عقل نے دعوے  
 ہدایت یا مجددیت کا کیا ہے اور اس فتنہ و آشوب کو دیکھا ہے اور  
 کم کم ترقی کر کے دعوے نبوت تک الوہیت کا کیا ہے البتہ اہل اور دہل  
 کفر کا انتخاب اس میں معروف عمل رہا ہے۔ براہین عقلیہ اور مبادی مسلمہ  
 لازمہ مطالب خمسہ میں اشارہ کرنے کے بعد اپنے مقصد اصلی  
 کو کہ قیام امام ہے شروع کرتے ہیں۔

امامت میں مسلمین کے درمیان تین قول ہیں :

اول - قرآن مجید و شرایع کافی است اصلاً احتیاج به امام نیست -

دوم - احتیاج به امام هست لیکن تعیین امام بایندگان است نه با خدا و رسولش -

سیم - احتیاج شدید به امام هست و باید تعیین و نصب امام از جانب خدا و رسولش بشود و غیر این ممکن نیست -

در مطالب خمس سابقه از برای عقیقه و شواهد مؤیدات نقلیه و بیانات واضحیه که ما ذکر نمودیم کاملاً معلوم شد بطلان قول اول و بطلان قول دوم و واضح شد که نقض قول سیم صحیح است که قول شیعه باشد - و چون ادعای امامت در عهد اسلام بعد از رحلت حضرت رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم در حق سه نفر شده است لا غیر اول حضرت علی بن ابی طالب علیه السلام - دوم حضرت ابی بکر بن ابی قحافه سیم حضرت عباس ابن عبد المطلب و معلوم است که حضرت ابی بکر بن ابی قحافه و حضرت عباس و اتباع ایشان هیچ وقت ادعا ننموده اند که نصب ایشان از جانب خداست و رسولش شده باشد بلکه مستند نموده اند امامت حضرت ابی بکر را با انتخاب مسلمین و ادعای امامت حضرت عباس را بجهت وراثت -

اول۔ قرآن مجید اور شرایع کافی ہیں اور امام کی حاجت نہیں ہے۔

دوم۔ امام کی احتیاج ہے لیکن تیسرین امام ہندگان خدا کے اختیار میں ہے خدا اور اس کے رسولؐ کے ذمہ نہیں۔ سوم۔ امام کی احتیاج شدید ہے اور چاہئے کہ تیسرین اور نصب امام کا خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہو۔ اور بغیر اس کے ممکن نہیں ہے۔

مطالب خمسہ سابقہ میں براہین عقلیہ اور شواہد اور مؤیدات نقیذہ اور بیانات واضحہ حسیہ سے کہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کا خلا بطلان قول اول اور بطلان قول دوم کا واضح ہو گیا ہے تو نقص قول سیم صحیح ہے جو کہ قول شیعہ ہے اور چونکہ دعویٰ امامت کا صدر اسلام میں بعد رحلت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن نفر کے حق میں ہوا ہے اور کسی کے حق میں نہیں ہوا۔ اول حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام دوم حضرت ابی بکر بن ابی قحافہ۔ سیم حضرت عباس بن عبد المطلب اور معلوم ہے کہ حضرت ابی بکر بن ابی قحافہ اور حضرت عباس اور ان کے پیروں نے کسی وقت دعویٰ نہیں کیا کہ ان کا نصب خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے ہوا ہے بلکہ سند دی گئی ہے کہ امامت حضرت ابی بکر کی سلسلہ کے انتخاب سے ہوئی ہے اور دعویٰ امامت حضرت عباس کا بسبب وراثت کے کیا گیا



ادعائے تعییب بن ابی و نضب از جانب خدائے تعالیٰ  
 و رسوئش منحصر شدہ است در حق حضرت علی بن ابی طالب  
 علیہ السلام کہ ہم خودش این را اظہار فرمودہ است و ہم  
 شیمیانش (نہج البلاغہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۳) (و انما طلبت  
 حقاً لی و اتمم تحولون بینی و بینہ فلما قرعت بالجحۃ فی السلاہ  
 الحضرین صعب کائنہ بیست لایدری ما یسمی بہ

شرح نہج البلاغہ تالیف ابن ابی الحدید حنفی معزلی طبع مصر  
 جلد ۲ صفحہ ۳۶) ایتنا احرص انا الذی طلبت حق الذی  
 جعلنی اللہ و رسولہ اولی بام انتم

شرح نہج البلاغہ تالیف ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۱  
 انشدکم اللہ انیکم من اخی رسول اللہ بینہ و بین نفسہ حیث  
 اخی بین بعض المسلمین و بعض غیرہ قالوا لا

تقال انیکم احد قال رسول اللہ من کنت مولاه فہذا  
 مولاه غیرہ فقالوا لا

دعویٰ تیسبیں ابھی اور نصب از جانب خدا تعالیٰ حق میں  
حضرت علی بن ابی طالب کے منہر ہو گیا جس کا اظہار آپ نے خود  
بھی کیا اور ان کے شیعوں نے بھی کیا (نہج البلاغہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸)  
(یہ ہے کہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ میں نے اس حق کو کہ جو میرے  
واسطے ثابت ہوا ہے طلب کیا۔ پس جس وقت اپنے مقابل کو دلیل  
اور برہان سے اپنی حقانیت پر جمعیت کے درمیان کو فتنہ کیا۔

ما صرنا دیا مسوت ہو گئے وہ مقابل حیرہ گیا نہ جانا کہ کیا جواب مجھ  
کو دے کیونکہ جواب کچھ نہ رکھتا تھا۔)

(شرح نہج البلاغہ تالیف ابن ابی الحدید حنفی مستزید طبع مصر جلد ۲  
صفحہ ۳۶) (کون ایک نبی اور تم میں خلافت کے لئے حریف تھے۔  
میں نے کہ امامت میں اپنا حق طلب کیا ہے کہ خدا اور رسولؐ نے  
مجھ کو اس حق پر اولویت دی ہے یا تم کو کہ ناحق پر ہو)

(شرح نہج البلاغہ تالیف ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۶۱)  
(تم سے خدا کی گواہی کے ساتھ سوال کرتا ہوں کیا تم میں کوئی ہے  
سوائے میرے کہ جس کو پیغمبر اکرمؐ نے بھائی قرار دیا ہے جس وقت  
بعض مسلمانوں کو بعض دوسروں کے ساتھ برادر قرار دیا سب  
نے کہا سوائے آپ کے کوئی نہیں ہے۔

فرمایا سوائے میرے تمہارے درمیان کوئی شخص ہے کہ پیغمبرؐ نے  
کسی کے حق میں یہ فرمایا ہو کہ یہ اولیٰ بتعرف ہے ہر اس شخص کے

فقال انیکم احد قال لا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم  
انت متی بنزلت لما روت من موسى الا انه لا نبی بعدی غیری  
قولوا لا -

(شرح نهج البلاغه تألیف ابن ابی الحدید حنفی معربی طبع مصر  
جلد ۲ صفحہ ۳۹۸) (من کلام علی لشمان و آفتیق و ابن  
الخطاب فان کانا اخذنا جعله رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم  
بذلك -

چون از برای این عقیدہ مذکورہ استنتاج نمودیم کہ قطعاً  
از جانب خدا و رسولش امام متصف باوصاف سابقہ الذکر  
تعیین و نصب و معرفی شدہ است و حضرت علی بن ابی  
طالب را در این صفت معارضی نیست زیرا کہ هیچ کس  
غیر از آنحضرت مدعی نصب از جانب خدا و رسول نشدہ  
است اگر منصوب از جانب خدا غیر از آنحضرت کسی دیگر  
می بود البتہ اظہار و ادعا میکرد و چون ہمچہ ادعائے بیج  
وقت از بیج کس دیگر تظاہر نہ شد پس معین شد کہ امام

حق میں کہ میں پیغمبر اُس کے ساتھ ادنیٰ بتصرف ہوں سب نے کہا سوائے آپ کے کوئی نہیں۔

فرمایا تمہارے درمیان سوائے میرے کوئی ہے کہ اُس کو پیغمبر نے فرمایا ہو کہچہ کو میرے ساتھ وہ نزول ہے جو لہان کوئے کے ساتھ ہے مگر اُس صفت پیغمبری کے کہ میرے بعد پیغمبر نہ ہوگا سب نے کہا کہ سوائے آپ کے کوئی اس صفت کا نہیں ہے

(شرح منہج البیان تالیف ابن ابی الحدید حنفی معتزل طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۳۹) (حضرت علیؑ کا کلام حضرت عثمان سے کہ فرمایا لیکن عتیق اور ابن الخطاب نے اس حق کو کہ جو رسول خداؐ نے میرے لئے قرار دیا حق مجھ سے لے لیا پس اے عثمان تم سب آدمیوں سے زیادہ اس مطلب کو جانتے ہو)۔

چوں کہ براہین عقلیہ مذکورہ سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قطعاً خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کوئی امام جو اوصاف حمیدہ سابقۃ الذکر سے موصوف ہو اور جو نصب کیا گیا اور شناخت کر گیا ہو نہیں ہوا اور حضرت علیؑ بن ابی طالب کا کوئی صفت ہیں مقابل نہیں ہے کیونکہ کوئی شخص سوائے آنحضرتؐ کے خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے نصب نہیں ہوا ہے اگر منصوب خدا کی طرف سے سوائے اُن کے اور کوئی ہوا ہوتا تو البتہ انہما را اور دعوئے کرتا چونکہ ایسا دعوئے کسی وقت کسی دوسرے کی طرف سے ظاہر نہیں ہوا ہے پس میں ہوا اگر امام

منصوب از خدا تعالی حضرت علی بن ابی طالب می باشد  
و این تشخیص و اثبات صغری نیز عظمی است از طریق استقراء  
تلمی -

بعبارة آخری - چنانکه پیغمبران اولوالعزم و صاحبان  
کتابها نے سماوی ہمہ اہم اہم برائے خودشان وصی و  
جانشین قرار داده اند حضرت آدم جناب شیث را حضرت  
نوح جناب سائم را حضرت ابراہیم جناب اسمعیل را  
حضرت موسیٰ جناب یوشع را حضرت عیسیٰ جناب شمعون را  
با اینکه ادیان و شرائع آنها موقتی و منقطع تا آخر بود معلوم  
بود کہ بہ بہشت رسول لاحق نسخ خواهد شد همچنین حضرت  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائے وصایت خودش  
نسبت بدین ابدی تربیت فرمود حضرت علی ابن ابیطالب  
علیہ السلام را از عمر شش سالگی و تعیین فرمود باو بامر  
خدا تعالیٰ جمیع اسرار رسالت و اسرار کتاب اللہ و علوم  
نبوت و کتب احکام و وقایع اولین و آخرین را بدرجہ رسید  
کہ فرمود انا مدینۃ العلم و علی بابہا (بروایت فریقین) و  
و بامر خدا تعالیٰ او را وصی و جانشین خود و امام برات  
نصب فرمود و بہ معرفتی و تبلیغ فرمود بایں سبب کمال  
دین حاصل شد وہلک من ملک عن بیتہ وحمی من حی عن بیتہ فقال؟

منسوب من اللہ حضرت علی بن ابی طالب ہوتے ہیں۔ اور یہ  
تشخیص اور اثبات مغزی بھی عقلی ہے از روی استقراء  
قطعی۔

دوسرے طریق پر حبیب کہ پیغمبران اولوالعزم اور صاحبان کتاب  
اسے سادہ سب نے خدا کے حکم سے اپنے لئے وحی اور جانشین  
قرار دئے ہیں۔ حضرت آدمؑ نے جناب شیثؑ کو حضرت نوحؑ نے  
جناب سامؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے جناب اسمعیلؑ کو حضرت موسیٰؑ  
نے جناب یوشعؑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جناب شمعونؑ کو بدو دیکہ  
ان کے ادیان اور شرایع موقتی اور مقطوع الاخرتہ معلوم تھا کہ  
وہ بدشت رسولؑ کے ساتھ جو بعد کو ہونے والی تھی نسخ ہو جائیٹھے۔ اسی طرح  
پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وحی ہونے  
کے لئے دین ابدی کی غرض سے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو عمر  
شش سال سے تربیت کیا اور ان کو یکم خدایتھائے جمیع اسرار رسالت  
اور اسرار کتاب اللہ اور عموم نبوت اور تمام احکام اور وقایع  
اولین اور آخرین تعلیم فرمائے اور اس درجہ تک پہنچے کہ فرمایا  
انما یتہ العلم وکفیہا (روایت فریقین) اور امر حق تعالیٰ سے آپ کو اپنا  
وحی اور جانشین اور امام امت پر نصب فرمایا اور سب کو معرفی اور  
تبلیغ فرمادی اور اس لئے اکمال دین حاصل ہوا (لہذا)   
من مک عن یمنہ ویحیی من حی عن منہ سورہ انفال ۴۲)

لهذا کتاب مدینه علوم نبویه فرمود (سئوونی قبل ان  
 تفقدونی فلانما بطرق السماء اعلم منی بطرق الارض نبع البلاجر منعمه)  
 در شرح نبع البلاجر تالیف ابن ابی الحدید فیج مصر جلد ۱  
 صفحه ۲۵۵ روایت کرده است از زید بن ارقم قال قال  
 رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَنْ تَسْأَلُوْهُم  
 عَلَیْهِ لَمْ تَهْتَبُوْا اِنَّ وِیْلَکُمْ لَیْلَۃٌ وَاَنْ اِنَّا نَکُمُّ عَلٰی بَنِی طَالِبٍ  
 فَنَاصِحُوْهُ وَهَدٰهُ فَاَنَّ جَبْرِلَ اَخْبَرَنِيْ بِذٰلِکَ وَرِخْصُوْهُ مَعْرَفِی  
 حَضَرَتْ عَلٰی بَنِی طَالِبٍ بِاَمَّتٍ وَدِرْحَمٍ اَنْخَصَرَتْ نَازِلٌ  
 شَدَّ اَسْتِ اَیَّهٖ مَبَیْلُهُ وَاَیَّهٖ تَطْهیرُ وَاَیَّهٖ اَکْمَالٌ وَاَیَّهٖ تَبْیِیْغٌ  
 وَسُوْرَةٌ اِیَّهٖ اَلْ وَاِیَّهٖ غَیْرُ ذٰلِکَ مِنْ اَلْاٰیٰتِ الْکَثِیْرَةِ وَوَارِدٌ شَدَّ  
 اَسْتِ حَدِیْثٌ مُّدْبِرٌ وَحَدِیْثٌ کَسَاءٌ وَحَدِیْثٌ مُّزَلَّزٌ وَحَدِیْثٌ  
 بِاَبِ الْعَنَمِ وَحَدِیْثٌ تَخْصِفُ النُّعْلَ وَحَدِیْثٌ یَّعْسِبُ الدِّیْنُ  
 اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنْ النُّعُوْصِ الْمَتٰی لَا تَخْطِیْ عِدَدًا وَرَکْبَ فَرَقِیْنِ  
 مَوْجُوْدٌ اَسْتِ اَیْضًا اَرْجَعُ حَدِیْثٌ نَبَوِیٌّ (ستفترق امتی  
 من بعدی علی ثلاث و سبعین فرقة فرقة مننا ناجیه و الباقی  
 فی النار) : حدیث نبوی مثل اهل بیتی کشتی سفینه نوح  
 من رکبها نجی و من تخلف عنها هک

لہذا اس باب مدینہ علوم نبویہ نے فرمایا (سُئِلَ قَبْلَ اَنْ  
تُنْقَضَ وَلِيٌّ فَلَا نَا بِطَرَقِ اسْتِثْنَاءِ اعْلَمُ مِنْ طَرَقِ الْاَرْضِ نَجْعُ الْاِبِلَاءِ جُزْءُ ۲  
صفحہ ۱۵۱) (شرح نَجْعِ الْاِبِلَاءِ فَتَالَيْفِ ابْنِ ابْنِ الْحَدِيدِ طَبْعُ مَعْرِجَةِ اَوَّلِ  
صَفْحَةِ ۲۵۵ میں روایت کی ہے زید ابن ارقم سے قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدْلُكُمْ عَلَى اَنْ تَسَاءَلُوْكُمْ فَلَيْسَ لَكُمْ تَسْبِيْكُمْ  
بَنَ وَتَسْبِيْكُمْ اَللَّهُ وَارَبِّ اِنَّا لَنُكَلِّمُ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ فَاَصْحُوْهُ وَصَدَقُوْهُ فَاَنْ  
جَبْرِ اِلْخَبَرِ نَبِيِّنَا اِيَّكَ) اور بالخصوص معزنی حضرت علی بن ابی طالب کی  
امامت کے لئے اور آپ کے حق میں آیہ مباہدہ و آیہ تفسیر و آیہ اکمال و  
آیہ تبلیغ و سورہ اہلِ اٰتی اور سورہ من کی بہت سی نکات نازل ہوئی ہیں  
اور حدیث غدیر و حدیث کساء و حدیث منزلت و حدیث باب العلم و  
حدیث خضعت النعل و حدیث یعسوب الدین وارد ہوئی ہیں  
علاوہ ان کے خصوص میں جن کا شمار نہیں ہے اور کتب فریقین میں  
موجود ہیں۔ اسی طرح ملائے اعاذیث نبوی میں سے یہ ہے (جلد ہے  
کہ میری امت میرے افعال کے بہتر فرقوں میں متفرق ہو جائے گی۔  
فقط ایک فرقہ ان میں سے نجات پائے والا ہے باقی بتر فرقے  
سب آتش جہنم میں چلے جائیگے) باحدیث نبوی (مثال ہے  
اہلیت کی مثال کشتی نوح کی ہے جو کوئی میرے اہلیت کی کشتی نجات  
میں سوار ہو اور بقول من کے عمل کرے نجات پائیگا ہے اور جو کوئی مجھے  
اہلیت کی کشتی نجات سے تعلق کرے اور من کا مخالف ہو فرقہ لورچک کے



که هر دو حدیث در کتب فریقین با سانید صحیح روایت شده  
 است - معلوم و واضح میشود اینکه فرقه ناجیه است ثیمیا<sup>ک</sup>  
 حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب و اوصیاء معصومین  
 آنحضرت که اهل بیت رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم  
 می باشند - چنانکه از ملاحظه حدیث اول منفرداً معلوم میشود  
 اینکه فرقه ناجیه ثیمیه امامیه اشعی عشریه است زیرا که اشعی  
 عشریه با جمیع مذاهب فرق اسلامییه مبایزت در عقاید  
 دارند و جمیع ان مذاهب مشترک میباشند در اصول عقاید  
 پس نمیشود یکے از آنها را ناجیه دانست زیرا که فرقه لمی  
 دیگر نیز بهاں اصول عقاید آنها را دارند حضرت علی بن ابی  
 طالب منصف بود بجمیع اوصافیکه در امامت شریک است  
 از عصمت و اعلیت و اعدلیت و افضلیت از جمیع بشر  
 غیر از رسول اکرم صلی الله علیه و آله و سلم و غیر ذلک از اوصاف  
 سابقه الذکر (بشرح نهج البلاغه تالیف ابن ابی الحدید حنفی  
 معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحات ۱۲۰ - ۱۲۸ - ۱۳۱ - ۱۸۴ -  
 ۱۸۵ - ۲۴۸ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۸۹ رجوع شود  
 اوصاف مذکوره آنحضرت را منکر نیست حتی اینکه اعتراف  
 نموده است حضرت ابو بکر با فضیلت حضرت علی بن ابیطالب  
 و هم چنین اعتراف نموده است حضرت عمر با ولایت آنحضرت

دونوں حدیثیں کتب فریقین میں اسانید صحیحہ سے روایت ہوئی ہیں۔ یہ معلوم اور واضح ہوتا ہے کہ شیعہ بیان حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور اوصیاء موصوین آنحضرتؐ کے جو اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں فرقہ ناجیہ ہے چنانچہ طوطی سے حدیث اول کے مفرداً معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرقہ ناجیہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہے اس لئے کہ اثنی عشریہ تمام مذاہب فرقہ اسلامیہ ہے مباہنت عقاید میں رکھتے ہیں اور جمیع وہ مذاہب اصول عقاید میں مشترک ہیں پس ان میں سے ایک کو بھی ناجی نہیں جان سکتے اس لئے کہ دوسرے فرقہ بھی انہیں کے سے اصول و عقاید رکھتے ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالبؑ اُن تمام اوصاف سے جن کی امامت میں شرط ہے۔ یعنی عصمت و اہلبیت و اہل بیت و انصافیت تمام بشرے سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور علاوہ اُن کے و صاف مذکورہ مسابقی سے ضعف تھے (شرح نہج البلاغہ، تالیف ابن ابی عمیر خفی معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحت ۱۲۰-۱۲۸-۱۳۱-۱۸۶-۱۸۵-۲۲۸-۲۲۹-۲۵۰-۵۶۲) ۵۴۳-۵۸۹ کی طرف رجوع کرو۔ حضرت کے اوصاف کا کوئی منکر نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر نے انصافیت حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کا اقرار کیا ہے۔ اور اسی طرح پر حضرت عمر نے اولویت حضرت علی علیہ السلام کا

با امامت بعد از رسول خدا و با تصانیف جمیع اوصاف امامت  
و اقرار نموده است بطولویت آنحضرت در امر امامت  
(شرح نهج البلاغه حنفی معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحات ۱۸  
۲۰-۱۱۴) و بهم چنین اعتراف نموده است حضرت عثمان  
باینکه میدانند امامت حق بنی هاشم و حضرت علی علیه السلام  
است و بایشان ظلم شده است (شرح نهج البلاغه حنفی  
معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحه ۲۹۵) و نیز مخصوص بود  
بمعجزات باهرو مثل اخبار از غیب مراراً و استجابات دعا  
کراراً. و در شمس و احیاء نفس و مکاتله با شهبان و قدرت  
بر اکوان (شرح نهج البلاغه تالیف ابن ابی الحدید حنفی  
معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحه ۱۴۵-۱۴۶) رجوع شود.

نتیجه ما سبق اینست بعد از اینکه بر این عقیده  
و دلائل قطعی ثابت شد امامت حضرت امیر المؤمنین علی  
ابن ابی طالب علیه السلام بعد از حضرت رسول اکرم صلی  
الله علیه و آله وسلم میگوئیم مقتضای همان برای این عقیده و ادله  
قطعی اینست که باید یک شخص متصف با اوصاف امامت نیز  
از جانب خدا تعالی و رسولش و وصی برای امیر المؤمنین  
علیه السلام معین شد و باشد و امیر المؤمنین با امامت

امامت کیلئے بعد از رسول خداؐ اور جلد اوصاف امامت سے متصف ہونے کا اعتراف کیا ہے اور مظلومیت آنحضرتؐ کا امر امامت میں قرار کیا ہے (شرح نہج البلاغۃ حنفی معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸ - ۲۰ - ۱۱۴ اور اسی طرح پر حضرت عثمان نے اعتراف کیا ہے یہ کہیں جانتا ہوں کہ امامت حق بنی ہاشم اور حضرت علی علیہ السلام کا ہے اور ان پر ظلم ہوا ہے (شرح نہج البلاغۃ حنفی معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ اور نیز مخصوص تھے معجزات روشن کے ساتھ یعنی اخبار غیب کا بار بار بیان کرنا اور بار بار دعا کا قبول ہونا اور سورج کا لوٹنا اور نفس کا زندہ کرنا اور اڑوہے سے کلام کرنا اور موجودات پر قدرت حاصل کرنا (شرح نہج البلاغۃ تالیف ابن ابی الحدید حنفی معتزلی طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ - ۱۷۶ رجوع کرو۔

نتیجہ مابقی کا یہ ہے کہ بعد اس کے کہ براہین عقلیہ اور دلائل قطعیہ سے ثابت ہو گئی امامت حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی بعد رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہتے ہیں کہ ان براہین عقلیہ اور دلائل قطعیہ کا اتھار یہ ہے کہ ایک شخص جو متصف ہو اوصاف امامت سے خدا سے تعالیٰ اور اس کے

رسول کی طرف سے بھی واسطے امیر المومنین

علیہ السلام کے وصی معین ہوا ہو اور امیر المومنین نے اپنے بعد اُس کے امام

و وصایت آن وقتی خود تنعیم فرموده باشد و همه ائمه باید  
منصف بوده باشند بصفت و اعلیت و سایر اوصاف  
امامت بحکم بر این مذکوره و بهمین اشاره شده است -  
در آیات شریفه (کل قوم باج) (در حد ۷) و (ان من ائمة الا  
نلا فیما نختیر فاطر ۲۰) و (یوم نبعث من کل ائمة شهیداً  
من انفسهم نحل ۸۶) و در احادیث مستفیضة نبویه تعیین ائمه  
علیهم السلام شده است که مجموع آنها دوازده نفر است  
از عمرت نبویه در شرح نهج البلاغة تألیف ابن ابی الحدید حنفی  
معتزلی جلد ۲ صفحه ۴۵۰ - ۵۲۰ قال رسول الله صلی الله علیه  
وآله وسلم من سرّ ان یحیی حیاتی و یموت ماتی دیکن جمعة  
عدن التي غرسها رقی فیوال عیاً من بعدی فیوال و بیة  
دلیقته بالائمة من بعدی فانتم عزق خلعوا من طینتی و  
رزیقوا نهما و عما فویل ملکذ بن من امتی القاطعین فیهم  
مسلتی لا اله الا الله شفامتی -

اور دھی ہونے کو مخصوص فرمایا ہو اور جہنم آئمہ  
 اسی طرح پر چاہئے کہ تسف ہوں عظمت و اہمیت سے  
 اور تمام اوصاف امامت سے بموجب حکم براہین مذکورہ اور  
 آیات شریفہ (کل قوم ہادی) (رحمہم) و اس من امتہ الا فلانہما تدر  
 فاعلمہم) و (یوم نبوت من کل امتہ) شہیداً من انفسہم محل عام ہیں  
 اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے اور احادیث میں جو نبی اکرم سے پہنچی ہیں اللہ  
 علیہم السلام کا قیس بن ہوا ہے کہ مجموعہ ان کا بارہ نفر ہیں عزت  
 نبویہ میں سے چنانچہ شرح صحیح ابلاغۃ تالیف ابن ابی الحدید مفتی معتزلی  
 جلد ۲ صفحہ ۴۵۴-۴۵۵ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
 جس کسی کو کہ مسرور کرے یا کہ زندگی اُس کی مانند میری زندگی کے  
 ہو اور حال مرگ کہ اس کی مرگ کے بعد میرے حال کی مانند ہو  
 اور مسکن اُس کا بہشت عدن میں ہو کہ خدا نے تعالیٰ نے اپنے  
 دست قدرت سے اس کو دنیا کا سے پس البتہ وہ علی علیہ السلام  
 کو میری موت کے بعد دوست رکھے۔ اور البتہ دوست علی کو  
 دوست رکھے اور ان اماموں کی جو میرے اہل بیت سے ہیں  
 اور میرے بعد امام ہوئے پیروی کرے کہونکہ البتہ وہ میری عزت  
 ہو گئے اور میری مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کو علم و فہم کا ارتقا یا  
 گیا ہے۔ پس میری امت میں سے ان کی تکذیب کرنے والوں کو  
 دے ہو کہ میرا صلہ ان میرے خاص اور حام اور اہل بیت سے

ایضاً قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فی کل خلف  
من امتی عدلٌ من اهل بیتی یقفون عن الدین تحریفاً لیس  
وانتم لالبطلین و تاویل الجاہلین ۔

ایضاً قال النبی صلی الله علیه و آله وسلم اثنی عشر من اهل بیت  
اعطی لهم الله فہی و عسی و سکنتی و خفقم من طینتی ذیل  
منکبرین علیہم من بعدی القاطعین فیہم صلیتی ، ہم لا  
انما لکم الله شفاعتی ۔

ایضاً قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم بعدی اثنی  
عشر اولکم انت یا علی و آخرہم القائم الذی یفتح الله  
علی یدیه مشارق الارض و مغاربہا

و در حدیث صحیح از جابر بن عبد الله انصاری رضوان علیہ  
کہ از اکابر اصحاب رسول اکرم صلی الله علیه و آله وسلم ہا  
روایت شدہ است قال لما نزلت هذه الآية (یا ایہا الذین  
امنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم سورہ  
نساء ۵۹) قلت یا رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم

قلع کرتے ہیں ان کو میری شفاعت خدا نصیب نہ کرے۔  
 اسی طرح رسول اللہؐ نے فرمایا میری امت میں بھیجے تھے وہ لوں میرے ہر دربار میں ایک امام ماذل میرے اہلبیت میں سے ہوگا۔ تاکہ میرے اہلبیت کے وہ اندیز میرے تحریف اور زیادتی دیکھ کر غولی پیدا کرتے ہیں اور غیبت کو جو اہل اہلبیت ہیں اہل بیت اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ نفر میرے اہل بیت ہیں کہ جن کو میرا فہم میرا علم میری حکمت خدا ابتعالے نے عطا کی ہے اور ان کو میری طینت سے خالق کیا ہے پس میرے بعد ان کے ساتھ کبیر کرنے والوں پر واسع ہو اور وہ جو میرے صلہ کو میرے اہلبیت کے حق میں قلع کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے کیا ہے۔ میری شفاعت خدا ان کو نہ پہنچائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میرے بارہ نفر امام ہیں اول ان بارہ کے تم ہو اسے علی۔ اور ان کا آخر قائم ہے اور وہ ایسا ہے کہ خدا ابتعالے اس کے ہاتھ پہ زمین کے مشرق اور مغرب کو فتح کرے گا۔

اور حدیث صحیح جابر بن عبد اللہ انصاری رضوان علیہ سے کہ اکابر اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں روایت ہے۔ حضرت جابرؓ نے کہا ہے جس زمانے میں کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا نے فرمایا اطاعت کرو خدا کی اور رسول خدا کی اور صاحبان امر کی باتوں میں سے تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ



عَزَّنَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَمَنْ أُولَى الْأَمْرِ الَّذِينَ قَرَنَ اللَّهُ طَاعَتَهُمْ  
 بِطَاعَتِكَ فَتَالِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَالْوَسْطَمُ مُحَمَّدٌ خَلْفَانِي  
 يَا جَابِرُ وَاثْنَةَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ بَعْدِي أَوَّلُهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ  
 ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدٌ بْنُ عَلِيٍّ الْعُرْفُ  
 فِي التَّوْرَانِيَّةِ يَا بَابُكَ وَتَدْرِكُ يَا جَابِرُ قَادَةَ الْقِيَمَةِ فَأَقْرَاهُ  
 مَتَى السَّلَامُ ثُمَّ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ  
 ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ  
 ثُمَّ سَمِيعُ بْنُ دَكْنِيشٍ بَوَّهَ اللَّهُ فِي أَرْضِهِ وَبَقِيَّتُهُ لِي عِبَادَةِ ابْنِ  
 الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ذَاكَ الَّذِي يَفْتَحُ اللَّهُ تَعَالَى ذِكْرَهُ عَلَى يَدَيْهِ  
 مُشَارِقَ الْأَرْضِ وَمُغَارِبَهَا ذَاكَ الَّذِي يُغَيِّبُ عَنْ شَيْعَتِهِ  
 وَأَوْلِيَاءَهُ غَيْبَةً لَا يُثَبِّتُ فِيهَا عَلَى الْقَوْلِ بِإِمَامَتِهِ إِلَّا مَنْ  
 ائْتَمَنَ اللَّهُ قَلْبَهُ بِالْإِيمَانِ.

خدا کو ہم نے پہچانا ہے اور اس کے رسول کو بھی پہچان لیا ہے اور صاحبان امر کو ان اشخاص میں ہیں کہ خدا نے ان کی اطاعت مانند آپ کی اطاعت کے اور آپ کی اطاعت کے درجہ پر قرار دی ہے۔ پس حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا اے جابر وہ صاحبان امر میرے جانشین ہیں اور بعد میرے امام اور پیشوا مسلمانوں کے ہیں اول ان میں سے علی ابن ابیطالب ہیں دوم حسن ہیں سیم حسین ہیں چارم علی بن حسین ہیں پنجم محمد بن علی ہیں کہ قدرت میں ان کا لقب باقر ہے اور جلد ہے اے جابر کہ تم انکو طو گے اور دیکھو گے اور جس وقت تم ان کو دیکھو میرا سلام پہنچانا۔ بعد ان کے جعفر بن محمد ہیں بعد ان کے موسیٰ بن جعفر ہیں بعد ان کے علی بن موسیٰ ہیں بعد ان کے محمد بن علی ہیں اور بعد ان کے علی بن محمد اور بعد ان کے حسن بن علی اور بعد ان کے میرے ہمنام اور ہم کسیت جنتی خدا اس خدا کی زمین پر اور باقیۃ اللہ ہیں کے بندوں کے درمیان محمد بن حسن بن علی ہیں اور وہ ایسے امام ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ پر مشرقوں اور مغربوں کی زمین کو فتح کرے گا اور وہ ایسے امام ہیں کہ اپنے شیعوں اور دوستوں سے غایب ہوئے طولانی غیبت کے ساتھ کہ آپ کی امامت کے قائل ہونے پر کوئی ثابت نہیں رہتا مگر وہ شخص کہ خدا تعالیٰ نے جس کے قلب کا ایمان کے بارے میں امتحان کر لیا ہے۔

تتفحص بر امام مسلم الامامة بر امامت وصتی خودش کافی  
 است برای تعیین او و تنقیضات ائمہ معصومین علیهم السلام  
 الله رب العالمین هر سابقه بر لا حقش بر روایات مستفیضه و  
 احادیث صحیحہ از طرق شیعه ثابت شده است و بحکم اصول  
 مناظره در این مقام اہل سنت و جماعت را هیچ وجهی اعتراض  
 نیست و مزوم میباشد بقبول ان احادیث مستفیضہ پس بحکم  
 بر این عقیدہ مذکورہ و تائیدات نقیہ معلوم و واضح شد کہ امام  
 دوازدهم نیز در این زمان موجود و منصوب است زیرا کہ احوال  
 بر واجب از خدا تعالی متنع و محال است و سبب غیبت آنحضرت  
 نہ از خدا تعالی است و نہ از خود آنحضرتست بلکه عدم تمکین ناس  
 سبب غیبتش شده است و میباشد چنانچہ سابقاً بیان نمودیم  
 پس ہر وقت سبب مذکور زایل شود ظہور آنحضرت واجب میشود  
 موعود ظہور آنحضرت بزوال سبب مذکور در علم الله تعالی معین  
 است لیکن برای مکلفین تعیین نشده است مگر بعلائیکہ  
 و اخبار مستفیضہ رسیده است عمدہ آن علامہ خروج قبل  
 و خروج سفیانی است۔

شیخ طوسی قدس سرہ در کتاب غیبت و نیز در کتاب  
 بشارۃ الاسلام طبع بغداد صفحہ ۴۴ روایت کردہ اند از محمد بن حنفیہ  
 محمد حنفیہ قال قلت ل ( یعنی امام علیا علیہ السلام )

شخص ہر امام مسلم امامت کی اپنے دھی کی امامت پر اس کی  
 نفیسین کے لئے کافی ہے اور تنبیہات ائمہ معصومین علیہ السلام  
 اللہ رب العالمین کی ہر سبقت کی لائق پر روایات مستفیضہ اور احادیث  
 صحیحہ طرق شیعہ سے ثابت ہیں اور اصول مناظرہ کی بنا پر اس مقام  
 میں اہل سنت والجماعت کو کسی وجہ سے حق اعتراض کا نہیں ہے اور  
 ان احادیث کے قول کر نیئے لئے ملزم ہیں۔ پس براہین عقیدہ مذکور  
 اور تائیدات عقیدہ کے مطابق معلوم اور واضح ہو گیا کہ امام دوازہم بھی  
 اس زمانہ میں موجود اور منصوب ہیں کیونکہ خلل ہونا واجب میں  
 خدا تعالیٰ سے متعین اور محال ہے اور سبب غیبت اُن حضرت کا  
 نہ خدا تعالیٰ سے ہے اور نہ خود آنحضرت سے ہے بلکہ وہ تمکین  
 ناس آپ کی غیبت کا سبب ہوا ہے اور رہے گا۔ جیسا کہ پہلے  
 بیان کیا گیا پس جس وقت سبب مذکور زائل ہو جائیگا ظہور  
 اُن حضرت کا واجب ہو جائے گا ظہور حضرت کا وقت معلوم سبب  
 مذکور کے زوال پر علم اللہ تعالیٰ میں معین ہے لیکن تکفین کیسے  
 تعیین نہیں ہے۔ مگر وہ علامتیں جو کہ اخبار مستفیضہ سے پہنچی ہیں  
 ان میں سے سب سے بڑی علامت خروج دجال اور خروج منیانی ہے  
 شیخ طوسی قدس سرہ نے کتاب غیبت میں اور نیز کتاب  
 بشارت الاسلام طبع بغداد صفحہ ۴۴ میں روایت کی ہے محمد بن حنفیہ  
 محمد بن حنفیہ کہے ہیں اُن حضرت دینا نے وہ محمد حضرت علی ابن ابی طالب صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا

قد طال هذا الأمر حتى متى قال فخرتك رأسه ثم قال أتى يكون  
 ذلك ولم ينعش الزمان أن يكون ذلك ولم يحفوا إلاخوان أتى يكون  
 ذلك ولم يظلم السلطان أتى يكون ذلك ولم يقسم الزيد من  
 قزوين فينسبك ستورح وكيفر صدور حاد يعبر سورح ويزد حطب  
 بهجتها من فرم منه ادر که دمن عاز به قتل و دمن اغترل عنه افتقر  
 دمن تابعد کفر حتی يقوم باکیان باک یکنی علی دینیه و باک یکنی  
 علی دنیا -

در طول عمر مبارکش معاندین را حق استبعاد نیست بعد  
 از اینکه نظیرش براس حضرت خضر و حضرت ایاس علیهما السلام  
 ثابت شده است و قدرت مطلق خدا تعالی از مبادی مسلمه  
 است و در این مسئله چنانچه در اولی مطالب بیان نمودیم  
 حتی اینکه بشیطان عمر ابدی داده است و اگر در زبان غیبتش  
 از اجراء حدود شرعی و سیاسات دینی بواسطه عدم تمکین ناس  
 ممکن نیست اکثر ائمه اطهار علیهم السلام نیز مدام الحیوة  
 حکمکن از اجراء آنها نشدند لکن فوائد وجود مبارکش کاشف  
 المتغیبه و راء الغام ثابت و معلوم است و از اجتماع و  
 اجماع جمیع بشر بر خطا مانع است و اتهام حجت است از  
 جانب خدا تعالی بر انسانیکه تمکین نمی نمایند و سبب  
 غیبتش شده اند چنانچه سابقاً شرح دادیم -

مذہب کے بہت طویل کھینچا جائے مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین مسلمان نے اپنے سر مبارک کو رکھ کر  
 اور بعد ازاں ایک ریٹون کر دیا کہ ہوا تاکہ ابھی نہ مانے اپنے تیرے دوستوں سے اپنے دلوں کو نہیں لانا کہے مگر یہ  
 یہ ظہور واقع ہوا تاکہ ابھی انہیں جاسیں کہ یہ یہ کہو کہ کراہی ہم تاکہ ابھی دشمن نے اپنے فتنہ میں  
 کیا ہے یہ ظہور کیا کراہی ہوا تاکہ شہر قرین میں زندیق مکران میں ہوا کہ میت املاہ اور مسلمان کے گرد لگی  
 چمک چمک اور ان کے سینوں اور اذان کے عقیدہ اور فر کر دیا اور وہ شریعت اسلام اور اسلام کے رسول  
 درہم پریم کے مجاہد اور مافیہ کی شریعت اسلام اور مسلمان کو اور مافیہ مافیہ یعنی واسطہ کی برادر  
 اور اس سے بچے اسکو اس کو مکران کر لیا اور جو اس جنگ میں لڑے گا اس کو ہر کوئی اس دور کی امید کہ

طول عمر مبارک میں معاذین کو حق استبعاد نہیں ہے بعد  
 اس کے کہ نظیر اس کی حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام  
 کے لئے ثابت ہے اور اس مسئلہ میں قدرت مطلقہ حق تعالیٰ  
 مبادی مسئلہ میں سے ہے جیسا کہ اول مطلب میں بیان ہوا  
 یہاں تک کہ شیطان کو عمر ابدی دی گئی ہے۔ اور اگر آپ کے نہان  
 فیہست میں اجراء حدود شریعت اور سیاسات دینیہ عدم تمکین میں  
 کی وجہ سے ممکن نہیں ہے تو اکثر ائمہ اطہار علیہم السلام اپنے  
 زمانہ میں عمر بھر ان کے اجراء پر ممکن نہ ہوئے لیکن آپ کے وجود  
 مبارک کے فوائد کا شمس المنیۃ وراء الغمام ثابت اور معلوم  
 ہیں اور جمیع جسر کے خطا پر اجتماع و اجتماع کے لئے مافیہ ہے اور انعام  
 محبت ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں پر جو تمکین نہیں کرتے ہیں اور  
 فیہست کا سبب ہوئے ہیں جیسا کہ سابقاً ہم نے شرح کی ہے۔

اما مشد امکان تشرف بحضور مبارک حضرت امام غایب  
 روحی قداه در احادیث ائمه اطهار علیهم السلام امر شده است  
 تکذیب مدعی روئت و مدعی تشرف و این مخصوص است  
 بصورت ادعای معرفت تفصیله امام در حین تشرف و بجهت  
 حفظ حق نسبت بعامة ناس است. نفی امکان نمی کند -  
 چه که معلوم و محقق است که جماعته از اعظم علمای اعلام و  
 اخبار و اولاد از شیعه در مسجد اعظم کوفه و در مسجد سید و در  
 حرم مقدس نجف اشرف و در ناحیه مقدسه و در عائر مقدس  
 به شرف ملاقات آن بزرگوار تأمل و موفق شده اند بے در  
 تشرفات باعدای علمای اعلام و لوایپ عام آنحضرت در  
 حین تشرف نشناخته اند بعد از مفارقت متفت شده اند  
 رزقنا الله تعالی الاصل بنجد مبرک و التشریف الحضرته و  
 ادرک ظهوره والقیام بنصرتة -

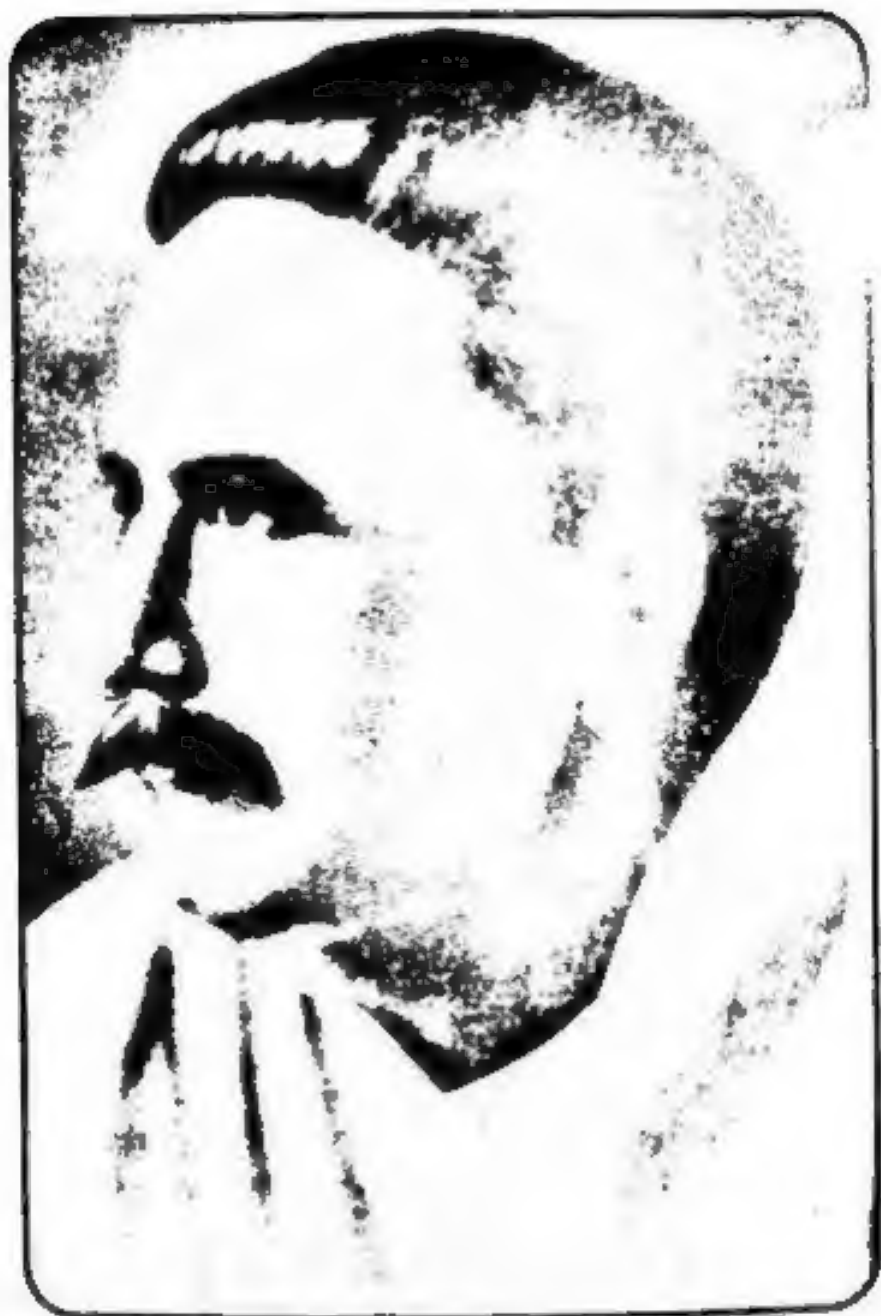
لیکن مسئلہ امکان تشریف بحضور مبارک حضرت امام غایب  
 روحی قدامت کے بارے میں احادیث ائمہ اطہار علیہم السلام میں امر  
 ہو چکا ہے کہ مدعی رویت اور مدعی تشریف کی تکذیب کی جائے اور  
 یہ تکذیب مخصوص ہے اس صورت میں کہ کوئی ملاقات کے وقت کی تفصیل صرف امام  
 کا دھوکے کیے اور اس جہت سے کہ عامۃ الناس کی نارسائی کا خطا قائم ہے  
 لیکن یہ تکذیب امکان تشریف کی نفی نہیں کرتی چونکہ معلوم اور محقق ہے کہ ایک جماعت  
 اعظم علمائے اعلام میں سے اور انبیاء اور اوتاد شیعہ میں سے مسجد  
 کوفہ میں اور مسجد سہلہ میں اور حرم مقدس نجف اشرف میں  
 اور ناحیہ مقدسہ حائر مقدس میں بان بزرگوار کے شرف ملاقات سے  
 باطل اور موقوف ہوئے ہیں ہاں تشرقات میں متعدد علمائے اعلام  
 اور نواب عام آنحضرت کے وقت ملاقات نہ پہچان سکے بعد مقرر  
 کے سمجھے +











حكيم الامت علامه محمد اقبال